مرتے وقت بدکاروں کی جان نکلنے کے عبرتناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے سچے واقعات

بدکاروں کی زندگی کا

عبرتناک انجام

تالیف مجدی فتحی السید

اُردو قالب ابوحمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

نام کتاب .... بدکاروں کی زندگی کا عبرتناک انجام

تالیف .... مجدی فتحی السید

اُردو قالب .... ابو حمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

اشاعت اوّل .... اگست 2007ء

قیمت ....

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل جگہوں سے مل سکتی ہیں

• لاہور: دارالاندلس۔ مرکز القادسیہ 7230549۔ دارالسلام شوروم 37400۔ مکتبہ قدوسیہ 7230585۔ مکتبہ سلفیہ 7237184۔ کتاب سرائے 7320218۔ اسلامی اکیڈمی 7357587۔ نعمانی کتب خانہ 7321865۔ مکتبہ رحمانیہ 7224228۔ مکتبہ دارالھدیٰ 7639557۔ الکریم کیسٹ لائبریری 6365526
• راولپنڈی: تجلیات علمیہ کشمیری بازار 5535168۔ • اسلام آباد: المسعود اسلامک کتس 2261356۔ • فیصل آباد: مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار 631204۔ • کراچی: مکتبہ نور حرم 4965724۔ وی کیک ڈسٹری بیوٹرز 7787137۔ مکتبہ دارالقرآن 021-2211996۔ علمی کتب خانہ اردو بازار۔
• پشاور: معراج کتب خانہ 214720۔ • حیدر آباد: مکتبہ دعوت السلفیہ 0333-2607264

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان 0300 4453358
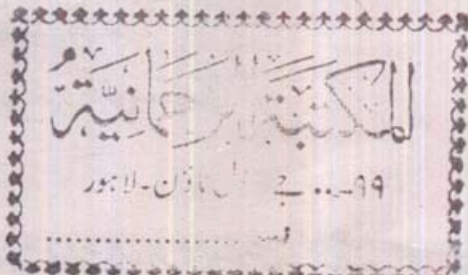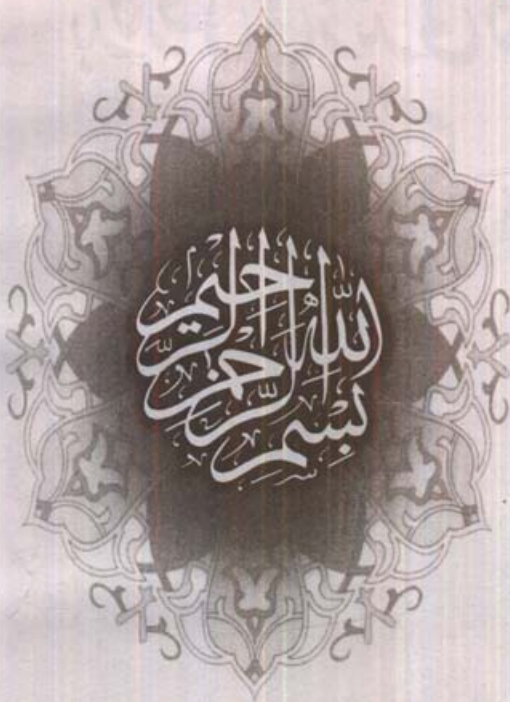
مرتے وقت بدکاروں کی جان نکلنے کے عبرتناک اور
رونگٹے کھڑے کر دینے والے سچے واقعات

بدکاروں کی زندگی کا عبرتناک انجام

تالیف مجدی فتحی السید
موت کے وقت ثابت قدم رہنے والے

اُردو قالب ابو حمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

دارُالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاهور پاکستان

آئینہ

بدکاروں کی زندگی کا عبرتناک انجام

- حرف تمنا: موت خوشخبری کا سندیسہ ہے!! ۹
- ایسا کیوں ہے؟ ۱۰
- حقیقت میں اس زندگی میں ہمارا مقدر کیا ہے؟ ۱۱
- اگر ہم جان جائیں کہ ۱۲
- زندگی کی گاڑی کے ہر مسافر کی پریشانی ۱۲
- سیدنا ابراہیم اور یوسف علیہم السلام کی رب العالمین سے خاتمہ بالخیر کی التجاء ۱۳
- اللہ کریم کے ایک پسندیدہ بندے کے آخری لمحات کا روح پرور نظارہ ۱۵
- سارے جہاں سے بگاڑ کر ایک سے لو لگانے کا نتیجہ ۱۶
- قبر میں فرشتوں کے سوالوں کا جواب کون دے سکے گا؟ ۱۸
- سوئے خاتمہ سے متعلق خلفائے راشدین کا خوف ۲۵
- جہنم کا مسافر ۲۸
- دین اسلام سے غداری کا عبرتناک انجام ۲۹
- ایک بدقسمت اور بدنصیب ۳۱
- جب قبر نے قاری قرآن کو باہر پھینک دیا ۳۴
- آخر وہ بڑھکتی جہنم کا ایندھن بن گیا ۳۶
- بلعم بن باعوراء کا المناک انجام ۳۹
- بدبخت جہجاہ غفاری کا برا انجام ۴۱
- سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا اذیت ناک انجام ۴۱
- اروی بنت اویس کا عبرتناک انجام ۴۳

❀ ایک بھی نماز نہ پڑھنے کے باوجود خاتمہ بالایمان ۴۵

❀ ۱۰۰ انسانوں کا قاتل جنت کا وارث بن گیا! ۴۷

❀ توبہ کی تو فوراً عزرائیل روح نکال کر لے گیا ۴۸

❀ بدکاریوں کی شاہرہ سے سفر شہادت کی طرف اڑان ۵۰

❀ نماز کو مؤخر کر کے ادا کرنے والی عورت کا عبرتناک انجام ۵۴

❀ اپنے آپ کو قتل کرنے والے کا برا انجام ۵۴

❀ شراب نوشی برے انجام سے دوچار کرتی ہے ۵۵

❀ جنت سے ایک ہاتھ دور ۵۶

❀ "یہ جہنمی ہے" ۵۷

❀ سوءِ خاتمہ کی چند عبرت ناک تصویریں ۵۹

❀ وہ گناہ کی نیت سے نیچے آیا تھا ۶۰

❀ عاشق نامراد کا انجام بد ۶۳

❀ جھوٹی توبہ نے بیڑا غرق کر دیا ۶۵

❀ بیت اللہ کے سامنے لبوں پر صرف ایک فریاد ۶۸

❀ عیسائی دوشیزہ کا عشق لے بیٹھا ۶۸

❀ ایک نشئی کا انجام ۷۵

❀ تمہاری نماز اور جہاد سب برباد ہوئے ۷۰

❀ جب ایمان کا سفینہ ساحل تک نہ پہنچ سکا ۷۱

❀ ایک خیانت کار کا انجام ۷۶

❀ ایک شاعر کا انجام ۷۷

❀ چوری کی حالت میں موت نے آ لیا ۷۹

❀ بدترین اور بہترین انجام ۸۰

- ایک مغنیہ سے گانے سننے کی آخری خواہش ۸۳
- ''میں تو ''صقر'' میں جاؤں گا'' ۸۷
- مرتے وقت دین کو برا بھلا کہنے لگا ۸۸
- بوڑھے کمزور اٹھے ہاتھوں کی کپکپاہٹ اور عرش الٰہی سے عتاب ۹۰
- بری خواہشات کا ہلاکت خیز جال ۹۳
- زندگی کے آخری لمحات تک محرومی ۹۴
- علوک شاعر کا ذلت ناک انجام ۹۶
- ایک لڑکے کی محبت لے ڈوبی ۹۸
- اللہ کے نبی کے خلاف بد دعا کرنے والے کا انجام ۱۰۰
- خوابہائے بے نتیجہ ۱۰۲
- چہرا کالا سیاہ اور خوفناک ہو گیا ۱۰۳
- اس نے چیخ ماری اور چل بسا ۱۰۵
- جب زندگی کی گاڑی چھوٹ گئی ۱۰۶
- ایک نوجوان جلتی آگ میں ۱۰۷
- اپنے آپ کو شتر بے مہار بنا لیا ۱۰۹
- عبادت گزار' نوجوان لڑکی' شیطان اور پھانسی کا پھندا ۱۱۰
- دفعتاً وہ گرا تڑپا اور مر کر ٹھنڈا ہو گیا!!! ۱۱۶
- بدکاری...... جو ہلاکت کا سبب بنی ۱۲۲
- دونوں کے لاشے پھانسی پر لٹکا دیے گئے ۱۲۴
- بدمستیوں کے رنگ ۱۳۲
- دنیا میں رسوائی ۱۳۴
- والدین کی نافرمانی اور ان کا دِل دکھانے کا انجام ۱۳۶

❀ اللہ تعالیٰ سے استقامت اور ثابت قدمی کی دعا ۱۴۴
❀ خودکشی کرنے والے کا عبرتناک انجام ۱۴۶
❀ بدیل کے بیٹوں اور اعین کا برا انجام ۱۴۷
❀ ظلم کا انجام ۱۴۸
❀ یہ واقعات سچے ہیں ۱۵۰
❀ حسن خاتمہ کے عکاس رشک آمیز حسین مناظر ۱۵۹
❀ حسنِ خاتمہ کی بعض علامات ۱۵۹
❀ مومن اور کافر کی دنیا سے روانگی کی منظر کشی ۱۶۷
❀ عالم بالا میں بھی بدکاروں کی زندگی کا عبرتناک منظر ۱۷۵
❀ برے دوستوں کی یاری عبرتناک انجام کا باعث ۱۷۹
❀ فکرِ آخرت ۱۸۶
❀ آ جاؤ...... اپنے پروردگار کی طرف درِ توبہ کھلا ہے ۱۸۸

حرف تمنا

موت خوشخبری کا سندیسہ ہے!!

''موت'' کیا ہے؟...... عام طور پر اس کے متعلق کیا سمجھا اور کہا جاتا ہے؟...... اس حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کے لیے معاشرے میں اس کے متعلق پایا جانے والا ردعمل' احساس اور اور تصور جان لینا ہی کافی ہے۔ اگر کسی کو اچانک خبر دی جائے کہ فلاں عزیز' رشتہ دار' قریبی دوست یا جاننے والا فوت ہوگیا ہے' تو یہ خبر سنتے ہی حیرت و استعجاب اور خوف سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ جاتا ہے۔ پھر وہ بے یقینی کے عالم میں گویا ہوتا ہے: بھئی! وہ تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھا...... میں پرسوں ہی اسے ملا تھا...... وہ فلاں معاملہ ہم سے طے کر کے گیا تھا...... کوئی کہتا ہے: نہیں بھائی' یقیناً آپ کو غلطی لگی ہے' ابھی شام ہی تو میں اس کے پاس سے گپ شپ لگا کر آیا تھا' آج شام ہمارا فلاں جگہ جانے کا پروگرام تھا' شام کے وقت ہی وہ مجھ سے ہنسی مذاق کر رہا تھا...... اسے اچانک کیا ہوگیا!!؟...... لیکن آخر پھر سب کو اس واقعہ وخبر کی تصدیق کرنی پڑتی ہے' نا چاہتے ہوئے بھی موت کے کاری وار کی حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ''موت'' کا ذکر سن کر ہی لوگ سہم جاتے ہیں۔ اگر کوئی صبح صبح ہی اس کا کسی نہ کسی بنا پر ذکر کر دے تو لوگ پریشان و خوفزدہ اور ناراض ہو کر مخاطب کو ڈانٹتے اور سرزنش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''یار! اللہ سے ڈرو' صبح صبح ہی موت کا ذکر کر کے ڈرا رہے ہو' کیوں نحوست ڈال رہے ہو' اللہ سے ڈر جاؤ۔ اگر کوئی بھلا آدمی بس' گاڑی' بحری و ہوائی جہاز وغیرہ کے چلنے سے پہلے یا سفر کے دوران صرف اتنا ہی کہہ دے کہ بھائی موت کا کوئی پتہ نہیں کب آ جائے' ہمیں کیا علم کہ ہم نے اس سفر سے زندہ و سلامت زمین پر قدم رکھنا ہے یا موت کا

شکار ہو جاتا ہے' اس لیے سفر کی مسنون دعاء پڑھ لیں اور سفر کے دوران اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر و تازہ رکھیں' تو لوگ چیخ اٹھتے ہیں' صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں: بھائی صاحب! اللہ کا خوف کھاؤ' کیوں سفر شروع ہونے سے قبل اور گاڑی روانہ ہونے سے پہلے ہی موت یا مرنے کی وحشت زدہ اور خوف زدہ و منحوس باتیں کرتے ہو؟ اگر اچھی بات نہیں کر سکتے تو خاموش ہی رہو۔ مریض کے سامنے کبھی موت کا ذکر نہیں کیا جاتا' نہ ہی مریض اس کا ذکر سننا چاہتا ہے۔ اگر کسی اسی (۸۰) سالہ بوڑھے بابا کو جو قبر میں ٹانگیں لٹکائے زندگی کے دن پورے کر رہا ہو' سے یہ کہا جائے کہ بابا جی! مرنے کو دل چاہتا ہے؟ تو وہ چھوٹتے ہی غصے کے عالم میں پھنکارتا ہے:

''مرے تیرا باپ' مرے تیری ماں' میں کیوں مروں''

ایسا کیوں ہے؟

''موت'' کا لفظ سن کر ہمارے خیالات و افکار پریشان دل سنسان' عقل حیران' طبیعت پشیمان اور دل و دماغ سنسنا اٹھتا ہے' آنکھیں پھیل جاتی ہیں...... قدم ڈگمگا اور لڑکھڑا جاتے ہیں...... سوچوں کے دھارے یک دم رک جاتے ہیں' زندگی کے رونق بخش نغمے یکدم نوحوں اور آہوں و سسکیوں میں بدل جاتے ہیں۔ دل کے آسمان پر غم کی گھٹائیں بسیرا کر لیتی ہیں' ہر چیز' دلچسپی' مشغلے' کھیل کود سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے' بلکہ کلیتاً بیزاری ہونے لگتی ہے۔ دنیا کی رنگینیاں وحشت ناک اژدھے کی طرح کاٹنے کو دوڑتی ہیں' کوئی اپنا ہو یا پرایا ہمیں اچھا نہیں لگتا...... ہر طرف ویران بیابان' سنسان' ریگستان اور پرانے قبرستان خیالوں میں بسیرا کر لیتے ہیں.............. یہ سب کیوں ہے؟...... ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟...... اس لیے کہ ہم نے موت کو ایک خوفناک عفریت کی شکل دے دی ہے' اس لیے بھی کہ ہم ظاہری طور پر اس رنگین' روشن' ہلّے گلّے' رونق میلے اور عیاشیوں سے بھرپور زندگی کو چھوڑنا نہیں چاہتے...... ہم ہمیشہ ہمیشہ یہاں دل لگی کرنا چاہتے ہیں...... ہمیں موت اس لیے خوفناک نظر آتی ہے کہ اس کے آ جانے سے یہ خوبصورت کہکشاؤں والی دنیا ہم سے چھین لی جائے گی'

اور ہم ہیں کہ اس کے لیے تیار نہیں۔ ہمارے ذہن کے کسی خانہ میں یہ خیال سمایا ہوا ہے کہ بس یہی دنیا ہی سب کچھ ہے' اس سے بڑھ کر رنگین خوبصورت جہان کہیں نہیں..... بلکہ اس کے بعد زمین کے نیچے ایک تاریک' اندھیرے' حبس و دم گھٹنے کے ماحول سے بھرپور' رنگ و روشنی سے محروم' ایک تنگ کوٹھری اور غار (قبر) ہی ہے' یہاں ہمیں گلنا سڑنا اور کیڑوں کی غذا بن جانا ہے۔ لہٰذا یہاں تو سب کچھ ہے' دولت ہے' حسن ہے' دوست یار محبوب ہے' عزیز و اقارب' بہن بھائی' رنگینیاں' موج میلے' مستیاں' رعنائیاں' زیبائیاں' برنائیاں' دلفریب نظارے ہیں' محبت ہے' عشق ہے' جوانی کے مزے ہیں..... آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا ظاہری حسن ہے' چاند' سورج کے خوابگیں نظارے ہیں..... لیکن اس کے بعد..... قبر میں..... کیا ہے..... کچھ بھی تو نہیں..... نہ صرف ان سب کچھ سے محرومی ہے..... بلکہ اپنے وجود و ہستی کی بھی تباہی اور فنا ہے..... لہٰذا ہم اس خوبصورت جہان کو چھوڑ کر وہاں کیوں جائیں؟

حقیقت میں اس زندگی میں ہمارا مقدر کیا ہے؟

یہ وہ تصور ہے جو ہمیں موت سے دور بھاگنے پر مجبور کرتا ہے' لیکن اگر کسی کو یہ بتایا جائے کہ اگر تم اس دنیا کو چھوڑ دو تو تمھیں اس کے بدلے میں 100 گنا زیادہ حسین و جمیل' بہتی ندیوں کے شفاف پانیوں کی مانند..... جھلمل جھلمل کرتی مسکراتی' گنگناتی آبشار کی مانند..... خزاں اور ساون بھادوں کے بجائے پر رونق جانفزا بہار کی مانند..... جہاں پر آپ کو زندگی کے وہ وہ خوش رنگ اور ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہنے والے دلفریب و دیدہ زیب نظاروں والی زندگی کا مالک بنا دیا جائے' تو تمھارا کیا جواب ہوگا.....؟ تو انسان ایک منٹ بھی اس دنیا میں سانس لینا گوارا نہ کرے بلکہ وہ خواہش و آرزو اور تمنا و حسرت کرے کہ کاش! وہ وقت کب آئے گا جب میں موت کا جام نوش کر کے اس جہاں سے جان چھڑوا کر دوسرے حقیقی و ہمیشہ میری ملکیت میں رہنے والی خوشیوں بھری رنگین و دلکش زندگی والے جہاں کا مالک بن جاؤں..... وہ گن گن کر موت کے انتظار میں دن گزارے گا۔

ہماری یہ چند روزہ زندگی کچھ بھی تو نہیں ہے' چند سانسوں پر مبنی اس کی عمر ہے' چند نعمتیں ہی تو اس کا مقدر ہیں' اصل میں دکھ ہی دکھ تو ہیں یہاں...... پریشانیاں' بدنامیاں' پشیمانیاں' ناکامیاں...... اس کے علاوہ اور کیا ہے یہاں؟...... خود فریبیاں' دھوکے' بے قدری کے چرکے' درد و الم کے کچوکے کھا کھا کر آخر ہم موت کی آغوش میں جا سوتے ہیں...... ہم مرنے سے کیوں گھبراتے ہیں...... اس لیے کہ ہمیں آگے کچھ نظر نہیں آتا' مستقبل تاریک دکھائی دیتا ہے۔

اگر ہم جان جائیں:

اگر ہمیں علم ہو کہ ہمیں مرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ حسین و جمیل زندگی مل جانی ہے تو ہم ہنسی خوشی موت کو گلے لگائیں...... اس لیے کہ بحثیت ایک مسلمان ہمیں ہمارے خالق و مالک ارض و سما کے مالک نے بتا دیا ہے کہ اگر تم نے میری رضا کی تلاش میں بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزاری تو ضرور میں تمھیں کبھی نہ ختم ہونے والی خوشبوں بھری جنتوں' حوروں' دودھ و شہد کی بہتی نہروں اور میٹھے چشموں والی رنگین بہشتوں والی زندگی عطا کروں گا۔ جب ہم سے ہمارے مالک نے اس زندگی کے بدلے میں اعلیٰ و ارفع زندگی بخشنے کا وعدہ کر رکھا ہے تو پھر ہم کیوں مرنے سے بھاگتے ہیں؟ کیوں اس اخروی کامیاب و کامران زندگی کے مشتاق و منتظر نہیں ہوتے؟ شاید اس لیے کہ ہم نے اپنی یہ زندگی تو اس خالق و مالک کو ناراض کرتے ہوئے گناہوں' نافرمانیوں اور بغاوتوں کی دلدلوں میں دھنس کر گزار دی ہے' اب ہمیں دوسرے جہاں میں اس کا بدلہ و سزا' عذاب کی صورت میں نظر آ رہی ہے۔

زندگی کی گاڑی کے ہر مسافر کی پریشانی:

اس لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بھیانک تصور سے ہماری روح کانپ جاتی ہے' ہم دیکھتے ہیں کہ جیسے گاڑی پر سوار ہونے سے قبل اس کا ٹکٹ حاصل کیا جاتا ہے اور ٹکٹ حاصل

کرنے کے لیے خوب محنت و مزدوری کر کے پیسہ کمایا جاتا ہے۔ پھر یہ محنت کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی رقم دے کر ٹکٹ حاصل کیا جاتا ہے۔ بالکل ایسے ہی آخرت کا سفر شروع کرنے سے پہلے سب سے پہلے موت کی گاڑی کا ٹکٹ حاصل کیا جاتا ہے۔ پھر یہ ٹکٹ ملنے کی صورت میں عزت و احترام اور اکرام کے ساتھ آخرت کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔

سفر سے پہلے راستے میں سفر کامیابی سے گزارنے کے لیے زادِ راہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے' جب مسافر بغیر زادِ راہ کے اور بغیر ٹکٹ کے ہو اور اس کی جیب بھی خالی ہو' تو اسے ہر وقت یہ خوف اور دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں چیکر مجھے بغیر ٹکٹ کے سفر کرنے کے جرم میں پکڑ ہی نہ لے۔ اگر اس نے پکڑ لیا تو جگ ہنسائی کے ساتھ ذلت کا عذاب بھی سہنا پڑے گا اور جرم کی سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔ نیک اعمال کا زادِ سفر نہ ہونے اور اللہ کریم کی رضا کا سرٹیفکیٹ اور ٹکٹ نہ ہونے کی بنا پر اس عارضی اور چھوٹی سی زندگی کے سفر کا مسافر پکڑے جانے اور پھر عذابِ الٰہی سے معتوب ہونے کے ڈر سے سہارہتا ہے' اسی لیے وہ موت سے گھبراتا ہے کہ جونہی آنکھ بند ہوگئی پکڑ لیا جاؤں گا اور پھر ربانی سزا کا عذاب شروع ہو جائے گا۔

آخرت کی گاڑی کے ہر مسافر کو موت کے دروازے سے گزرنا ہی پڑتا ہے' جو آدمی اس دروازے سے گزرتے ہوئے کامیاب و کامران ہو گیا وہ دنیا میں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے..... موت کے وقت کامیابی ہی دنیاوی و آخروی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے:

''اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کر دے تو پھر سب کچھ سنور جائے گا۔''

سیدنا ابراہیم اور یوسف علیہما السلام کی رب العالمین سے خاتمہ بالخیر کی التجاء:

موت کے وقت آدمی کے آخری لمحات میں کامیابی اس بات کی نشانی ہے کہ اس سے اللہ کریم راضی ہے' لہٰذا جنت اس کا ٹھکانہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی نشاندہی قرآن مجید میں کی ہے۔ سیدنا ابراہیم اور سیدنا یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے

فرمایا:

﴿فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۳۲)

''(اے بیٹو!) نہ مروتم مگر اللہ کریم کے مطیع وفرمانبردار ہو کر۔''

یعنی زندگی کے آخری لمحات تک تم اللہ کریم کے مطیع وفرمانبردار ہو کر رہو' اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہی تمھیں موت آئے' یہی کامیابی کی ضمانت اور علامت ہے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام بھی اپنے حسن خاتمہ کی دعاء یوں مانگ رہے ہیں:

﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾ (یوسف:۱۲/ ۱۰۱)

''(اے رب کریم!) مجھے اپنا مطیع وفرمانبردار کر کے مارنا اور مجھے اپنے صالح و نیک بندوں میں شامل کرنا۔''

زندگی کے آخری لمحات کی آزمائش کتنی سخت ہے' اس میں کامیابی کی کتنی اہمیت ہے۔ ایک مومن کے لیے آخری دم تک اللہ کریم کا محبوب وفرمانبردار و مطیع بن کر رہنا کتنا اہم ہے؟؟...... اس کا اندازہ یوسف علیہ السلام کی اس دعا سے لگالیں۔ حالانکہ وہ پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ہیں' اللہ نے ان کے نام سے قرآن کی ایک طویل' سورت اتاری ہے' ان کی پاکدامنی وحیاء کو بطور نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اللہ کریم کے کتنے محبوب تھے اور اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی تھے............ لیکن دیکھیں! زندگی کے آخری لمحات میں آزمائش کے در آنے سے وہ بھی ڈر رہے ہیں' اور اللہ کریم سے دعائیں کر رہے ہیں کہ مجھے کامیاب کرنا' حالانکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی بنا پر بخشے ہوئے ہیں...... ان کی مغفرت میں کوئی شک وشبہ نہیں' لیکن پھر بھی مرتے وقت کامیابی کی التجا کر رہے ہیں۔ تو پھر ہمیں اس مسئلہ میں کس قدر دعاؤں التجاؤں اور آہ زاریوں کی ضرورت ہے' خود اندازہ لگالیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تمھیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

یعنی تم جب مرو تو مسلمان ہونے کی صورت میں تمھیں موت آئے' یہی کامیابی کی

علامت ہے۔

اللہ کریم کے ایک پسندیدہ بندے کے آخری لمحات کا روح پرور نظارہ:

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے تحت زندگی گزاری انھیں موت کے لمحات میں آزمائش کی گھڑی میں کسی وجہ سے ناکامی کا خوف تو ہوتا ہے لیکن ان کو موت کے آنے کا کوئی فکر نہیں ہوتا' بلکہ وہ موت کے آ جانے پر خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں خوش ہوتے ہیں۔ اس حسین و جمیل تصور کے ساتھ کہ اس تکلیفوں بھری زندگی سے جان چھوٹے اور اللہ کریم کی جنتوں میں بسیرا ہو جائے۔ دنیا کی تکلیفیں' پریشانیاں ختم جنتوں کی راحتیں' سعادتیں شروع...... اللہ کریم کی رضا اور حور و غلمان کی جنتوں کے تصور سے مومن کی روح خوشی سے جھوم اٹھتی ہے...... وہ اس فانی زندگی کی انتہا اور حسین زندگی کی ابتدا سے بہت خوش اور مسحور و ممنون ہوتا ہے...... آنکھ بند کرتے ہی جنت کی حوریں اور آسمان کے فرشتے اسے سلام کہتے ہیں اور اس کا شاندار استقبال کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے بندے کے لیے موت خوف کی بجائے خوش خبری کا پیغام لاتی ہے...... کہ اب دنیا کی مصیبتوں' پریشانیوں سے تیری جان چھوٹے گی اور جنتوں میں حوروں کے درمیان بسیرا ہو گا...... اللہ کریم کے دیدار کے روح پرور مناظر بپا ہوا کریں گے۔

یہ خیالات اس مومن بندے کو سامنے کھڑی موت کو دیکھ کر پریشان کرنے کی بجائے شاداں و فرحاں خوشیوں سے معمور کر دیتے ہیں۔ وہ موت کو گلے لگا کر کامیابی کے سلام سن کر جھوم اٹھتا ہے۔ ایسے ہی اپنے ایک بندے کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سورہ یٰسین میں کیا ہے' کہ جب قوم نے اسے دعوت توحید کے جرم میں پکڑ لیا...... جب اس نے سارے بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کے سامنے سربسجود ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے اس کو اتنا مارا کہ اس کا آخری وقت آن پہنچا۔ اس کی جان نکلنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی روح نکلنے سے قبل کھلی آنکھوں سے اس کو جنتوں کے نظارے کروا دیے۔ جب اس نے دنیا میں پٹتے ہوئے' لہولہان حالت میں...... روح کو جسم سے نکلنے کے لمحات کے دوران جنت'

حور و غلمان' بہشت کی بہاریں اور روح پرور مناظر دیکھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ (یٰسٓ: ۳۶/ ۲۶)

''اے میرے بندے! اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

جب اس نے یہ جنتوں' حور و غلمان' دودھ و شہد کی نہروں اور جنتیوں کے خوبصورت محلات والے نظارے دیکھے...... تو بے ساختہ زندگی کے آخری لمحات میں اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

﴿يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ (یٰسٓ: ۳۶/ ۲۷)

''اے کاش! میری قوم جان لے کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھے عزت والوں (اپنے انعام یافتہ بندوں) میں شامل کر دیا (اور مجھے جنتوں کا وارث بنا دیا)۔''

یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے جان نکلنے سے پہلے ہی دکھا دیا ہے اگر یہ مجھے مارنے والے لوگ بھی دیکھ لیں تو کبھی اس رب کائنات کو چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کی چوکھٹ پر سر نہ جھکائیں اور اس کی پرستش نہ کریں۔

ثابت ہوتا ہے کہ مومن مرتے وقت اللہ کریم سے رحم و کرم اور بخشش کی امید لگا کر موت سے خوفزدہ نہیں ہوتا بلکہ خوشدلی سے اس کا استقبال کرتا ہے' اس لیے کہ مرنے کے بعد اسے اپنا مستقبل روشن و رخشاں اور نیّر و تاباں نظر آتا ہے۔

سارے جہاں سے بگاڑ کر ایک سے لو لگانے کا نتیجہ:

مومن نے دنیا میں رہتے ہوئے صرف اللہ کریم کو خوش کرنے کے لیے سارے جہاں سے ٹکر لی ہوتی ہے۔ خاندان برادری' سوسائٹی' عزیز و اقارب' دوست احباب' رشتہ دار' اپنے پرائے' جاننے والے اور اجنبی لوگوں سے...... اور اولاد حتیٰ کہ سب جہاں والوں سے محض اس لیے ٹکر لی ہوتی ہے کہ صرف اللہ کریم راضی ہو جائے۔

چونکہ زمانہ بھر سے اس کی بگڑی رہتی ہے' نہ وہ رسم و رواج پر سمجھوتہ کرتا ہے' نہ عقیدہ توحید پر کسی قسم کی آنچ آنے دیتا ہے۔ عفت و عصمت کا تحفظ کرتا ہے۔ دنیا کے ساتھ ہر اس کام میں شریک ہونے سے انکاری اور باغی ہو جاتا ہے کہ جس سے یہ خدشہ لاحق ہو کہ اللہ کریم ناراض ہو جائے گا...... یوں اللہ کریم کو راضی کرتے کرتے وہ ساری دنیا کو ناراض کر بیٹھتا ہے...... یوں اس کی زندگی کانٹوں کی سیج پر گزرتی ہے اور وہ ہمیشہ اپنے اصلی ٹھکانے ''جنتوں کی طرف حسین سفر'' کے لیے مشتاق و منتظر رہتا ہے' کہ کب بلاوا آ جائے اور وہ کانٹوں کی سیج سے اٹھ کر موت کی وادی عبور کر کے پھولوں کی پرسکون سیج پر جا کر محو استراحت ہو جائے۔

وہ جانتا ہے کہ اللہ کریم توحید پرستوں اور اپنے دوستوں کا خوب قدر دان ہے' لہٰذا میرے آنکھ بند کرتے ہی وہ ضروری میری بشری خطاؤں کو معاف کر کے' مغفرت و بخشش کر کے' اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ تھما کر جنتوں میں داخل کر دے گا۔ لہٰذا وہ موت سے خوفزدہ بالکل نہیں ہوتا' بلکہ اسے ایک خدشہ لگا رہتا ہے کہ اے اللہ کریم میرا آخری وقت آسان کرنا' موت کے وقت میرا خاتمہ بالخیر اور خاتمہ بالایمان کرنا' کیونکہ تمام نیک اعمال کی انجام دہی کے باوجود بھی یہ صرف اور صرف تیری رحمت سے ممکن ہے' اس لیے وہ رب کائنات کے سامنے ہاتھ اٹھا کر ہمیشہ موت کے وقت کامیاب خاتمے اور جان کنی کے عالم میں کلمہ زبان پر جاری ہونے کی دعا کرتا رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن نے مومنوں کو یہ دعا سکھلائی ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اللہ کریم سے یوں التجا کرتے رہا کریں:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

(البقرۃ: ۲/ ۲۰۱)

''اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا کے اندر بھی نیکی و بھلائی (کرنے کی توفیق دے) اور آخرت میں بھی ہمیں بھلائی (اچھا بدلہ و ٹھکانہ) دے اور ہمیں (اپنی رحمت سے) آگ کے عذاب سے بچا لے۔''

قبر میں فرشتوں کے سوالوں کا جواب کون دے سکے گا؟:

مومن اس لیے بھی اسے ضروری جاننا ہے کہ کتنے ہی لوگ ساری زندگی نیک اعمال کر کے گزار دیتے ہیں' لیکن عین موت کے وقت کوئی ایسی غلطی گناہ یا جرم کر بیٹھتے ہیں جو اس کے سابقہ تمام نیک اعمال کے خزانوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے یوں اس کا خاتمہ خراب ہو جاتا ہے اور وہ ایمان و اسلام کے گلستانوں سے کفر کے ویرانوں اور بیابانوں میں جا گرتا ہے۔ اسے اس کے نیک اعمال کچھ فائدہ نہیں دیتے۔

اس لیے ہر مومن کو اللہ کے حضور خاتمہ بالخیر کی ہمہ وقت دعا کرتے رہنا چاہیے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمیں تو سب علم ہے' نماز بھی پڑتے ہیں' زکوٰۃ بھی دیتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں' حج بھی کر لیتے ہیں' ہمیں کلمہ بھی آتا ہے' جب آخری وقت آئے گا تو کلمہ بھی پڑھ لیں گے۔ قبر میں پوچھے جانے والے سوالوں ''تمھارا دین اور تمھارا نبی کون سا ہے وغیرہ کے جواب بھی فر فر آتے ہیں' فرشتوں کے سوال پر ہم فوری جواب دے کر کامیاب ہو جائیں گے۔ میرے نادان بھائی!...... حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں تو تجھے ان تمام سوالوں کے جوابات یاد ہیں' کلمہ بھی آتا ہے' لیکن اگر دنیا میں تجھ سے تیرا خالق و مالک ناراض ہو گا تو موت کے وقت اور قبر میں یہ تمام جوابات تمھارے ذہن سے ایسے نکل جائیں گے' ایسے بھول جائیں گے کہ جیسے تجھے کبھی یاد ہی نہ تھے۔ اس لیے ان جوابات کو رٹنے کی بجائے اپنے اعمال کے ذریعہ اپنے رازق کو خوش کرنے کی کوشش میں لگ جا' تاکہ وہ مشکل امتحان اور ہر میدان میں تیرا خیال رکھے' تیرا حامی و ناصر اور مددگار بن جائے۔

راقم نے اس کتاب کو بھی ایسے بھائیوں کے لیے تیار کیا ہے جو اپنی زندگی کے انجام سے بے خبر ہیں' اور بھولے ہوئے ہیں کہ ہم نے ایک دن مرنا بھی ہے' اور اگر مرنا یاد ہے تو یہ علم نہیں کہ کامیاب و سعادت مند موت کونسی ہے؟ جو اپنے خاتمہ بالخیر کے لیے کوششوں کے جذبات سے عاری و خالی ہیں۔ اس کتاب میں ایسے حقیقی واقعات آپ کے سامنے رکھے گئے ہیں کہ جن میں بدکاروں گناہ گاروں کی زندگی کے آخری عبرتناک والمناک لمحات

کے مناظر ایک مومن کو تڑپا کر رکھ دینے اور رلا دینے والے ہیں' اور اسے سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ اس نے کیسے زندگی گزار کر اپنے آخری لمحات کو کامیاب بنانا ہے۔ اس لیے کہ یہی دنیاوی زندگی کے آخری لمحات اخروی زندگی کے ابتدائی لمحات کا پیش خیمہ ہیں' جو مومن کی اخروی زندگی کی کامیابی کی بنیاد ہیں۔ اگر ان لمحات میں کامیابی نصیب ہو جاتی ہے تو پھر اگلی تمام منزلیں خود بخود آسان ہو جاتی ہیں۔

یہ کتاب پڑھنے والے کو ضرور اپنی حالیہ زندگی کے طور طریقوں کو بدلنے کے لیے سوچنے پر مجبور کر دے گی ان شاء اللہ اور یہی ہمارا مقصد ہے اس کو پیش کرنے کا...... یقیناً یہ کتاب آخرت کے راہیوں اور مسافروں کے لیے زادِ راہ و رفیق سفر اور بہترین راہنما ہے...... یہ کتاب اگرچہ قارئین کو لحہ بہ لحہ ڈرائے گی' حقیقتء میں یہ ڈرنا ہی تو ان کی اخروی کامیابی کی بنیاد بنے گا۔ ان شاء اللہ۔

اس کتاب کو محترم فضیلۃ الشیخ مجدی فتحی السید نے تالیف کیا ہے...... اس کو بہترین اور آسان عام فہم اردو قالب میں میں محترم فضیلۃ الشیخ ابوحمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی فاضل مدینہ یونیورسٹی نے ڈھالا ہے۔

بندہ ناچیز نے اس میں متعدد جگہوں پر کتاب کی افادیت کو بڑھانے کے لیے اضافے بھی کر دیے ہیں۔ اللہ کریم سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اسے قبولیت سے نوازے اور مؤلف' مترجم اور دیگر اس پر کام کرنے والے بھائیوں اور راقم کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کا باعث بنائے...... آمین یا رب العالمین !

خادمِ کتاب و سنت

محمد طاہر نقاش

یکم جنوری ۲۰۰۷ء لاہور

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ، وَ نَسْتَغْفِرُهُ وَ نَتُوبُ إِلَيْهِ، وَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَ مِنْ سَيِّآتِ أَعْمَالِنَا، وَ مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ۔ أَمَّا بَعْدُ!

میرے پیارے بھائی!.... اعمالِ صالحہ بجا لانے اور ظاہری و باطنی طور پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق قائم رکھنے اور اس کا کما حقہ تقویٰ اختیار کرنے میں جلدی کرو۔

میرے پیارے بھائی!..... جو دل اللہ کے خوف سے خالی ہو اس کے برے انجام سے دو چار ہونے کے مواقع بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کا خوف انسان کو اللہ کی طرف رجوع اور ہر وقت عمل صالح پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ جب بھی انسان کو عمل صالح کی طرف سے ذرا غفلت ہوئی اللہ کا خوف اسے متنبہ کر دیتا ہے' اور یہی جذبہ اسے زیادہ سے زیادہ عمل صالح کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص اپنے اعمال کو دیکھتے ہوئے غرور میں مبتلا ہو جائے اس پر سستی اور غفلت چھا جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عفو و مغفرت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی پرہیز گاری کا جذبہ قلیل تر بلکہ ختم ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کے نیک بندے غافلوں کی طرح شیطان کے دھوکے میں آ کر بے عملی سے مطمئن نہیں ہو جاتے' بلکہ اللہ کا ڈر ان کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا رہتا ہے۔ اور ان کی آنکھیں اللہ کے خوف کی وجہ سے روتی رہتی ہیں اور وہ اپنی زندگی کے بھیانک اور برے انجام سے بہت زیادہ خائف رہتے ہیں۔ اسی خوف و خشیت کے سبب اللہ تعالیٰ انھیں ان کی زندگی کے آخری لمحات میں کلمۂ توحید اور کلمہ اسلام پر ثابت

قدم رکھتا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراهيم: ۱۴/ ۲۷)

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں کلمہ توحید وکلمہ اسلام پر ثابت قدم رکھتا ہے۔''

ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی کلمہ توحید واسلام پر ثابت قدم رکھے۔ آمین!

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

آپ کا بھائی

منصور ناصر العواجی

زندگی کے خوفناک انجام کے اسباب

یہ حقیقت ہے کہ ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھ کر اللہ کے دربار میں زندگی کا حساب دینے کے لیے پہنچنا ہے۔ انسانوں کے اس انبوہ میں کچھ ایسے بھی بدنصیب ہوتے ہیں جن سے ان کا خالق و مالک ناراض ہوتا ہے۔ ان کا خاتمہ بہت برا اور عبرت ناک ہوتا ہے۔ ہمیں ایسے برے انجام سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے' اور ایسے عوامل سے آگاہی حاصل کرنی چاہیے جو برے خاتمہ کا سبب اور وجہ بنتے ہیں' تاکہ ہم ان عوام اور امور سے اپنے دامن کو داغدار ہونے سے بچا سکیں' یہاں ہم چند اہم اسباب کی نشاندہی کریں گے:

① توبہ کرنے میں تاخیر:

شرعی احکام کے ہر مکلف آدمی پر واجب ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے گناہوں کی توبہ کرتا رہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

(النور: ۲۴/ ۳۱)

''اور اے اہل ایمان!.....تم سب اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو' تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود روزانہ سو سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کیا کرتے تھے۔

اغر مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کیا کرو' میں روزانہ اس سے سو سو بار توبہ کرتا ہوں۔''

(صحیح مسلم: ۲/ ۲۷)

مگر گناہ گار آدمی روزانہ کہتا ہے کہ میں کل توبہ کرلوں گا' یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور اس کے پاس آخرت کا زادِ راہ تک نہیں ہوتا۔ دنیا میں لوگوں کی یہی مثال ہے' عقل مند مومن کو جب موت آتی ہے تو اسے ذرہ بھی افسوس نہیں ہوتا' مگر عاصی اور گنہگار اس وقت پکار پکار کر فریادیں کرتا ہے:

﴿حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ﴾ (المؤمنون: ۹۹تا۱۰۰)

''اے پروردگار!...... مجھے ایک بار واپس (دنیا میں) بھیج دے تاکہ میں جو کچھ چھوڑ کر آیا ہوں اس میں سے خرچ کر کے کوئی عمل صالح کرلوں۔''

مگر اسے مہلت نہ دی جائے گی۔

② لمبی امیدیں:

عمر کی لمبی لمبی امیدیں باندھے رکھنا بھی بہت سے لوگوں کی بے عملی اور بے راہ روی کا بہت بڑا سبب ہے' شیطان انسان کو اس وسوسے میں مبتلا رکھتا ہے کہ ابھی تو کافی عمر باقی ہے اور پھر وہ عمر کی اسی آس پر لمبی امیدیں اور ان پر بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کرتا رہتا ہے اور وہ اسی ادھیڑ بن میں مشغول رہ کر آخرت کو بھلا دیتا اور موت کو یاد نہیں رکھتا۔ اگر وہ موت کو صحیح طریقے سے کبھی یاد کرلے تو اس کی لذتیں ختم ہو جائیں اور وہ دنیا کے عیش و آرام سے کنارہ کش ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا﴾ (الکہف: ۴۶)

''مال اور بیٹے تو دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ تو ثواب کے لحاظ سے تمھارے رب کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔''

③ گناہوں کی محبت:

جب انسان کوئی گناہ کرنا شروع کر دے اور اس سے تائب نہ ہو تو شیطان اس پر غالب آ جاتا ہے اور وہ اس کی زندگی کے آخری لمحات تک اس کی سوچ پر حاوی رہتا ہے۔ اس کے رشتہ دار جب اسے کلمہ شہادت کی تلقین کریں تاکہ آخری لمحات میں اس کی زبان سے کلمۂ شہادت "لا اله الا الله" ادا ہو جائے' تو وہی گناہ اس کی سوچوں پر حاوی رہتا ہے اور وہ توبہ نہیں کر پاتا اور نہ کلمۂ شہادت ہی اس کی زبان سے جاری ہوتا ہے۔

④ خودکشی

اور جب کسی مسلمان کو زندگی میں کوئی پریشانی لاحق ہو اور وہ صبر کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ اور اگر وہ بے صبری کا مظاہرہ کرے اور زندگی سے مایوس ہو جائے' اور سمجھے کہ ان امراض ومشاکل کا آخری حل خودکشی ہی ہے' تو وہ اللہ کی نافرمانی کو اختیار کر کے اس کے غضب اور ناراضی کو اختیار کر کے اپنے آپ کو ناحق قتل کر لیتا ہے۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کوئی دنیا میں اپنا گلا گھونٹ کر اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے وہ جہنم میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو کوئی اپنے آپ کو کوئی چیز (ہتھیار وغیرہ) گھونپتا ہے وہ جہنم میں اسی طرح اپنے آپ کو گھونپتا رہے گا۔"[1]

---

[1] صحیح بخاری: ۳/ ۱۸۰۔ حسن الخاتمة' عبدالله بن المطلق

سوئے خاتمہ سے متعلق خلفائے راشدین کا خوف

سوءانجام سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خوف:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا﴾

(النساء: ۴/ ۱۲۳)

''جس نے بھی برا عمل کیا اسے اس کی جزا ملے گی اور وہ اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی دوست یا مددگار نہ پائے گا۔''

اللہ کے اس فرمان کے بعد نیکیوں کا کیا فائدہ؟ جبکہ ہمیں ہر کیے ہوئے گناہ کے بدلہ سے دوچار ہونا پڑے؟...... تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: ''ابوبکر! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے' ابوبکر! کیا آپ بیمار نہیں پڑتے؟ ابوبکر! کیا آپ غمگین نہیں ہوتے؟ کیا آپ تھکتے نہیں؟ کیا آپ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! جی ہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''یہی تو ہے جو تمھیں دنیا ہی میں گناہوں کا بدلہ ملتا ہے۔''[1]

سوءخاتمہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خوف:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے۔ وہ اس وقت شدید زخمی تھے اور مرض الموت میں مبتلا تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

''امیر المومنین! آپ کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے بہت سے

---

[1] مسلم: ۲۵۷۴۔ احمد: ۱/ ۱۱۔ حاکم: ۳/ ۷۴۔ ترمذی: ۳۲۳۰

علاقے فتح کرائے اور آپ کے ذریعے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے فراخ کر دیے اور آپ کے ذریعے اس نے حق کو غالب اور نفاق کو مٹایا۔"

تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ابن عباس! کیا آپ امارت...... خلافت ...... کے بارے میں تعریف کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: امیر المومنین! جی ہاں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم! ...... جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ میری ان تمام خدمات کے عوض میرا حساب کتاب برابر ہی ہو جائے...... مجھے اگر اجر نہ ملے تو گناہ پر گرفت بھی نہ ہو...... اللہ کی قسم! ...... میں تو اس خلافت میں جیسا داخل ہوا تھا، ویسا ہی باہر آیا ہوں...... اللہ کی قسم! ...... اگر میرے پاس دنیا بھر کی دولت ہو تو میں قیامت کی ہولناکی سے بچنے کی خاطر وہ ساری دولت ادا کر دوں۔"[1]

امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا انجام بد سے خوف:

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر ٹھہرتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی...... ان سے کہا گیا: "آپ جنت اور دوزخ کو یاد کرتے ہیں تو اتنا نہیں روتے...... جتنا کہ قبر کو دیکھ کر اور اسے یاد کر کے آپ پر بہت زیادہ گریہ طاری ہو جاتا ہے؟ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"قبر، آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے، جسے اس سے نجات مل گئی، اس کے لیے بعد کے مراحل آسان تر ہو جائیں گے...... اور اگر یہاں نجات نہ مل سکی تو بعد کے مراحل اس سے بھی سخت ترین ہوں گے۔"

---

1 الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۳/ ۳۵۱۔ ابن ابی شیبہ: ۸/ ۱۵۵

اور رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

''میں نے آخرت کے مناظر میں سے کوئی منظر قبر سے زیادہ ہولناک نہیں دیکھا۔''[1]

سوء خاتمہ سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا خوف:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نماز فجر ادا کی اور اس کے بعد وہ وہیں تشریف فرما رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو کر نیزہ بھر بلند ہو آیا۔ آپ پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے ......فرمانے لگے:

''میں اصحاب محمد ﷺ کو دیکھ چکا ہوں...... آج مجھے کوئی ایسی چیز دکھائی نہیں دیتی جو ان جیسی ہو...... اللہ کی عبادت کرتے کرتے ان کی کیفیت یہ ہوتی کہ ان کے بال پراگندہ، چہروں کا رنگ زرد اور پاؤں غبار آلود ہوتے، وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے، کبھی پاؤں پر کھڑے ہوتے اور کبھی اپنے چہرے زمین پر رکھتے، صبح ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کرتے۔

وہ اللہ کو یاد کرتے ہوئے یوں جھومتے جیسے تیز ہوا میں درخت جھومتے جھولتے ہیں، ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔ اللہ کی قسم! آج کل میں ایسے لوگوں میں رہتا ہوں جو اپنی راتیں غفلت میں گزار دیتے ہیں۔''

اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے...... اور اس کے بعد ان کو کبھی ہنستے ہوئے نہ دیکھا گیا...... یہاں تک کہ ان کی شہادت کا واقعہ رونما ہو گیا۔ اللہ ان سے راضی ہو۔[2]

❀❀❀

---

[1] ترمذی: ۲۳۰۸۔ ابن ماجہ: ۴۲۶۷۔ احمد: ۱/ ۶۴۔ الحاکم: ۱/ ۳۷۱

[2] حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۷۶۔ اتحاف السادۃ: ۱۱/ ۴۹۱

جہنم کا مسافر

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ:

''بنو حنیفہ کا ایک وفد جو دس سے زائد افراد پر مشتمل تھا: یہ (الرجال) بھی ان میں شامل تھا' یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ میں (ابن ابی حاتم) کہتا ہوں کہ یہ (الرجال) بعد میں مرتد ہو کر کفر کی حالت ہی میں قتل ہوا تھا۔''

سیف بن عمر نے ''الفتوح'' میں مخلد بن قیس سے بیان کیا ہے' انہوں نے کہا کہ فرات بن حیان' الرجال بن عنفوہ اور ابو ہریرہ' یہ تینوں اشخاص رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے باہر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان میں سے ایک کی داڑھ جہنم میں جبل احد سے بھی بڑی ہو گی اور اس کی گدی دھوکے باز اور بے وفا کی ہے۔''

یہ بات ان حضرات تک بھی جا پہنچی۔ بعد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور فرات رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ ''الرجال'' قتل ہو گیا ہے۔ تو وہ اللہ کے حضور شکر بجا لاتے ہوئے سجدہ ریز ہو گئے کہ کہیں ہم اللہ کے عذاب کا شکار نہیں ہو گئے اور رسول اللہ کی پیشن گوئی کا مصداق ٹھہرے۔

''واقدی'' نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ''الرجال بن عنفوہ'' بہت زیادہ صاحب خشوع' کثرت سے قرآن کی تلاوت اور نیکیاں کیا کرتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کا اس کے بارے میں تبصرہ بڑا عجیب تھا' ایک دن یہ ہمارے ساتھ بیٹھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں میں سے ایک آدمی جہنمی ہے۔''

رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' میں نے غور سے دیکھا تو مجلس میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' طفیل رضی اللہ عنہ بن عمرو اور الرجال بیٹھے تھے' میں دیکھتا اور تعجب کرتا رہا۔

جب قبیلہ بنوحنیفہ مرتد ہوگیا تو میں نے ''الرجال'' کے متعلق دریافت کیا کہ اس کا کیا بنا؟ لوگوں نے بتلایا کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہوگیا اور اس نے مسیلمہ کذاب کے متعلق گواہی دی اور اقرار کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے رسالت میں اپنا شریک ...... ساجھی ...... بنالیا تھا۔

میں نے کہا: ''واقعی اللہ کے رسول ﷺ نے جو فرمایا وہ حق تھا۔''

لوگوں نے بتلایا کہ الرجال کہا کرتا تھا کہ:

''محمد اور مسیلمہ دو مینڈھے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) جنھوں نے آپس میں سینگ لڑائے ہیں' ہمیں اپنا مینڈھا محبوب ہے۔''[1]

دین اسلام سے غداری کا عبرتناک انجام

ابن سعد نے ''الطبقات'' میں عبید اللہ بن جحش کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں اپنے متعلق ''عبید اللہ بن جحش'' کو انتہائی قبیح صورت میں دیکھا تو گھبرا گئی' میں نے کہا: اس کی حالت تو بہت زیادہ بگڑی ہوئی ہے' صبح ہوئی تو وہ کہنے لگا: ''ام حبیبہ! میں نے ادیان میں غور کیا ہے' مجھے سب سے بہتر دین ''نصرانیت'' لگا ہے۔''

میں پہلے بھی اسے اختیار کر چکا ہوں' بعد ازاں دین محمد میں آیا۔ اب پھر نصرانیت میں لوٹ رہا ہوں۔ میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! یہ تمھارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ نیز میں نے جو خواب دیکھا تھا' وہ بھی اسے بتلایا' مگر اس نے کچھ پروا نہ کی اور اس نے شراب نوشی شروع کردی' یہاں تک کہ اسی حال میں وہ مر گیا۔''

ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو عار دلاتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ ہم نے خوب چھان پھٹک کر تحقیق کی اور تم لوگوں نے تھوڑی سی آنکھیں کھولیں' اللہ کی قسم! اس قسم کے واقعہ سے انسان غمگین ہوجاتا ہے' کوئی شخص یہ توقع نہیں کرسکتا کہ اس جیسا

---

[1] الاصابہ فی تمیز الصحابہ' ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ج۱/ ص ۴۴۶

آدمی مرتد ہو جائے اور کفر میں واپس چلا جائے۔

حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس شخص نے اللہ کی راہ میں بہت سے آلام برداشت کیے اور وہ ایسے وقت میں اسلام میں داخل ہوا جب اہل ایمان کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اس نے قریش کی طرف سے ڈھائی جانے والی تکالیف و مصائب بھی برداشت کیں' اپنے دین کو بچانے کی خاطر اپنے اہل و عیال اور جائداد کو چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا اور بالآخر اسی ارضِ ہجرت میں ہی مر گیا۔

اس رذیل واقعہ کے بعد کوئی بھی شخص اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ اس زندگی کے آخری لمحات تک دین پر ثابت قدم رہ سکے گا؟

لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے دین کے بارے میں محتاط رہے اور اس کی حفاظت کرے اور اسے مضبوطی سے تھامے رہے' تاکہ وہ ایسی صورت حال میں نہ جا پڑے جس میں یہ شخص جا پڑا۔ مجھے کامل یقین ہے کہ ایک حقیقی مسلمان اس واقعہ کو سن کر حیرت زدہ رہ جائے گا اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ لے گا' مبادا کہ یہ سن کر گر نہ جائے۔

غیر اللہ کو سجدہ

دین کے ایک مبلغ کا بیان ہے کہ ایک عرصہ ہوا کہ بنکاک میں ایک نوجوان رہتا تھا۔ جو ہر وقت عیش و عشرت میں مست رہتا۔ وہ منشیات اور شراب کا استعمال کرتا اور بدکار عورتوں کے پاس رہتا۔ ایک دفعہ جب وہ نشہ سے خوب مست تھا۔ اس کی ایک محبوبہ جو عرصہ سے اسے نہ ملی تھی۔ اس کی یاد نے اسے آن ستایا۔ وہ اس قدر بے چین ہوا کہ قریب تھا کہ وہ پاگل ہو جاتا۔ اسی دوران اچانک وہ اس کے پاس آ گئی۔ اس نے اسے دیکھا تو اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ یہ اس کی زندگی کا آخری سجدہ تھا۔ اسے اسی حالت میں وہیں موت نے آ لیا۔

اللہ کی قسم! وہ اس سجدہ سے سر نہ اٹھا سکا۔ لوگوں نے اسے تابوت میں اٹھایا اور جہاز کے ذریعے اس کی لاش بھجوائی اور اسے دفن کیا۔

ایک بدقسمت اور بدنصیب

''کتاب السیر'' میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب جد بن قیس سے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ جہاد کے لیے چلو...... تو اس نے کہا: ''اللہ کے رسول! مجھے اپنے کانوں اور آنکھوں پر اعتماد نہیں، میں گناہ میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہوں۔''[1]

اللہ اکبر! دیکھیے وہ بظاہر کیونکر تقویٰ کا اظہار کر رہا ہے، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''یہ اس کا ''خشک تقویٰ'' تھا، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے ''فرعون'' کا ذکر ہو تو "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ" پڑھتے ہوئے کہتے ہیں: نیک لوگوں کی غیبت نہ کرو، اسی طرح جب ان کے سامنے ''ابلیس'' کا ذکر ہو تو کہتے ہیں: میں اللہ کے اولیاء کی بابت کچھ نہیں کہنا چاہتا۔''

''ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحمقیٰ'' میں لکھا ہے کہ ''فرعون'' کا ذکر ہوا تو ایک آدمی کہنے لگا: میں اللہ کے انبیاء کے بارے میں کوئی بات کرنے سے اپنے آپ کو اور اپنے کانوں کو بچاتا ہوں۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ ''فرعون'' اللہ کے نبیوں میں سے ہے۔ یہ ''خشک تقویٰ'' کہلاتا ہے۔

اسی طرح اس منافق نے بھی رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''میں بنو الاصفر کی عورتوں کو دیکھ

---

[1] یہ واقعہ سورۃ التوبۃ کی آیت ۴۶ کا سبب نزول ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر بنو الاصفر کے ساتھ لڑائی کا ارادہ فرمایا تو آپ نے بنو سلمہ کے سرداروں میں سے ایک سردار جد بن قیس سے فرمایا: ''کیا تم بھی بنو الاصفر کو جلا وطن کرنے میں ساتھ دو گے؟ تو اس نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ میں ان کی عورتوں کو دیکھ کر اپنے اوپر قابو نہ پا سکوں گا...... الخ

کر اپنے آپ کو گناہ سے نہ بچا سکوں گا۔‘‘ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی ظاہری بات پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو سچا سمجھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے جھوٹا قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ (التوبة: ۹/ ۴۹)

’’اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے جہاد پر نہ جانے کی رخصت دے دیں اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں' یاد رکھو! یہ لوگ آزمائشوں میں تو گھرے ہی ہوئے ہیں اور جہنم نے کافروں کو گھیر رکھا ہے۔‘‘

یہی منافق حدیبیہ کے موقع پر اپنا اونٹ تلاش کرتا پھر رہا تھا' لوگوں نے اس سے کہا' آ جاؤ اللہ کے رسول تمھارے لیے مغفرت کی دعا کر دیں۔ وہ بولا: ’’مجھے اپنا سرخ اونٹ مل جائے' یہ میرے لیے محمد (ﷺ) کی دعائے مغفرت سے بہتر ہے۔ لوگوں نے اس بدقسمت کو بلانے پر اصرار کیا مگر وہ سرکشی سے سر جھٹکتا رہا۔

اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (المنافقون: ۶۳/ ۵)

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کے رسول تمھارے لیے دعائے مغفرت کریں تو بطور مذاق اپنے سروں کو جھٹکتے ہیں اور تم انھیں دیکھو گے کہ وہ ازراہ تکبر رسول کی خدمت میں آنے سے انکاری ہوتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ وہ ان کی مغفرت نہیں کرے گا' چنانچہ فرمایا:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبة ۹/ ۸۰)

’’(اے رسول) آپ اگرچہ ان کے لیے ستر دفعہ بھی دعائے مغفرت کریں تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔‘‘

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر سے زائد مرتبہ دعا کروں تو اللہ انھیں معاف کر دے گا، میں اس سے بھی زیادہ مرتبہ دعا کروں۔''[1]

گمراہی...... کفر...... پر موت

اسی شیخ نے یہ واقعہ بیان کیا، ایک معتبر آدمی نے ان سے بیان کیا کہ: اس کا ایک دوست بے دین تھا جو کفریہ خبیث عقائد کا حامل تھا۔ اس کا بھائی اسے وعظ و نصیحت کرتا رہتا، مگر یہ اس کی بات سنتا ہی نہ تھا۔ ایک دفعہ وہ شدید بیمار پڑا۔ اسے سرطان کا مرض لاحق ہو گیا اور وہ صاحب فراش ہو کر رہ گیا۔ اس کا بھائی اس کے پاس آتا، اس سے باتیں کرتا، اسے توقع تھی کہ وہ راہِ راست پر آ جائے گا اور شاید اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بالخیر فرما دے۔ ایک دن اس مریض نے اپنے بھائی سے کہا: ''قرآن مجید لاؤ۔'' اس کا بھائی کہتا ہے کہ میں خوشی خوشی اٹھا تاکہ اس کے پاس قرآن لاؤں، شاید اللہ تعالیٰ میرے بھائی کا خاتمہ بہتر کر دے۔

اس کا بیان ہے، میں قرآن لے کر آیا تو اس نے دریافت کیا، کیا یہ قرآن ہے؟ میں نے کہا...... ہاں!...... تو اس مریض نے کہا: میں اس کا منکر ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ مر گیا۔ پناہ اللہ کریم کی!

---

[1] اسباب النزول للواحدی، ص: ۴۹۹، سورة المنافقین، و تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۷۰

جب قبر نے قاری قرآن کو باہر پھینک دیا

صحیح البخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عیسائی نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ وہ سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران پڑھ چکا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر مقرب بن گیا کہ آپ کا کاتب (سیکرٹری) مقرر کر دیا گیا۔ مگر وہ بعد میں مرتد ہو کر دوبارہ عیسائی ہو گیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف وہ کچھ جانتے ہیں جو میں انہیں لکھ کر دے آیا ہوں۔ وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اسے باہر اگل دیا ہوا ہے۔ لوگوں نے باتیں بنائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں نے یہ کام کیا ہے۔ چونکہ یہ ان کا دین چھوڑ کر آیا تھا اس لیے انہوں نے ہمارے آدمی کی قبر کشائی کر کے اسے باہر پھینک دیا ہے۔ انہوں نے دوبارہ اس کی قبر ممکن حد تک بہت زیادہ گہری کھودی اور اسے دوبارہ دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اسے دوبارہ باہر نکال کر پھینکا ہوا ہے۔ انہوں نے پھر یہی کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی کارستانی ہے۔ انہوں نے پہلے سے بھی گہری قبر کھود کر اسے سہ بارہ دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے تیسری دفعہ وہی منظر دیکھا کہ زمین نے اسے تیسری مرتبہ بھی باہر نکال کر پھینکا ہوا ہے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ انسانی فعل نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے ویسے ہی پڑا رہنے دیا۔[1]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ بنو نجار کا ایک آدمی جو سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران پڑھ چکا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب کی

[1] صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب علامات النبوۃ فی الاسلام

حیثیت سے خدمات سرانجام دیا کرتا تھا' وہ اہل کتاب سے جا ملا۔ یعنی مرتد ہو گیا۔ انہوں نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور کہنے لگے: یہ محمد ﷺ کے ہاں ان کے لیے تحریری خدمات سرانجام دیتا رہا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ مر گیا۔ انہوں نے اس کی قبر تیار کر کے اسے دفن کر دیا۔ اگلی صبح ہوئی تو زمین نے اسے اگل کر باہر پھینکا ہوا تھا۔ لوگوں نے دوبارہ قبر کھود کر اسے دفن کر دیا۔ زمین نے دوبارہ اسے باہر پھینک دیا۔ چنانچہ لوگوں نے اسے ویسے ہی زمین پر بے یارومددگار پڑا رہنے دیا۔[1]

یہ واقعہ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی محمد بن رافع کی روایت سے ''کتاب صفات المنافقین و احکامھم'' نمبر ۱۴ میں روایت کیا ہے۔

بیت الخلاء میں موت

ایک شیخ نے بیان کیا کہ میں کسی ملک میں گیا تو وہاں کے مزدور قسم کے بعض لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ خلیج کا ایک باشندہ جس کی عمر ساٹھ برس سے کچھ اوپر ہو گی' وہ اس ملک میں آیا' وہاں ہر قسم کی آزادی' آوارگی اور گندگی عام تھی۔ اس نے ہوٹل میں ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا اور شراب چڑھانے لگا۔ پہلے دن اس نے چھ بوتلیں پیئں۔ اس کے بعد مزید تین اور پھر دو مزید چڑھا گیا' یہاں تک کہ شراب سے سیر ہو گیا۔

اس کی حالت غیر ہونے لگی' وہ قے کرنے کے لیے حمام...... بیت الخلاء...... میں گیا۔ تو وہیں گر گیا' جب کافی دیر گزر گئی اور وہ واپس نہ آیا تو دوستوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ بالآخر انھیں دروازہ توڑنا پڑا۔ اندر جا کر دیکھا کہ وہ وہاں مرا پڑا تھا اور اس کا سر گندگی والی جگہ پر تھا۔

---

[1] مسند احمد ج ۳' ص ۲۲۲

آخر وہ بڑھکتی جہنم کا ایندھن بن گیا

سہل بن سعد ساعدی بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں اور مشرکین کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کی طرف اور دوسرے لوگ اپنے لشکر کی طرف گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں ایک شخص تھا۔ اس کی جس بھی دشمن پر نظر پڑتی' اس کے درپے ہو جاتا اور آخر اسے اپنی تلوار کا نشانہ بنا ڈالتا۔ وہ اس قدر جرأت و بہادری اور جاں فشانی سے لڑا کہ لوگوں میں سے کسی دوسرے نے نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس کے متعلق یہ ماجرا سنا تو فرمایا: ''وہ ہے تو جہنمی۔''

رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر ایک آدمی کو تجسس ہوا کہ میں اس کی ٹوہ میں رہوں' اس کا پیچھا کرتا رہوں اور اس کے انجام کو دیکھوں وہ کس طرح جہنم کا ایندھن بنتا ہے...... کیونکہ بظاہر تو وہ مسلمانوں کا خیر خواہ اور وفادار ہے..... مگر ادھر اس کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں کہ: ''یہ ہے تو جہنمی۔''

اس آدمی نے سوچا کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہ کر دیکھوں کہ آخر اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ وہ شخص کہتا ہے کہ میں مسلسل اس کے ساتھ ساتھ رہا اور بغور اس کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کرتا رہا..... وہ رکتا تو میں بھی رک جاتا..... وہ تیزی سے کسی طرف جاتا تو میں بھی تیزی سے اس کے ساتھ ساتھ چل پڑتا..... بالآخر وہ شخص شدید زخمی ہو گیا...... زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اور عدم برداشت اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے تکلیف سے بچنے کی خاطر جلد از جلد مرنا چاہا..... چنانچہ اس نے اپنی تلوار زمین پر رکھ دی اور اس کی نوک اپنے سینے کے درمیان کے خود کو اس کے اوپر گرا کر اپنے آپ کو قتل کر ڈالا۔

یہ جاسوسی کرنے والا شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا اور جاتے ہی پکارا:
"أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ" "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔"

وہ آدمی چونکہ پہلے سے ہی مسلمان تھا۔ اس لیے اس کے اس انداز کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا:

"کیوں؟ کیا بات ہوئی؟ اس نے عرض کیا: آپ ﷺ نے ابھی ابھی جس آدمی کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ وہ "جہنمی ہے" اور آپ ﷺ کی اس بات پر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا تھا۔ تو میں نے دل میں کہا تھا کہ تمھارے لیے اس کی آنکھوں دیکھی خبر لے کر آؤں گا...... چنانچہ میں اس کی تاڑ میں لگا رہا...... بالآخر وہ لڑتے لڑتے شدید زخمی ہو گیا...... اس نے جلد مرنے کی خاطر اپنی تلوار کا دستہ زمین پر اور اس کی نوک اپنے سینے کی پسلیوں کے درمیان کر کے اپنا بوجھ اس پر ڈال کر خود کو قتل کر ڈالا...... اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْا لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَ هُوَ مِنَ اَهْلِ الْجَنَّةِ))[1]

"کوئی آدمی بظاہر اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ انجام کار جہنمی ہوتا ہے...... اسی طرح کوئی آدمی بظاہر اہل جہنم کے سے عمل کرتا رہتا ہے، حالانکہ انجام کار وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔"

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آدمی کا نام "قزمان ظفری" تھا۔ غزوۂ احد کے موقع پر وہ پیچھے رہ گیا اور غزوہ میں شامل نہ ہوا تھا۔ عورتوں نے اسے جنگ سے پیچھے رہ جانے پر عار دلائی تو وہ غیرت و حمیت کے جذبے سے روانہ ہوا۔ پہلی صف میں جا کھڑا

[1] صحیح البخاری: ۴۲۰۲۔ صحیح مسلم: ۱۱۱۔ احمد: ۴/ ۱۳۵۔ بیہقی: ۷/ ۱۹۷

ہوا۔ اسی نے سب سے پہلے تیر چلایا اور تلوار کے ایسے جوہر دکھائے کہ لوگ دنگ رہ گئے۔

بعد ازاں جب کفار کے حملہ کے نتیجہ میں مسلمانوں کی جمعیت بکھر گئی تو اس نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور کہنے لگا: ''اب فرار کی نسبت مر جانا ہی بہتر ہے۔'' قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

''تمھیں شہادت کی مبارک ہو۔''

تو اس نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! میں دین کے دفاع کی خاطر نہیں بلکہ اپنی قوم کے تفاخر اور دفاع کی خاطر لڑا ہوں۔ پھر اسے اس کے زخموں نے بے چین کیا تو اس نے اپنے آپ کو قتل کر ڈالا۔''

اور اس کی گردن ٹوٹ گئی

سڑک کے کنارے کاروں کی ریس جاری تھی' ون ویلنگ بھی ہو رہی تھی وہاں چار نوجوان اپنے کرتب دکھا رہے تھے اور لوگ تالیاں بجا بجا کر انھیں داد دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک نوجوان جس کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ دائیں بائیں اپنے آپ کو حرکت دے دے کر اور بہت زور لگا کر اپنے جسم کا اکثر حصہ کار کی ایک کھڑکی میں سے نکال نکال کر کرتب دکھا رہا تھا۔

آخری مرتبہ یہ افسوسناک واقعہ ہوا کہ وہ نوجوان گر گیا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی' اس کے ساتھی اسے طبی امداد پہنچانے کی بجائے اسے وہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

بلعم بن باعوراء کا المناک انجام

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی نے بیان کیا ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ظالم قوم سے لڑائی کا قصد کیا اور ملک شام میں ارض بنی کنعان میں نزول فرما ہوئے تو بلعم کی قوم آپ کی خدمت میں آئی۔ وہ اللہ کا اسم اعظم جانتا تھا...... اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا:

''موسیٰ علیہ السلام ایک زبردست آدمی ہیں' ان کے ہمراہ ایک بہت بڑا لشکر ہے' وہ ہمیں یہاں سے ملک بدر کرنے اور ہمیں قتل کرنے کے لیے آئے ہیں اور اس کے بعد وہ بنی اسرائیل کو یہاں آباد کرنا چاہتے ہیں تو مستجاب الدعوات آدمی ہے (تیری دعا اللہ رد نہیں کرتا) تو اللہ سے دعا کرتا کہ اللہ ان کو ہم سے واپس لے جائے۔

بلعم نے کہا:

''اے لوگو! وہ اللہ کے نبی ہیں' اللہ کے فرشتے اور اہل ایمان ان کے ساتھ ہیں...... میرے پاس بھی کچھ علم ضرور ہے...... اگر میں نے ان کے خلاف کوئی دعا کی تو میری دنیا اور آخرت برباد ہو جائے گی۔''

قوم نے اس سے اصرار کر کے دعا کی درخواست کی' بالآخر وہ بولا: پہلے میں اپنے رب سے مشورہ کر لوں۔ وہ کوئی دعا کرنے سے پہلے انتظار کیا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے خواب میں کیا حکم دیتا ہے؟ اسے خواب میں کہا گیا کہ بنی اسرائیل کے خلاف دعا نہ کر...... تو اس نے اپنی قوم سے کہا: ''میں نے اپنے رب سے مشاورت کی...... چنانچہ مجھے موسیٰ علیہ السلام اور ان

کی قوم کے خلاف بددعا کرنے سے روک دیا گیا ہے..... لوگوں نے اسے راضی کرنے کے لیے تحفے تحائف پیش کیے..... اس نے وہ تحائف قبول کر لیے..... لوگوں نے دوبارہ اس سے کہا کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف دعا کرے..... اس نے پھر کہا: میں پہلے اپنے رب سے مشاورت کرلوں۔ اس نے اللہ کریم سے مشورہ کیا مگر اسے کسی قسم کا اشارہ نہ ملا۔

اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا: ''میں نے اپنے رب سے مشورہ کیا' مگر مجھے کسی بھی قسم کا کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔'' لوگوں نے کہا:

''اگر بنی اسرائیل کے خلاف دعا کرنا اللہ کو ناپسند ہوتا تو وہ تجھے پہلے کی طرح روک دیتا۔'' یوں لوگ بار بار اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کی باتوں میں آ گیا۔

وہ اپنی سواری..... گدھی پر سوار ہوکر ''حسان'' نامی ایک پہاڑ کی طرف چلا جہاں سے بنی اسرائیل قریب ہی تھے..... وہ ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ گدھی بدکنے لگی..... اس نے اتر کر اسے خوب مارا۔ وہ رک گئی..... یہ اس پر سوار ہوا تو تھوڑی دور جا کر پھر کودنے لگی..... اس نے اسے دوبارہ پھر بہت زیادہ مارا..... اور وہ رک گئی..... یہ اس پر سوار ہو کر روانہ ہوا..... تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد وہ پھر کودنے لگی تو اس نے تیسری مرتبہ پھر بہت زیادہ مارا..... اللہ تعالیٰ نے گدھی کو بولنے کی طاقت دے دی' چنانچہ وہ کہنے لگی:

''بلعم! تجھ پر افسوس ہے' تو کدھر کو جا رہا ہے؟ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میرے آگے فرشتے ہیں جو مجھے آگے جانے ہی نہیں دیتے..... کیا تو مجھے ساتھ لے کر نبی اور اہل ایمان کے خلاف بددعا کرنے جا رہا ہے؟

مگر وہ اپنے برے ارادہ سے باز نہ آیا..... اللہ تبارک وتعالیٰ نے گدھی کے لیے راستہ کھلا چھوڑ دیا..... اور وہ چل پڑی' جب وہ ''جبل حسان'' پر پہنچی اور بلعم وہاں جا کر بنی اسرائیل کے خلاف دعا کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان کو ایسا پھیرا کہ وہ بنی اسرائیل کی بجائے اپنی ہی قوم کے خلاف بددعائیں کرنے لگا اور اپنی قوم کے حق میں جو دعا کرنا

چاہتا اللہ کے حکم سے وہ بنی اسرائیل کے حق میں ہوتی' تو اس کی قوم نے اسے کہا: ''بلعم! تم کیا کر رہے ہو؟...... تم تو بنی اسرائیل کے حق میں اور ہمارے خلاف دعائیں کر رہے ہو؟ ...... وہ بولا: ''ہائے! اب میری دنیا و آخرت برباد ہوگئی۔''[1]

بد بخت جہجاہ غفاری کا برا انجام

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے کہ بد بخت جہجاہ بن سعید غفاری نے اٹھ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصا چھین کر ان کے گھٹنے پر اس زور سے مارا کہ عصا ٹوٹ گیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر کر گھر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی پاداش میں جہجاہ کو گھٹنوں کی شدید تکلیف میں مبتلا کر دیا اور وہ ایک سال کے اندر اندر مر گیا۔[2]

امام ہدایت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدسلوکی کرنے والے کا دنیا میں یہ انجام ہوا اور یقیناً آخرت میں اس بد بخت کے لیے اس سے بھی زیادہ برا انجام ہوگا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا اذیت ناک انجام

مختار بن ابی عبید ثقفی نے اپنے لشکر کے قائد ابو عمرہ کو ایک لشکر دے کر خولی کے گھر کی طرف رروانہ کیا۔ ان لوگوں نے جا کر خولی کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ گھر کے اندر روپوش ہو گیا' محاصرین نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کی بیوی دروازے پر آئی۔ انہوں نے اس سے اس کے شوہر خولی کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے؟ ساتھ ہی اس نے ہاتھ سے گھر کے اس حصے کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ چھپا ہوا تھا۔

---

[1] تفسیر البغوی: ۲/ ۲۱۴۱

[2] التاریخ للبخاری: ۱/ ۷۹۔ تاریخ الطبری: ۴/ ۳۶۶۔ التاریخ لا بن عساکر: ص ۳۳۲، ۳۳۳

اس کی بیوی کو شروع سے ہی جب سے وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر گھر لایا تھا' تب ہی سے اس سے شدید نفرت ہوگئی تھی۔ اس کا نام العیوف بنت مالک تھا۔ یہ لوگ گھر کے اندر داخل ہوگئے' اس نے اپنے سر پر ایک ٹوکری اوڑھ رکھی تھی تاکہ پہچانا نہ جاسکے۔ وہ اسے اٹھا کر مختار کے پاس لے آئے' اس نے اسے قتل کر کے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔[1]

مختار نے ابونمران مالک بن عمرو کو مالک بن نیسر بدی' اسید بن نزل جہنی اور حمل بن مالک محاربی کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ لوگ قادسیہ کے مقام پر تھے۔ اس نے جا کر ان لوگوں کو گرفتار کیا اور لاکر مختار کے ہاں پیش کر دیا۔ مختار نے ان سے کہا:

''اے اللہ کے دشمنو!...... اس کی کتاب کے دشمنو! رسول اور آل رسول کے دشمنو! حسین بن علی رضی اللہ عنہما کہاں ہیں؟ مجھے حسین بن علی رضی اللہ عنہ لا کر دو...... تم نے اس ہستی کو قتل کیا جس پر نماز میں تمھیں درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' وہ کہنے لگے:

''اللہ آپ پر رحم فرمائے' ہمیں تو مجبور کر کے اس کام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ آپ ہم پر احسان کریں اور درگزر فرمائیں۔''

مختار نے کہا:

''تم نے اپنے نبی کے دختر زادے (نواسے) پر احسان کیوں نہ کیا اور تم نے اس سے درگزر کیوں نہ کیا؟ پھر مختار نے مالک بن نسیر بدی سے کہا: کیا تو نے ہی حسین رضی اللہ عنہ کا جبہ اتار کر پھینکا تھا؟'' عبداللہ بن کامل نے کہا: ''ہاں' ہاں! یہ وہی ہے۔'' تو مختار نے کہا: ''اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں ٹانگیں کاٹ دو اور اسے یونہی تڑپتا چھوڑ دو' حتیٰ کہ یہ اسی حالت میں مرجائے۔'' چنانچہ اس کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا' چنانچہ عبداللہ جہنی کو عبداللہ بن کامل نے اور حمل بن مالک محاربی کو سحر بن ابی سحر نے قتل کیا۔[2]

---

[1] تاریخ الطبری: ۶/ ۵۹' ۶۰

[2] تاریخ الطبری: ۶/ ۵۷' ۵۸

اروی بنت اویس کا عبرتناک انجام

زہری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مروان بن حکم نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر ان سے اروی بنت اویس کے ساتھ پیش آمدہ واقعہ کی بابت دریافت کیا۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

اصل واقعہ یوں ہے کہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور اروی بنت اویس کی زرعی زمین قریب قریب تھی۔ سیلاب آیا تو حدودِ ملکیت ظاہر کرنے والے نشانات مٹ گئے اروی نے اپنی حد سے آگے بڑھ کر سعید رضی اللہ عنہ کی حد میں قبضہ کر لیا۔ ان کا آپس میں اختلاف ہوا اور اروی نے مروان بن حکم کے پاس جا کر شکایت بھی کر دی۔ مروان نے سعید رضی اللہ عنہ سے تفصیل پوچھی تو انہوں نے کہا' میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''جس نے ظالمانہ طور پر کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی اپنے قبضہ میں لی' قیامت کے دن وہ زمین سات زمینوں تک اس کے گلے کا طوق بنائی جائے گی۔''

یہ حدیث سننے اور جاننے کے بعد یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ناجائز طور پر اس کی زمین پر قابض ہونا پسند کروں...... مروان نے سعید رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کہا:

''یہ بات ہے تو میں آپ سے مزید کوئی گواہی طلب نہیں کرتا۔''

سعید رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

''یا اللہ!...... یہ اگر جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اسے اس کی زمین ہی میں قتل کر دے۔''

عمر بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے اروی کو دیکھا' وہ اندھی ہو چکی تھی' دیواروں کے

ساتھ ہاتھ لگا لگا کر چلا کرتی اور اعتراف کیا کرتی تھی...... مجھے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی ہے...... ایک دفعہ وہ گھر میں چلی جا رہی تھی کہ کنوئیں کے پاس سے گزری تو اس میں گر کر مر گئی اور وہی کنواں اس کی قبر بنا۔[1]

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب ہم چھوٹے تھے تو لوگ ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے: اللہ تجھے اروی کی مانند اندھا کرے، ہم سمجھا کرتے تھے کہ شاید اروی کوئی جانور ہے، وہ تو اروی بنت اویس تھی، جس کے حق میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بد دعا کی تھی تو وہ اندھی ہوئی اور کنوئیں میں گر کر مر گئی تھی۔

○○○

---

[1] صحیح البخاری: ۲۴۵۲، ۳۱۹۸۔ صحیح مسلم: ۱۶۱۰۔ احمد: ۱/ ۱۸۷۔ ابوداود: ۳۰۷۷۔ ترمذی: ۱۴۲۱

ایک بھی نماز نہ پڑھنے کے باوجود خاتمہ بالایمان

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے مجھے بتایا کہ عمرو بن ثابت نامی آدمی نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی پھر بھی جنت میں داخل ہوا۔ ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حصین بن محمد نے محمد بن لبید سے کہا: یہ واقعہ کس طرح ہے ذرا بیان کریں؟ تو انہوں نے یوں بیان کیا:

عمرو بن ثابت' اسلام قبول کرنے سے انکاری تھا۔ جنگ احد کے دن اس پر دین حق عیاں ہو چکا تھا۔ اس نے تلوار لی' قوم کے پاس آیا اور لوگوں کے وسط میں گھس گیا اور پرجوش لڑنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ زخمی ہو گیا۔ اس کی قوم کے لوگوں نے اسے معرکہ میں موجود پا کر کہا: ''کس لیے آئے ہو؟'' اپنی قوم کی محبت میں سرشار ہو کر یا اسلام کے طلبگار بن کر؟'' کہنے لگا: ''میں اسلام میں رغبت رکھتے ہوئے میدان جہاد میں اترا ہوں' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں لڑائی لڑی ہے' یہاں تک کہ میں زخموں سے چور چور ہوا ہوں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ جنت کے بہار آفریں مکینوں میں سے ہے۔ ایک روایت میں ہے بعد ازاں یہ فوت ہوا تو جنت میں داخل ہوا اور حیران کن بات یہ ہے کہ اس نے ابھی ایک بھی نماز نہ پڑھی تھی۔[1]

---

[1] سیرۃ ابن ھشام (۲/ ۹۰)۔ مسند احمد (۵/ ۴۲۸۔۴۲۹) والفظ لهما ابوداؤد۔ کتاب الجهاد:باب فیمن یسلم ویقتل مکانه فی سبیل الله (ح ۲۵۳۷) واصلح فی البخاری۔ کاب الجهاد: باب عمل صالح قبل القتال (ح ۲۸۰۸)۔

ایک اور سند سے یوں وارد ہے۔ امام زہری اور عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک حبشی رنگت کا غلام اہل خیبر میں سے آیا' جو اپنے آقا کی بکریاں چرارہا تھا۔ اس نے اہل خیبر سے دریافت کیا کہ آپ ہتھیار بند کس لیے ہورہے ہیں' کیا ارادہ ہے'' انہوں نے جواب دیا: ''ہم اس آدمی کے ساتھ معرکہ آرائی کرنا چاہتے ہیں جو بزعم خویش نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اس کے نہاں خانہ دل کے ہر گوشے میں اتر گیا۔ وہ بکریوں سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اور عرض پرداز ہوا: ''آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''میں تجھے اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں' کہ تو گواہی دے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' اور تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ غلام نے عرض کی: ''مجھے کیا ملے گا' اگر میں یہ گواہی دوں' اور اللہ کے ساتھ ایمان لے آؤں؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو اسی شہادت پر مرے گا تو تجھے جنت جیسی متاع گرانمایہ حاصل ہوگی۔'' تو وہ غلام دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!...... یہ بکریاں میرے پاس بطور امانت ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان بکریوں کو ہمارے لشکر سے باہر نکال کر ان کو کنکریاں مار کر بھگا دو' اللہ تعالیٰ تیری طرف سے تیری امانت ادا کردے گا۔'' اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ بکریاں اپنے مالک کے پاس چلی گئیں' یہودی جان گیا کہ اس کا غلام اسلام لاچکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ ونصیحت سے سامعہ نواز کیا۔ ہدایات دیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا تھمایا' اب یہ چل پڑے۔ خیبر کے قلعے کے قریب پہنچ گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرحب بہادر کو قتل کیا۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں جو شہید ہوئے وہ غلام بھی انہی میں سے تھا۔ مسلمان اسے اپنے لشکر میں اٹھا لائے اور خیمے میں رکھ دیا۔ ان کو یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ میں جھانکیں گے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھانکا پھر اپنے ساتھیوں کی جانب رخ کرکے فرمایا:

''اس غلام کو اللہ نے سرخرو کیا ہے اور خیر کی طرف اسے کھینچ لایا ہے۔ اسلام حقیقی طور پر اس کے دل میں گھر کرگیا تھا' میں نے اس کے سرہانے دو حوریں دیکھی

ہیں۔"[1]

حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ واقعہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی زبانی بیان کیا ہے کہ ہم غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک لشکر روانہ ہوا' انہوں نے ایک انسان کو گرفتار کرلیا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ پھر اسی سیاہ غلام والا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس میں بیہقی نے روایت کیا ہے: اس نے ایک سجدہ بھی نہیں کیا پھر بھی وہ شہید ہے۔[2]

۱۰۰ انسانوں کا قاتل

مرتے وقت جنت کا وارث بن گیا

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (۹۹) آدمیوں کو (ناحق) قتل کیا تھا پھر (نادم ہوکر) مسئلہ پوچھنے نکلا تو ایک درویش (پادری) کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ: "کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟" اس نے کہا: "نہیں۔" اس شخص نے اس پادری کو بھی مار ڈالا۔ پھر مسئلہ پوچھتا پوچھتا چلا تو ایک شخص (دوسرے پادری) نے کہا کہ: "فلاں بستی میں چلا جا"' (وہ اس طرف چل نکلا) راستے میں اس کو موت آپہنچی (مرتے مرتے) اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے (کہ اس کو ہم اپنے ساتھ لے کے جائیں گے) تو اللہ تعالیٰ نے نصرہ (اس) بستی کو (جس طرف وہ جا رہا تھا) یہ حکم دیا کہ اس شخص سے (سکڑ کر) نزدیک ہو جاؤ اور اس بستی کو (جہاں سے وہ نکلا تھا) یہ حکم دیا کہ تو اس سے (پھیل کر) دور ہو جا۔ پھر فرشتوں سے فرمایا کہ ایسا کرو جہاں یہ مرا ہے وہاں سے دونوں بستیاں ناپو (ناپا گیا) تو دیکھا کہ وہ نصرہ سے ایک بالشت زیادہ نزدیک ہے' پس وہ جہنم سے بچا لیا گیا۔[3]

---

[1] سیرة ابن هشام (۲/ ۳۴۴-۳۴۵)۔ البداية والنهاية (۴/ ۱۹۰-۱۹۱)۔

[2] البداية والنهاية (۴/ ۱۹۱) دلائل النبوة (۴/ ۲۱۹-۲۲۰) وسنده ضعيف مستدرك حاكم (۲/ ۱۳۶)۔

[3] بخاري۔كتاب احاديث الانبياء: باب ماذكر عن بني اسرائيل (ح ۳۴۷۰)۔ مسلم كتاب التوبة: باب قبول توبة القاتل وان كثر قتله (ح ۲۷۶۶)۔

توبہ کی تو فوراً عزرائیل روح نکال کر لے گیا

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کفل بے تحاشا گناہ کیے جا رہا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی کہ یہ اسے ساٹھ دینار دے کر اس سے روسیاہی کرے گا۔ جب اس نے اس عورت پر مکمل دسترس حاصل کر لی تو وہ کپکپانے اور رونے لگی۔ کفل نے دریافت کیا: ''تو کیوں رو رہی ہے؟'' کیا میں نے تجھ سے کوئی زبردستی کی ہے۔ تو خود بخود ہی تو آئی ہے۔؟''
کہنے لگی: ''نہیں مجھ پر کوئی جبر نہیں ہوا۔ بات یہ ہے کہ یہ روسیاہی میں نے آج تک نہیں کی، میری فاقہ مستی نے مجھے مجبور کیا ہے۔'' کہنے لگا: آج تو وہ جرم کر رہی ہے جو تو نے کبھی نہیں کیا۔ اور میں نے کبھی جرم سے گریز نہیں کیا۔'' پھر کہا: ''چلی جاؤ! جاؤ اور ساٹھ دینار بھی لیتی جاؤ، وہ بھی تمہارے ہیں۔'' پھر عزم بالجزم کرتے ہوئے کہنے لگا: ''اللہ کی قسم!...... ذوالکفل آج کے بعد کبھی اللہ کی معصیت کا کام نہیں کرے گا!! اتفاق ایسا ہوا کہ وہ اسی رات مر گیا۔ صبح اس کے دروازے پہ لکھا تھا:

((قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لِذِی الْكِفْلِ))

''اللہ تعالیٰ نے ذوالکفل کو بخش دیا۔''[1]

ابو عمران جونی کہتے ہیں:

---

[1] مسند احمد ح)۲/ ۲۳) ترمذی کتاب صفة القیامة: باب (۴۸ح ۲۴۹۶)۔ اس کی سند کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف ترمذی ۴۴۸/ ۲۶۲۷) ترمذی نے کہا یہ حسن ہے مستدرك حاكم ج ۴ص ۲۵۴۔ ۲۵۵)

بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا کسی برائی سے باز نہ آتا تھا۔ ایک اہل خانہ کو سخت فاقہ کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اس کی جانب ایک لڑکی روانہ کی جو کچھ اس سے مانگ کر لائے۔ اس نے کہا: ''نہیں! جب تک میری بات نہ مانو گی کچھ نہ ملے گا۔'' وہ باہر چلی گئی۔ جب وہ بہت ہی زیادہ فاقہ مستی کا شکار ہوگئے تو انہوں نے پھر اس لڑکی کو بھیجا۔ اس نے یہی مطالبہ دھرایا۔ وہ بے چاری مجبوراً کہنے لگی۔ '' ٹھیک ہے۔'' جب یہ اسے گوشۂ خلوت میں لے گیا تو اس لڑکی نے جھرجھری لی جس طرح کھجور کے پتے حرکت کرتے ہیں۔ وہ اس لڑکی سے کہنے لگا: تجھے کیا ہے۔ ایسا کیوں کر رہی ہو؟'' اس نے کہا: ''میں رب العالمین کے خوف سے کپکپا رہی ہوں۔ کیوں کہ یہ جرم میں نے کبھی نہیں کیا۔'' کہنے لگا: ''آہ! تو اللہ سے لرزہ براندام ہے حالانکہ یہ کار سیاہ بھی نہیں کرتی جبکہ میں یہ کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کی جانب وحی کی کہ فلاں آدمی اہل جنت میں سے ہے۔ (انتہیٰ)

بدکاریوں کی شاہراہ سے سفر شہادت کی طرف اڑان

ان دونوجوانوں کا واقعہ جنہوں نے ائرپورٹ پر ایک بزرگ کی نصیحت پر حرام سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ یورپی ممالک (جہاں وہ ''مزے'' لوٹنے جا رہے تھے) کی ٹکٹیں پھاڑ ڈالیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے عوض مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر عطا کر دیا۔ اور پھر اس مبارک سفر کو سفر شہادت میں تبدیل کر دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

''معزز مسافران کی موجودگی میں۔ پرواز نمبر...... جو جا رہی ہے...... کی طرف الوداعی ہال کی طرف چلیے' سفر کی تیاری ہے۔''

ائرپورٹ کی عمارت میں یہ آواز گونج رہی تھی۔ ایک عالم دین وہاں ہال میں بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے بیگ تھامے۔ اس نے اللہ عزوجل کی وسیع سرزمین کے ممالک کی طرف اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے سفر کرنا تھا۔ اس نے جب یہ آواز سنی تو جانے والے افراد پر نظر ڈالتے ہی اس کے دل سے ایک ہوک اٹھی!! اسے معلوم کرنا تھا کہ اکثر لوگ ان ممالک کے سفر پر کیوں جا رہے ہیں؟ خصوصاً نوجوان طبقہ۔ اچانک اس عظیم عالم دین کی نظر دو خوبرو نوجونوں پر جا کر ٹھہر گئی' جن کی عمر بیس سال یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔ ان کے ظاہری طور اطوار سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ دونوں ان ممالک حرام (یعنی مغربی و یورپی ممالک) کی طرف محض ''مزے'' لوٹنے کے لیے جا رہے ہیں' جہاں یہ چلن عام ہے۔

''وقت گزر جانے سے پہلے ان کو بچانا بہت ضروری ہے۔'' عالم نے یہ بات اپنے دل میں کہی۔ تو اس نے ان کے پاس جانے اور ان دونوں کو سمجھانے کا ارادہ کر لیا۔ شیطان ان (عالم دین) کے سامنے آ گیا اور کہنے لگا: ''تجھے ان دونوں سے کیا سروکار ہے؟ ان

کو چھوڑ کہ وہ اپنی راہ پکڑیں' وہ اپنی زندگی کو خوشگوار بنالیں۔ بے شک وہ دونوں تیری بات ہرگز نہ مانیں گے۔''

لیکن عالم کا ارادہ پختہ تھا۔ اس کا دماغ کام کر رہا تھا۔ اسے شیطان کی دخل اندازیوں اور اس کے وسوسوں کا علم تھا۔ باہر نکلنے والے دروازے پر ان دونوں کو پالیا اور سلام کہنے کے بعد عالم نے ان سے چند منٹوں کے لیے رکنے کی درخواست کی۔ پھر ان کو (قرآن وحدیث کی روشنی میں) بہت پر اثر نصیحت کی اور ان کو بلیغ وعظ کیا۔ ان دونوں کو اس نے کہا:

تمہارا کیا خیال ہے اگر ہوائی جہاز کو کوئی خرابی یا حادثہ پیش آ جائے...... اور اللہ نہ کرے تم دونوں کو موت آ جائے...... جبکہ اس دوران تمہاری نیت اور عزم یہی ہو کہ تم نے رب جبار (جل وعلا) کی نافرمانی کرنی ہے' تو تم...... کس منہ سے روز قیامت اپنے رب کے سامنے جاؤ گے؟ کیا جواب دو گے...... اسے کہ...... ہم اپنی جوانیوں کو کس کام میں صرف کرتے رہے......!؟

یہ سن کر دونوں جوان سوچ میں پڑ گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ان کا دل عالم کی نصیحت کے لیے نرم ہو گیا۔ دونوں نے فوراً یورپ کے سفر کی ٹکٹیں پھاڑ ڈالیں۔ وہ بولے: ''اے بزرگ! ہم نے اپنے گھر والوں سے جھوٹ بولا تھا' ہم نے ان کو کہا تھا کہ ہم مکہ مکرمہ یا جدہ جا رہے ہیں۔ تو اب ہم اگر بغیر سفر کئے واپس چلے گئے' تو کیسے خلاصی ہوگی؟ ہم ان سے کیا کہیں گے؟ خاص طور پر جب وہ پوچھیں گے کہ تم ابھی گئے اور ابھی واپس آ گئے ہو' تو کیا جواب دیں گے؟! عالم کے ساتھ ان کا ایک شاگرد بھی تھا۔ فرمایا: ''تم دونوں اپنے اس بھائی کے ساتھ چلے جاؤ۔ تمہارے حالات کو حتیٰ المقدور درست کرنے کی یہ ذمہ داری ادا کرے گا۔'' وہ دونوں جوان اپنے اس ساتھی کے ساتھ چل پڑے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ ہم اس کے ہاں پورے دو ہفتے گزاریں گے اور پھر وہاں سے اپنے گھروں لوٹ جائیں گے۔

اسی رات اس نوجوان (یعنی عالم دین کے شاگرد) کے گھر میں ایک مبلغ نے پر اثر

تقریر کی، جس نے ان کے ایمانی جذبے میں اضافہ کر دیا۔ لہٰذا اس کے فوری بعد دونوں جوانوں نے عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس طرح ان دونوں نے ایک چیز کا ارادہ کیا...... لیکن اللہ نے کسی اور چیز کا ارادہ کیا۔ پس وہی ہوا جو اللہ عزوجل نے ارادہ فرمایا تھا۔

صبح جب سب نے نماز فجر ادا کر لی تو تینوں میقات سے احرام باندھنے کے بعد سیدھا مکہ معظمہ کی طرف چل پڑے...... راستے میں ہی ان کا کام تمام ہو گیا۔ عمر کی گھڑیاں رک گئیں...... اور راستے میں زندگی کا خاتمہ ہو گیا...... راستے ہی میں ان کا اس فانی دنیا سے دار آخرت کی طرف انتقال ہو گیا۔ ان کو ایک خطرناک حادثہ پیش آ گیا...... وہ سب اس کا شکار ہو گئے...... ان کے پاکیزہ خون بکھرے ہوئے شیشوں اور سکریپ کے ٹکڑوں کے ساتھ غلط ملط ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنی آخری سانسیں ان ٹکڑوں کے نیچے نکالیں...... جبکہ وہ خون میں لت پت اپنی زبانوں سے ان لافانی کلمات کو دہرا رہے تھے:

((لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ...... الخ))

اور اس دلنواز صدا کو بلند کرتے ہوئے ان کی روحیں قفس عنصری سے پرواز کر گئیں۔

ان گندے ممالک کی ٹکٹوں کو پھاڑنے اور ان کی موت کے مابین کتنا وقفہ آیا؟...... یہ چند دن ہی تھے بلکہ گنی چنی ہوئی گھڑیاں تھیں۔ لیکن اللہ نے ان دونوں کے لیے ہدایت اور نجات کا ارادہ فرمایا تھا۔ بے شک اللہ کی حکمتیں بلیغ ہیں اور وہ پاک ذات ہے۔

میرے مسلمان بھائی!...... جب برائی کا حکم دینے والا نفس امارہ تجھے اللہ اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کی طرف کھینچے تو تو...... لذتوں کو توڑنے والی...... شہوتوں کو کاٹنے والی...... جماعتوں کو جدا جدا کر دینے والی ... موت کو یاد کیا کر۔ اس بات سے ڈر کہ تجھے اس حال میں موت آئے جس پر اللہ بزرگ و برتر راضی نہ ہو اور تو گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائے۔

((وَاِذَا خَلَوْتَ بِرِيْبَةٍ فِيْ ظُلْمَةٍ))

''جب اندھیرے میں کسی برائی کے لیے تجھے تنہائی ملے۔''

((وَالنَفسُ داعِيَةُ اِلى العِصيَانِ))

''اور نفس (امارہ) گناہ کی طرف دعوت دے رہا ہو۔''

((فَاستَحيِ مِنْ نَظَرِ الّٰه وَقُلْ لَهَا))

''تو تو اللہ سے حیاء کر اور نفس کو کہہ دے۔''

((اِنَّ الَّذِیْ خَلَقَ الظَّلَامَ يَرَانِی))

''جس ذات نے اندھیرا پیدا کیا ہے یقیناً وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔''

بڑا فرق ہے' اس شخص میں جو زانیہ عورتوں کی گود میں مرے...... اور اس شخص میں جو ارض وسماء کے رب کو سجدہ کرتے ہوئے مرے...... بڑا فرق ہے اس شخص میں جو آلات موسیقی فسق اور نافرمانی کے درمیان مرے...... اور اس شخص میں جو اللہ واحد مالک جزاء وسزا کا ذکر کرتا ہوا مرے......اب ان میں سے جو تو چاہتا ہے اپنے نفس کے لیے پسند کر لے۔

نماز کو مؤخر کر کے ادا کرنے والی عورت کا عبرتناک انجام

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

اہل مدینہ میں سے ایک آدمی کی بہن فوت ہوگئی۔ اس کی تجہیز و تکفین کر کے اسے دفن کر کے وہ گھر پہنچا تو اسے یاد آیا کہ اس کی روپوں کی ایک تھیلی قبر میں رہ گئی ہے' وہ اپنے ایک دوست کو ساتھ لے کر قبرستان پہنچا...... باہمی کوشش کے بعد قبر کھولی تو وہ تھیلی مل گئی۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا: تم ذرا ایک طرف ہٹ جاؤ' میں اپنی بہن پر ایک نظر ڈال لوں' وہ کس حال میں ہے؟ اس نے لحد کے اوپر سے اینٹوں پتھروں کو ہٹایا تو قبر کے اندر آگ کے شعلے بلند تھے' اس نے جلدی سے پتھر دوبارہ رکھ دیے اور قبر کو بند کر کے واپس آ گیا۔ اس نے اپنی والدہ سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا تو اس کی ماں نے بتلایا کہ وہ نمازوں کو مؤخر کر کے ادا کیا کرتی تھی اور جب کبھی نماز پڑھتی تو وضو کے بغیر پڑھتی تھی۔

اپنے آپ کو قتل کرنے والے کا برا انجام

جندب البجلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم سے پہلی امتوں میں ایک آدمی کو پھوڑا نکل آیا۔ اسے اس سے تکلیف محسوس ہوئی تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر اس پھوڑے کو پھوڑ ڈالا...... اس سے خون بہنے لگا اور کسی بھی طرح نہ رکا۔ یہاں تک کہ اس سے اس کی موت واقع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میرے بندے نے اپنی جان کے بارے میں مجھ سے جلدی کی' میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔''[1]

---

[1] صحیح البخاری: ۱۳۶۴۔ صحیح مسلم: ۱۱۳۔ احمد: ۴/ ۳۱۲۔ ابن حبان: ۷/ ۵۹۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶۶۴

شراب نوشی برے انجام سے دوچار کرتی ہے

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''شراب نوشی سے اجتناب کرو' یہ تمام گناہوں کی بنیاد ہے تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی انتہائی عبادت گزار تھا...... ایک بدکار عورت اس کے پیچھے پڑ گئی' اس عورت نے اپنی ایک خادمہ اس عبادت گزار کے پاس بھیجی اور کہلا بھیجا: ہمیں ایک گواہی کے سلسلہ میں آپ کی ضرورت ہے' تشریف لائیں۔ یہ اس لونڈی کے ساتھ چل پڑا۔ یہ جب ایک دروازے میں داخل ہوتا تو وہ لونڈی دروازہ بند کر کے آگے کو لے جاتی' یہاں تک کہ وہ اسے ایک انتہائی خوب رو اور حسین و جمیل خاتون کے پاس لے گئی' اس کے پاس ایک غلام موجود تھا اور شراب کا ایک برتن بھی...... وہ عورت بولی: اللہ کی قسم! میں نے تجھے کسی قسم کی گواہی کے لیے نہیں بلوایا' بلکہ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ تم میرے ساتھ دادِ عیش دو اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر ایک پیالہ شراب کا نوش کرو...... یا اس غلام کو قتل کر دو...... اب تم ان تینوں میں سے جو کام کرنا چاہو کرو...... وہ بولا: تم مجھے ایک پیالہ شراب پلا دو...... اس نے اسے ایک پیالہ شراب پلا دی...... اس نے کہا: مزید پلاؤ...... وہ پیتا رہا یہاں تک کہ نشہ سے مدہوش ہو کر اس نے عورت سے زنا کر لیا اور غلام کو بھی قتل کر ڈالا۔''

لہٰذا اے لوگو!...... شراب سے مکمل اجتناب کیا کرو...... اللہ کی قسم! ایمان اور شراب جمع نہیں ہو سکتے...... ان میں سے ایک خصلت انسان کو ضرور اپنی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔[1]

[1] سنن نسائی: ۸/ ۳۱۵۔ ابن حبان: ۷/ ۳۶۷۔ سنن بیہقی: ۸/ ۲۸۷۔ شعب الایمان: ۵۵۸۶' ۵۵۸۷

جنت سے ایک ہاتھ دور

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی آدمی اس حد تک نیکیاں کرتا رہتا ہے کہ اس کے اور جنت کے مابین محض ایک ہاتھ کی مسافت رہ جاتی ہے کہ اچانک اس پر اس کی تقدیر غالب آجاتی ہے اور وہ جہنمیوں کے سے اعمال کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح دوسرا آدمی اس حد تک گناہ کرتا رہتا ہے کہ اس کے اور جہنم کے درمیان محض ایک ہاتھ کی مسافت رہ جاتی ہے کہ اچانک اس پر اس کی تقدیر غالب آجاتی ہے اور وہ اہلِ جنت کے سے اعمال کرنے لگتا ہے۔"[1]

یہ شخص جس نے کثرت سے روزے رکھے' نمازیں ادا کیں' حج اور عمرے کیے' صدقات دیئے' قرآن کی تلاوت کی' صالحین کی صحبت میں رہا' نوافل ادا کرتا رہا' یہاں تک کہ لوگ اس کی پارسائی کے تذکرے کرتے رہے' اور یہاں تک کہا گیا کہ یہ تو نہایت پارسا ہے' مگر دیکھیں کہ اس کا انجام کیسا برا ہوا!!؟ وہ جس جنت کے انتہائی قریب پہنچ چکا تھا' وہ عمر کے آخری حصے' آخری سال' آخری مہینے یا آخری ہفتے میں اس جنت سے محروم کر دیا گیا۔

اس آدمی کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے' ایسے لوگ جو ساری زندگی اہل جنت کے سے

---

[1] اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان: ح ۱۶۹۵

اعمال کرتے رہتے ہیں مگر ان کا انجام برا ہوتا ہے' ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيْلَ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ، وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيْلَ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ))[1]

''ایک شخص طویل عرصہ تک اہل جنت کے سے اعمال کرتا رہتا ہے' پھر اس کا آخری عمل اہل جہنم کا سا ہوتا ہے اور ایک آدمی طویل عرصہ تک اہل جہنم کے سے عمل کرتا رہتا ہے پھر اس کا انجام اہل جنت کے سے اعمال کے ساتھ ہوتا ہے۔''

''یہ جہنمی ہے''

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص مشرکین کے ساتھ قتال کر رہا تھا اور پوری قوت کے ساتھ سب سے بڑھ کر مسلمانوں کا دفاع کر رہا تھا' نبی ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ النَّارِ، فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا))

''جو کوئی کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتا ہو' وہ اسے دیکھ لے۔''

یہ سن کر ایک آدمی بہت متعجب ہوا اور وہ اس کی تاڑ میں رہا۔ یہاں تک کہ وہ لڑتے لڑتے زخمی ہو گیا' زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے جلدی مرنا چاہا' اس نے اپنی تلوار کی دھار اپنے سینے پر رکھی اور خود اس کے اوپر زور سے گرا۔ یہاں تک کہ تلوار اس کے کندھوں کے درمیان سے گزر گئی اور وہ مر گیا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا:

''کوئی آدمی لوگوں کی نظر میں بظاہر اہل جنت کے سے عمل کر رہا ہوتا ہے' جبکہ

---

[1] مسلم: ح ۲۶۵۱

انجام کار وہ جہنمی ہوتا ہے۔ اور کوئی آدمی بظاہر جہنمیوں کے سے عمل کر رہا ہوتا ہے حالانکہ انجام کار وہ جنتی ہوتا ہے' اصل اعتبار انسان کے آخری اعمال کا ہوتا ہے۔[1]

اس حدیث کی شرح میں سوءِ خاتمہ کا سبب بیان کرتے ہوئے امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ:

''وہ شخص بظاہر تو ایک قسم کے اعمال کر رہا ہوتا ہے جبکہ باطنی طور پر وہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔''

اس کی تائید کرتے ہوئے امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چونکہ اس کا آخری عمل اور انجام کچھ اور ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنے پہلے اعمال پر صبر نہیں کرتا اور بالآخر اس کے برعکس عمل کر لیتا ہے' حقیقت یہ ہے کہ برائی اس کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے اور اس کی افتادِ طبع اسے عمر کے آخری حصہ میں رسوا کر دیتی ہے اور وقت آنے پر وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے۔''[2]

O.....O.....O

---

[1] البخاري: ح ۶۴۹۳

[2] جامع العلوم والحكم: ص ۵۰۔ الفوائد: ص ۳۱۲۔ واحات الايمان: عبدالحميد البلالي: ص ۱۳۲،۱۳۳

سوءِ خاتمہ کی چند عبرت ناک تصویریں

- بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مسلمان گرفتار ہوگیا' وہ دو عیسائی راہبوں کی خدمت کرتا اور قرآن مجید یاد کرتا رہتا تھا۔ وہ جب قرآن کریم کی تلاوت کرتا تو دونوں راہبوں پر رقت طاری ہو جاتی اور وہ خوف الٰہی کے سبب رونے لگتے۔ بالآخر وہ دونوں مسلمان ہوگئے اور اس مسلمان کی بدقسمتی کہ یہ عیسائی ہوگیا۔ کسی نے اس سے کہا: ''تم اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔ وہی بہتر ہے۔'' مگر وہ واپس نہ آیا اور اسی حالت میں دنیا سے چلا گیا' ہم اللہ تعالیٰ سے حسنِ خاتمہ کی دعاء کرتے ہیں۔
- سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بیان ہے: ''میں نے ایک آدمی کو دیکھا' وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹا ہوا یوں دعاء کر رہا تھا: ''اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ'' ''یا اللہ! مجھے محفوظ رکھنا' مجھے محفوظ رکھنا۔'' میں نے اس سے دریافت کیا: بھائی! تمھارا اصل قصہ کیا ہے؟ اس نے بتلایا کہ ہم چار بھائی مسلمان تھے' ہم میں سے تین فوت ہو چکے ہیں اور وہ تینوں مرتے وقت فتنہ میں مبتلا ہوئے تھے' اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں' معلوم نہیں میرا انجام کیا ہو؟
- ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کو جانتے ہیں جسے بہت زیادہ آلام ومصائب سے دو چار ہونا پڑا۔ وہ مرض الموت میں مبتلا تھا اور کہہ رہا تھا: میرے اللہ نے مجھے متعدد قسم کی آزمائشوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اگر وہ مجھے جنت الفردوس بھی دے تو میرے مصائب کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ (استغفر اللہ من ذالک)

کسی مصیبت پر اس قدر پریشانی اور بے صبری کی بھی کیا ضرورت ہے؟ ہم ایسی کیفیت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

وہ گناہ کی نیت سے نیچے آیا تھا

بیان کیا جاتا ہے کہ دو بھائی تھے' ان میں ایک بڑا عابد اور دوسرا انتہائی گنہگار تھا۔

عبادت گزار کو ایک دن خیال آیا کہ اس نے اپنی ساری عمر اللہ کی عبادت کرتے گزاری ہے' کیوں نہ ذرا عیش و عشرت بھی کر لوں۔ بعد میں توبہ کر لوں گا کیونکہ اللہ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ اس کا بھائی جو گھر کی نیچے والی منزل میں رہتا ہے' میں اس کے پاس جا کر کچھ وقت عیش و عشرت و تفریح میں گزار آؤں۔ پھر توبہ کر لوں گا اور اس کے بعد بقیہ ساری عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں گا۔ یہ سوچ کر وہ نیچے آیا۔

ادھر اس کے گنہگار بھائی نے سوچا' میں نے اپنی ساری زندگی اللہ کی نافرمانی میں گزار دی میرا بھائی نیک' عبادت گزار ہے' وہ تو جنت میں چلا جائے گا اور میں جہنم میں۔ اللہ کی قسم! میں سچی توبہ کرتا ہوں اور میں اپنے بھائی کے پاس اوپر والی منزل پر جا کر نیکی و عبادت میں اپنے بھائی کے ساتھ شامل ہوتا ہوں' اب ساری زندگی اللہ کی عبادت میں گزاروں گا' امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دے گا۔ یہ توبہ کی نیت کر کے اوپر کی منزل پر جا رہا تھا اور وہ معصیت کی نیت سے نیچے آ رہا تھا۔ اچانک اوپر سے نیچے والے کا پاؤں پھسلا اور وہ اپنے بھائی کے اوپر جا گرا۔ دونوں مر گئے' عبادت گزار کا انجام برائی کے ارادہ پر اور گناہ گار کا انجام نیکی کے ارادہ پر ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا:

''ہر آدمی کا حشر اس کے انہی اعمال کی روشنی میں ہوگا جن پر اس کی موت آئی۔''

بھیانک انجام

بعض لوگوں کے خوفناک اور بھیانک انجام' جو صالحین سنتے اور ان کا مشاہدہ کیا کرتے تھے یہ واقعات ان کے خوف الٰہی میں اضافے کا سبب بنتے اور وہ آخرت کے لیے مزید تیاری کرتے رہتے تھے۔

❁ اس قسم کا ایک واقعہ امام ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ نے عبدالعزیز بن ابی رواد سے نقل کیا ہے' ان کا بیان ہے کہ میں ایک آدمی کے ہاں موجود تھا' جو مرنے کے قریب تھا' اسے "لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" پڑھنے کی تلقین کی جا رہی تھی۔ بالآخر اس نے کہا:

''تم جو کچھ کہہ رہے ہو' میں اس کا کافر...... منکر...... ہوں!! اور پھر وہ اسی حالت میں مر گیا۔

ابن ابی رواد کہتے ہیں:'' میں نے اس کے متعلق معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ وہ دائمی شراب نوش تھا۔''

عبدالعزیز بن رواد کہا کرتے تھے کہ:

''گناہوں سے بچ کر رہو' اسے گناہوں نے ہی ہلاک کیا تھا۔''[1]

❁ قرطبی نے ربیع بن سبرة بن معبد جہنی سے بیان کیا ہے' وہ بصرہ کے معروف عبادت گزار تھے' وہ کہتے تھے کہ میں نے ملک شام میں کچھ لوگوں کو دیکھا۔ ایک آدمی سے کہا گیا: "لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ" پڑھو۔ وہ بولا: ''مجھے شراب پلاؤ۔''

---

[1] جامع العلوم والحکم لابن رجب: ص ۵۰

اسی طرح ''اہواز'' کے علاقہ میں ایک آدمی سے کہا گیا: "لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ" کہو تو وہ کہنے لگا: ''دس' گیارہ' بارہ۔''

یہ آدمی حساب کتاب کرنے پر مامور تھا' مرتے دم تک اس پر یہی چیز سوار رہی۔

✿ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ''الجواب الکافی'' میں بیان کیا ہے کہ:

کسی سے کہا گیا: "لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ" پڑھو۔ وہ بولا' افسوس' میں یہ نہیں پڑھ سکتا۔''

ایک اور آدمی سے کہا گیا: "لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ" پڑھو۔ تو وہ بولا:

''شاہ'' تجھ پر ''رخ'' غالب آ گیا'' اور ساتھ اس کی روح پرواز کر گئی۔[1]

❀❀❀❀

---

[1] التذکرة للقرطبی رحمہ اللہ۔ شاہ اور رخ شطرنج کی گوٹیوں کے نام ہیں۔ الجواب الکافی' ص: ۱۰۵

عاشق نامراد کا انجام بد

ایک گنہگار کے مرنے کا وقت قریب آیا' اسے کہا گیا کہ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھو تو وہ شعر پڑھنے لگتا:

یَا رُبَّ قَائِلَةٍ یَوْمًا وَ قَدْ تَعِبَتْ
أَیْنَ الطَّرِیْقُ اِلٰی حَمَّامِ مِنْجَابِ

اصل واقعہ یوں ہے کہ ایک عفت مآب حسین و جمیل خاتون ایک معروف حمام کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوئی۔ وہ حمام "منجاب کا حمام" کے نام سے معروف تھا۔ مگر اسے حمام کا راستہ معلوم نہ تھا۔ وہ چل چل کر تھک چکی تھی۔ اسی دوران اس نے ایک گھر کے دروازے پر ایک آدمی کو کھڑے دیکھا' اس گھر کا دروازہ' اس حمام کے دروازے جیسا ہی تھا۔ اس خاتون نے اس مرد سے حمام کی بابت دریافت کیا (یہ مرد اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا) اس نے کہا: یہی ہے حمام۔ یہ خاتون اندر گئی تو اس نے دروازہ بند کر لیا۔

اس خاتون نے اپنے آپ کو گھر کے اندر محبوس پایا تو وہ ساری صورتِ حال سمجھ گئی کہ اس نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے' مگر اس نے فوری طور پر اپنی پریشانی کے ظاہر کرنے کی بجائے اس کے ساتھ خلوت پانے پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ وہ جس صورتِ حال سے دو چار تھی' اس سے اور زنا سے بچنے کے لیے اس نے مرد کو دھوکہ دیتے ہوئے کہا:

"مناسب ہوگا کہ ہمارے پاس وہ ہر چیز موجود ہو جو ہمارے ان لمحات کو پر کیف اور پر لطف بنا سکے...... تم جا کر جلدی سے خوشبو اور کھانے کی چیزیں لے آؤ اور دیر نہ کرنا۔"

وہ بولا: ''تم جو چاہو ابھی لے کر حاضر ہوتا ہوں۔''

وہ اسے وہیں چھوڑ کر باہر چلا گیا' اس نے دروازہ بھی بند نہ کیا' کیونکہ اسے اس پر مکمل اعتماد اور اس کی رضامندی ظاہر ہو چکی تھی۔

اس نے جا کر اچھی اچھی چیزیں خریدیں' گھر پہنچا تو وہ خاتون وہاں سے فرار ہو چکی تھی' وہ بہت زیادہ پریشان ہوا۔ اور اس کے بعد وہ اکثر و بیشتر اسے یاد کرتا رہتا' وہ گلیوں اور راستوں میں گھومتا ہوا یہ شعر پڑھتا رہتا:

يَا رُبَّ قَائِلَةٍ يَوْمًا وَ قَدْ تَعِبَتْ
أَيْنَ الطَّرِيْقُ اِلٰى حَمَّامِ مِنْجَابِ

ایک دن وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا' اس کی لونڈی نے اسے سنا تو کہا:

هَلاَّ جَعَلْتَ سَرِيْعًا اِذَا ظَفِرْتَ بِهَا
حِرْزًا عَلَى الدَّارِ اَوْ قُفْلاً عَلَى الْبَابِ

''تم نے گھر کی حفاظت کیوں نہ کی یا تالا کیوں نہ لگایا' جبکہ تم اسے پانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔''

وہ از حد مغموم رہنے لگا' اس عورت کے عشق میں گھل گھل کر موت کے کنارے جا پہنچا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت یہی شعر اس کی زبان پر تھا۔

اس سے کہا جاتا کہ ''لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ'' پڑھ لو۔ تو وہ یہی شعر پڑھنے لگتا۔

دیکھو بھائیو!...... اس گناہ نے اسے مرتے وقت کس طرح کلمۂ شہادت کی ادائیگی سے رو کے رکھا' حالانکہ اس نے عورت کو گھر کے اندر محض داخل ہی کیا تھا۔[1]

---

[1] مأة قصة وقصة' القسم الأول: ۱۹' ۲۰ الدوا الشافی لابن قیمؒ

جھوٹی توبہ نے بیڑا غرق کر دیا

منصور بن عمار کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست انتہائی گنہگار تھا' بعد میں اس نے توبہ کر لی۔

میں اسے دیکھتا کہ وہ عام طور پر عبادت اور تہجد میں مصروف رہتا' کئی دنوں تک میری اس سے ملاقات نہ ہو سکی' مجھے بتلایا گیا کہ وہ بیمار ہے' میں اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر گیا' تو اس کی بیٹی دروازے پر آئی' اس نے مجھ سے دریافت کیا: آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟ میں نے بتلایا کہ فلاں سے...... اس نے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی' میں نے دیکھا کہ وہ گھر کے درمیان میں بستر پر لیٹا ہوا ہے...... اس کا رنگ سیاہ پڑ چکا تھا...... اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے...... ہونٹ خشک ہو چکے تھے...... اسے اس حالت میں دیکھ کر مجھے اس سے ڈر محسوس ہونے لگا۔ میں نے اس سے کہا: بھائی! تم کثرت سے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا ورد کیا کرو۔

میری بات سن کر اس نے آنکھیں کھولیں' میری طرف کنکھیوں سے دیکھا اور اس پر غشی طاری ہو گئی' اس نے دوبارہ اس سے کہا: بھائی! تم "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کثرت سے پڑھا کرو۔ میں نے اپنی بات تیسری مرتبہ بھی دہرائی۔

اس نے آنکھیں کھولیں اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا:

"منصور بھائی! میرے اور اس کلمہ کے درمیان رکاوٹ آ چکی ہے' میں یہ کلمہ ادا نہیں کر سکتا۔"

میں نے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" پڑھا۔ اور اس سے پوچھا:

تمھاری وہ نمازیں' روزے' تہجد اور قیام؟ ان کا کیا ہوا؟ وہ بولا: ''وہ سب کام اللہ کے لیے نہیں بلکہ غیر اللہ کے لیے تھے اور میری توبہ جھوٹی تھی' میں یہ سارے کام اس لیے کیا کرتا تھا کہ میں لوگوں میں نیک مشہور ہو جاؤں' میں یہ کام لوگوں کے دکھلاوے کے لیا کرتا تھا۔''

میں جب الگ تھلگ ہوتا تو دروازہ بند کر لیتا' پردے لٹکا کر خوب شراب پیا کرتا۔ اور گناہوں کے ساتھ اپنے رب کا مقابلہ کیا کرتا تھا' ایک طویل عرصہ تک میں اسی ڈگر پر گامزن رہا' ایک دفعہ میں شدید بیمار پڑا اور مرنے کے قریب جا پہنچا۔

میں نے اپنی بیٹی سے کہا: ''مجھے قرآن مجید لا کر دو۔'' میں نے قرآن ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ سے کہا:

> ''یا اللہ! اس قرآن عظیم میں تیرا جو کلام ہے' میں تجھے اس کے برحق ہونے کا واسطہ دیتا ہوں' تو مجھے شفا عطا فرما دے' آج کے بعد میں گناہ نہیں کروں گا۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا یاب کر دیا۔ صحت یاب ہونے کے بعد میں دوبارہ سابقہ ڈگر پر چل پڑا اور شیطان نے مجھے اپنے رب کے ساتھ کیا ہوا وعدہ بھلا دیا۔ ایک عرصہ تک میری یہی کیفیت رہی' ایک دفعہ پھر میں اس قدر بیمار ہوا کہ مرنے کے قریب جا پہنچا' میں نے اپنے اہل خانہ سے کہا: ''انہوں نے مجھے حسب معمول گھر کے صحن میں باہر نکالا' میں نے قرآن مجید منگوایا' تلاوت کی اور اسے اٹھا کر دعا کی' یا اللہ! اس معزز مصحف میں تیرا جو کلام ہے میں اس کے طفیل دعا کرتا ہوں کہ مجھے شفا یاب فرما دے' اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی اور میری تمام تکالیف زائل ہوگئیں' مگر میں دوبارہ اپنی سابقہ روش پر چلتا رہا' میں ایک مرتبہ پھر اسی بیماری میں مبتلا ہوا' میں نے اپنے اہل خانہ کو حکم دیا اور وہ مجھے گھر کے صحن میں اسی طرح لائے جیسے تم اب دیکھ رہے ہو' میں نے تلاوت کرنے کے لیے قرآن مجید منگوایا مگر

مجھے اس میں ایک بھی حرف نظر نہ آیا۔

مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ مجھ سے ناراض ہے' میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا: ''اے زمین و آسمان کے چلانے والے!...... میری اس کیفیت کو زائل فرما دے۔'' تو مجھے ایک آواز سنائی دی' کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

تَتُوْبُ عَنِ الذُّنُوْبِ اِذَا مَرِضْتَا
وَ تَرجِعُ لِلذُّنُوْبِ اِذَا بَرِئْتَا

''تو بیمار ہو تو گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے...... شفاء یاب ہونے کے بعد پھر گناہ کرنے لگتا ہے۔''

فَكَمْ مِّنْ كُرْبَةٍ نَجاَّكَ مِنْهَا
وَ كَمْ كَشَفَ الْبَلاءَ اِذَا بُلِيْتَا

''اللہ نے تجھے کتنی بیماریوں سے نجات دی...... اور تو کتنی ہی بیماریوں میں مبتلا ہو ا اور اس نے تجھے شفایاب کیا۔''

اَمَا تَخْشٰى بِأَنْ تَاْتِيَ الْمَنَايَا
وَ اَنْتَ عَلَى الْخَطَايَا قَدْ دَهِيْتَا

''کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تو گناہوں سے آلودہ ہو اور تجھے اسی حال میں موت آ ئے۔''

منصور بن عمار کا بیان ہے کہ میں وہاں سے اٹھ کر چلا تو میری آنکھوں سے آنسو جار تھے' میں ابھی دروازے تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ وہ فوت ہوگیا ہے۔[1]

❀❀❀❀

---

[1] مأة قصة وقصة' القسم الاول: ۲۱۔ ۲۳ محمد امین الجندی

بیت اللہ کے سامنے لبوں پر صرف ایک فریاد

ہم حج پر گئے تو ایک ساتھی بتانے لگا کہ طواف کے دوران ایک حاجی صاحب یہی دعا کرتے رہے کہ: یا اللہ! خاتمہ بالایمان فرمانا...... اللہ جب دنیا سے لے کر جانا تو ایمان کی سلامتی سے لے کر جانا...... ان کو ایک حاجی صاحب کہنے لگے: حاجی صاحب! کیا بات ہے کوئی کوئی دعا کر رہا ہے اور تم بس یہی دعا کر رہے ہو کہ اللہ خاتمہ بالخیر فرمانا؟ وہ جواباً کہنے لگا: اصل بات یہ ہے کہ میرا ایک بھائی تھا' اس کی ساری زندگی قرآن پڑھاتے گزر گئی۔ جب اس پر موت کی بے ہوشی آئی تو ہم نے قرآن کریم نکال کر سورۃ یٰسین پڑھنی شروع کردی' جب اس کو ہوش آیا تو کہتا ہے: تم یہ کیا کر رہے ہو؟

ہم نے کہا کہ ہم تیری جان کی آسانی کے لیے سورۃ یٰسین پڑھتے ہیں۔ کہتا ہے: (معاذ اللہ) یہ تو کتاب ہی جھوٹی ہے' اس کو مجھ سے دور لے جاؤ۔

اس لیے میرے بھائی رو کر دعا کیا کر' جس طرح یوسف نبی علیہ السلام دعا کر رہے ہیں' فرماتے ہیں:

﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾ (یوسف: ۱۲/ ۱۰۱)

''اللہ تو جب مجھے دنیا سے لے جائے تو مسلمان بنا کر لے جانا اور قیامت کے دن اپنے نبی یوسف علیہ السلام کو نیکوکاروں کا ساتھ نصیب فرمانا۔''

(خطبات الہ آبادی: ص ۳۹۱)

عیسائی دوشیزہ کا عشق لے بیٹھا

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''التذکرہ'' میں ایک مؤذن کا واقعہ بیان کیا ہے جس کے چہرے پر عبادت کی روشنی اور اطاعتِ الٰہی کے انوار نمایاں تھے۔

ان کا بیان ہے کہ وہ حسبِ معمول ایک دن اذان کہنے کے لیے منار پر چڑھا' منار کے نیچے ایک ذمی عیسائی کا گھر تھا' اس نے گھر میں جھانکا تو صاحبِ خانہ کی بیٹی پر اس کی نظر جا پڑی' وہ اس پر فریفتہ ہوگیا' اذان چھوڑ دی' نیچے جا کر اس کے گھر چلا گیا' اور اس سے باتیں کرنے لگا' اس لڑکی نے اس سے کہا: کیا بات ہے؟ اور تم کیا چاہتے ہو؟

نوجوان مؤذن: ''مجھے تمھاری ہی آرزو ہے۔''

عیسائی دوشیزہ: ''کس لیے؟''

نوجوان مؤذن: ''تم نے میری عقل چھین لی اور میرے دل کو اپنا گرویدہ کرلیا ہے۔''

عیسائی دوشیزہ: ''میں گناہ کے لیے تمھارا ساتھ نہیں دے سکتی۔''

نوجوان مؤذن: ''میں تم سے شادی کرلوں گا۔''

عیسائی دوشیزہ: ''تم مسلمان اور میں عیسائی ہوں...... میرا والد تم سے میرا نکاح نہیں کرے گا۔''

نوجوان مؤذن: ''میں عیسائیت اختیار کر لیتا ہوں۔''

عیسائی دوشیزہ: ''اگر تم ایسا کرلو تو ٹھیک ہے۔''

وہ اس سے شادی کرنے کے لیے عیسائی ہوگیا' اور ان کے ساتھ ہی گھر میں رہائش رکھ لی۔ اسی دن وہ گھر کی چھت پر گیا' اتفاقاً وہاں سے (پاؤں پھسلا) گرا اور وہیں مر گیا' اس کے پاس نہ دین رہا اور نہ وہ بیوی رہی۔

خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
ادھر کے رہے نہ ادھر کے ہم

(التذکرۃ للقرطبی: ج ۱/ ۴ ص ۵

تمہاری نماز اور جہاد سب برباد ہوئے

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ عبدہ بن عبدالرحمٰن ایک بد بخت آدمی نکلا' وہ روم کے علاقہ میں مجاہدین کے ہمراہ جہاد میں مصروف رہا' ایک لڑائی میں مسلمانوں نے ایک رومی شہر کا محاصرہ کیا ہوا تھا' اس کی نظر قلعہ کے اندر ایک رومی عورت پر جا پڑی' یہ اس کے عشق میں مبتلا ہو کر اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس نے اس سے رابطہ کیا کہ تمھارے تک پہنچنے کا کیا ذریعہ ہے؟ اس عورت نے کہا: ''تم عیسائیت قبول کر لو اور آ جاؤ۔ اس نے اس کی بات مان لی' مسلمانوں کو اس وقت خبر ہوئی جب وہ یہ کام کر کے اس کے پاس جا پہنچا۔

اس واقعہ کا مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا اور یہ واقعہ ان پر از حد شاق گزرا' ایک مدت بعد وہ اسی قلعہ میں اس عورت کے ساتھ تھا کہ اس کے پاس سے مسلمانوں کا گزر ہوا۔ انہوں نے پوچھا:

''ارے تمھیں تو قرآن یاد تھا...... اس کا کیا بنا؟ تم روزے رکھا کرتے تھے' ان کا کیا ہوا؟ تم جہاد کرتے رہے' اس نے کیا کیا؟ اور تمھاری نمازیں...... کہاں گئیں؟

وہ بولا: ''یاد رکھو!...... مجھے سارا قرآن بھول چکا ہے۔ اس میں سے مجھے اب صرف یہ آیت یاد ہے:

﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾ (الحجر: ۲،۳)

''یہ کافر کبھی کبھی آرزو کرتے ہیں کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے' آپ انھیں ان کے حال پر رہنے دیں' یہ کھائیں' فائدے اٹھائیں اور لمبی آرزوئیں انھیں مشغول رکھیں' انھیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو ہی جائے گا۔''

یہاں مجھے مال اور (صلیب پرست) اولاد سے نوازا گیا ہے' (اور ایمان جاتا رہا ہے) ۲۷۸ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

جب ایمان کا سفینہ ساحل تک نہ پہنچ سکا

یہ واقعہ ایک شیخ احمد القطان نے اپنے ایک لیکچر میں ذکر کیا۔ بیان کرنے والا بیان کرتا ہے کہ ہم بحری جہاز پر سوار روزی کی تلاش میں مختلف ملکوں میں گھوم رہے تھے کہ ایک صالح نوجوان ہمارا رفیق سفر بن گیا' وہ انتہائی پاکیزہ مزاج اور انتہائی اچھے اخلاق کا مالک تھا۔

خشیت الٰہی کے اثرات اس کے چہرے پر چمکتے تھے' اس کے چہرے مہرے سے نور اور چمک دمک عیاں تھی؛ وہ ہر وقت با وضو رہتا' پابندی سے نمازیں ادا کرتا' کسی میں کوئی کوتاہی یا غلطی دیکھتا تو فوراً ٹوکتا اور رہنمائی کرتا' نماز کا وقت ہوتا تو اذان کہتا...... نماز کی امامت کراتا' اگر ہم میں سے کوئی نماز سے پیچھے رہ جاتا یا لیٹ ہو جاتا تو وہ اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتا اور نیکی کی تلقین کرتا۔ تمام سفروں میں اس کا ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ رہا۔

اسی دوران سمندری سفر کرتے کرتے ہم ہندوستان کے ایک جزیرہ میں پہنچ گئے' ہم نے وہاں اقامت اختیار کر لی۔ سمندری مسافروں کا معمول تھا کہ وہ چند روز کسی مقام پر ٹھہر کر آرام کرتے اور طویل سفر کی تھکاوٹ دور کرتے۔ اس شہر کے بازاروں میں گھومتے پھرتے اور اپنے اہل وعیال اور اولاد کے لیے وہاں سے نادر قسم کی اشیاء خریدتے اور سارا دن گھوم پھر کر رات کو جہاز پر واپس آ جاتے۔

ہمارے رفقاء سفر میں سے بعض لوگ برائیوں میں پھنس گئے' وہ وہاں کے کھیل کود اور گناہ وزنا کے مقامات پر جاتے اور فسق و فجور کرتے۔ مگر وہ صالح نوجوان جہاز سے نیچے نہ جاتا...... وہ جہاز کی قابلِ اصلاح چیزوں کی مرمت کرتا رہتا' وہ رسے باٹ باٹ کر رکھتا' قابلِ مرمت لکڑیوں کی مرمت کرتا اور کمزور لکڑیوں کو باندھ کر مضبوط کرتا' اور اللہ کی یاد

قرآن کی تلاوت اور نمازوں میں مصروف رہ کر اپنا وقت گزارتا۔

بیان کرنے والا آدمی بیان کرتے کرتے رونے لگا' اس کے آنسو اس کی داڑھی پر گر رہے تھے' وہ بولا کہ ایک سفر کے دوران جب کہ وہ نوجوان اپنے انہی کاموں میں مشغول تھا کہ رفقاءِ سفر میں سے ایک آدمی جو اپنی خواہشات کا پجاری تھا' بداعمالیوں میں مصروف رہتا تھا' عمدہ اخلاق کو ترک کر کے عاداتِ بد کا خوگر ہو چکا تھا' اس نے اسے چپکے سے کہا: تم جہاز میں کس لیے بیٹھے رہتے ہو؟ باہر کیوں نہیں جاتے؟ تم نیچے جا کر دیکھا کرو کہ تمھاری اس دنیا کے علاوہ بھی دنیا ہے' تم ایسی ایسی چیزیں دیکھو گے جن سے دل کو خوشی ہوگی اور طبیعت بھی ان سے مانوس ہو جائے گی۔ میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ تم زنا' گناہ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی والی جگہوں پر جاؤ اور نہ میں تمھیں کسی شراب خانے یا ایسی کسی جگہ جانے کا کہتا ہوں۔

دوست! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا...... تاہم تم تماشہ گروں کو جا کر دیکھو وہاں کیسے کیسے کرتب اور کھیل تماشے ہوتے ہیں اور لوگ اپنے کرتب دکھاتے ہوئے ڈرتے نہیں۔

تم ہاتھی سوار کو دیکھو گے کہ وہ کیسے ہاتھی کی سونڈ کو سیڑھی بنا کر اپنے پاؤں اور ہاتھوں سے اس پر چڑھتا اور اسے ایک ٹانگ پر کھڑا کرتا ہے۔

اسی طرح اگر تم دیکھو کہ کرتب دکھانے والا کیسے میخوں پر چلتا اور تکالیف برداشت کرتا ہے؟ اور کوئی آگ کے انگاروں کو کھجوروں کی طرح منہ میں ڈالتا ہے اور کوئی بحری پانی کو یوں پی جاتا ہے جیسے شریں پانی پی رہا ہو۔ میرے بھائی!......تم بھی نیچے جا کر لوگوں کو دیکھا کرو۔

اس نوجوان نے یہ باتیں سنیں تو اس کا دل بھی للچایا...... وہ بولا: ''کیا تم جو کچھ کہتے ہو' یہ سب دنیا میں ہوتا ہے؟ اس بدکار دوست نے کہا: ''ہاں' ہاں!...... اسی جزیرہ میں...... تم نیچے جاؤ...... تمھیں ایسی ایسی چیزیں دکھائی دیں گی جنھیں دیکھ کر تم خوش ہو جاؤ گے۔''

وہ صالح نوجوان اپنے اس دوست کے ہمراہ جہاز سے نیچے آیا۔ شہر کی گلیوں اور

بازاروں میں سے گزرتے ہوئے' وہ اسے ایک چھوٹی سی تنگ گلی میں لے گیا۔ چلتے چلتے وہ ایک چھوٹے سے گھر کے قریب پہنچے' وہ آدمی تو گھر کے اندر داخل ہوگیا' اور اس نے اس نوجوان کو باہر رہ کر اس کا انتظار کرنے کا کہا اور کہا:

''میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا' مگر خبردار! تم اس گھر کے قریب بالکل نہ آنا۔''

وہ نوجوان گھر کے دروازے سے کچھ دور بیٹھ کر تلاوت اور یاد الٰہی میں اپنا وقت گزارنے لگا' اچانک اس نے ایک زوردار قہقہہ سنا...... دروازہ کھلا اور وہاں سے حیاء اور مروت سے عاری عورت باہر آئی۔ یہ کیا...... یہ تو وہی دروازہ ہے جس میں اس کا ساتھی داخل ہوا تھا' نوجوان کو کچھ شک گزرا' تو وہ دروازے کے قریب چلا گیا' گھر کے اندر سے آنے والی چیخیں اس کے کانوں سے ٹکرائیں' اور ایسی آوازیں مسلسل اس کے کانوں میں آئیں' اس نے دروازے میں موجود ایک سوراخ سے اندر جھانکا اور بار بار دیکھا تو اسے ایسے مناظر دکھائی دیے جو اس نے آج سے قبل کبھی نہیں دیکھے تھے' اس کے بعد وہ اپنی جگہ واپس آ گیا۔

اس کا دوست باہر آیا تو اس سے برداشت نہ ہو سکا' اس نے فوراً پوچھا:

''تجھ پر افسوس! یہ کیا؟ تمھارے یہ کام اللہ کو ناراض کرنے والے ہیں' اللہ کو یہ کام پسند نہیں ہیں۔''

وہ بولا: ''ارے اندھے' بے عقل' خاموش رہ...... تجھے ان کاموں سے کچھ مطلب نہیں۔'' بیان کرنے والا کہتا ہے: کافی رات گئے ہم جہاز میں واپس آئے' وہ نوجوان ساری رات جاگتا رہا' وہ جو مناظر دیکھ آیا تھا' وہ انھی کے متعلق سوچوں میں غرق رہا' شیطان کا تیر اس کے دل پر چل چکا تھا اور اس کی نظر اس کے دل پر حاوی ہو چکی تھی۔

صبح ہوئی تو وہ نوجوان سب سے پہلے جہاز سے نیچے آیا' وہ آج بھی وہی مناظر دیکھنا چاہتا تھا...... اس کے علاوہ اس کا کچھ بھی ارادہ نہ تھا۔ وہ اسی جگہ پہنچا...... اس نے وہ مناظر ایک دفعہ دیکھے' دوسری دفعہ دیکھے' یہاں تک کہ دروازہ کھل گیا' اور اس نے وہ سارا دن وہیں

گزار دیا اور اگلا دن بھی اس نے وہیں گزارا۔

جہاز کے منتظم نے اسے غیر حاضر پایا تو اس نے دریافت کیا کہ مؤذن کہاں ہے؟ ہمارا نماز کا امام کہاں ہے؟ وہ صالح نوجوان کدھر ہے؟ ان سمندری مسافروں میں سے کسی نے بھی اسے جواب نہ دیا۔ اس نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اسے تلاش کریں۔

اسے اطلاع ملی کہ فلاں آدمی اسے فلاں جگہ لے گیا ہے' اس نے اسے بلا کر خوب ڈانٹ پلائی' اور کہا: کیا تمھیں اللہ کا ڈر نہیں؟ تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے؟ جلدی سے جا کر اسے لے کر آؤ۔

وہ اسے بلانے کے لیے کئی مرتبہ گیا' مگر بے فائدہ...... واپس لانے کی تمام تدابیر اور کوششیں ناکام ہوئیں اور وہ اسے واپس لانے میں کامیاب نہ ہو سکا' کیونکہ وہ اس جگہ دل لگا چکا تھا اور وہ ان کے ساتھ واپس آنے سے انکاری تھا۔

جہاز کے منتظم کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ اس نے کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اسے زبردستی واپس لائیں' انہوں نے اسے زبردستی قابو کیا اور اٹھا کر جہاز میں لے آئے' راوی کہتا ہے کہ جہاز اپنے ملک کی طرف واپس روانہ ہوا' سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے' وہ نوجوان جہاز کے کونے میں بیٹھا رونے اور آہ بکا کرنے لگا۔ وہ اتنا رو رہا تھا کہ قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے۔ لوگ اسے کھانا پیش کرتے مگر وہ کچھ نہ کھاتا۔ کافی دنوں تک اس کا یہی عالم رہا' ایک رات اس کی چیخیں اس قدر بلند ہوئیں کہ اہل جہاز میں سے کوئی بھی سو نہ سکا۔ جہاز کا منتظم اس کے پاس آیا...... اور اس سے کہا: ''اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر! بتا تو سہی تمھیں ہوا کیا ہے؟ تمھارے رونے اور چیخنے کی وجہ سے ہم تو سو بھی نہیں سکتے۔ تم پر افسوس! کس چیز نے تمھاری حالت بدل دی؟ کس چیز نے تمھیں برباد کر دیا؟'' نوجوان نے حسرت بھرے لہجے میں اس سے کہا: ''آپ مجھے کچھ نہ کہیں۔ آپ نہیں جانتے کہ مجھے کیا ہوا ہے؟ منتظم نے کہا: ''آخر مجھے بھی تو پتا چلے کہ تمھیں کیا ہوا ہے؟'' بالآخر اس نوجوان نے اپنی شرم گاہ سے کپڑا ہٹا دیا' وہاں سے کیڑے

نیچے گر رہے تھے، منتظم نے یہ حالت دیکھی تو از حد پریشان ہوا' اس کا سر چکرا گیا اور اس نے اس کیفیت سے اللہ کی پناہ مانگی اور وہاں سے اٹھ گیا۔

فجر سے کچھ دیر قبل جہاز والوں نے ایک زوردار چیخ سنی' جس کی وجہ سے سب لوگ بیدار ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی زندگی اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔

لوگ اس کے اس برے انجام سے ششدر رہ گئے اور سب نے اللہ کریم سے حسنِ خاتمہ کی دعائیں کیں۔[1]

ایک نشئی کا انجام

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور اس کی اطاعت سے بہت دور ہیں' یہاں تک کہ دنیا میں ان کا آخری عمل بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت والا ہوتا ہے' ان کے عبرتناک واقعات میں سے ایک واقعہ یوں ہے کہ:

''ایک نوجوان جس کی عمر بیس سال تھی' وہ جنوب مشرق ایشیا کے کسی ملک گیا' وہ ہیروئن کا عادی تھا' آئے دن اس کی نشہ کی خوراک میں اضافہ ہوتا رہا' کیونکہ وہاں یہ چیز کثرت سے پائی جاتی تھی اور وہ بھی کافی مال دار تھا...... وہ وہاں ڈیڑھ سال سے بھی زائد عرصہ رہا...... اس کے بعد اسے وہاں سے زبردستی لایا گیا اور اسے ''مستشفیٰ الامل'' (الامل ہسپتال) میں داخل کرا دیا گیا...... علاج معالجہ کے بعد اسے کچھ افاقہ ہو گیا' اور وہ کافی عرصہ ہسپتال میں زیرِ علاج رہا' اس کے ہم پیالہ و ہم نوالہ...... برے ہم نشینوں...... کو اس کی صحت یابی کی خبر ہوئی اور انہوں نے اس سے رابطہ کیا' ان کا پھر سے اس کے ساتھ میل جول ہو گیا' پہلی ہی ملاقات میں انہوں نے نشہ کی کثیر مقدار اسے دے دی' وہ اسی وقت وہیں ڈھیر ہو گیا۔''

ایسے برے انجام سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ (آمین)

[1] السھم المسموم

ایک خیانت کار کا انجام

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کو بغداد کی غربی جانب کسی محلّہ میں شام ہوگئی' اس کے پاس کافی مقدار میں درہم تھے' اسے کسی ایسے آدمی کی تلاش تھی جس کے ہاں یہ بطور مہمان قیام کر سکے' اسے اس جگہ ایک آدمی ملا' اس نے شب بسری کے لیے اس سے درخواست کی تو وہ آدمی اسے اپنے گھر لے گیا۔

میزبان کو پتہ چل گیا کہ اس کے پاس کافی مقدار میں مال ہے تو اس نے اسے قتل کر کے مال پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میزبان کا ایک جوان بیٹا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو مہمان کے ساتھ ہی کمرے میں سلا دیا' بیٹا نہیں جانتا تھا کہ اس کے باپ کے دل میں کیا ہے؟ وہ انھیں سلا کر چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ کون کہاں سویا ہوا ہے؟ اس نے چراغ بجھا دیا۔ اس کے بعد ہوا یوں کہ میزبان کے بیٹے اور مہمان نے جگہ تبدیل کر لی۔ رات کا کوئی وقت تھا کہ میزبان اپنے مہمان کی تاڑ میں آیا اور آ کر مہمان کی جگہ سوئے ہوئے اپنے بیٹے کا گلا دبا دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ مہمان ہی ہے' وہ تھوڑا سا تڑپا اور بالآخر مر گیا۔

جب یہ اصل صورت حال پر مطلع ہوا تو گلیوں میں چیخنے چلانے اور واویلا مچانے لگا۔ لوگوں کو پتا چلا تو وہ اس کی طرف آئے اور اسے پکڑ لیا' اس نے اپنے بیٹے کے قتل کا اعتراف کر لیا۔ اسے گرفتار کر کے جیل میں محبوس کر دیا گیا اور اس کے گھر سے مال لے کر مہمان کو دے دیا گیا۔[1]

---

[1] نشوار المحاضرة واخبار المذاکرة' للقاضی التنوخی' ج ۴' ص ۷۸۔

ایک شاعر کا انجام

عمر بن شعبہ کا بیان ہے کہ بشار نے خلیفہ مہدی کی ہجو کی' اور اس نے یونس نحوی کے حلقہ میں اپنا قصیدہ پڑھا' اس کے بعد وہ یعقوب بن داؤد کے ہاں چلا گیا' بشار نے ایک دفعہ اس کی ہجو کرتے ہوئے کہا تھا:

بَنِیْ اُمَیَّۃَ هُبُّوا طَالَ نَوْمُکُمْ
اِنَّ الْخَلِیْفَۃَ یَعْقُوْبَ بَنْ دَاوٗدِ

''اے بنو امیہ! تم بہت سو چکے' بیدار ہو جاؤ' یعقوب بن داؤد خلافت کا دعویٰ دار ہے۔''

ضَاعَتْ خَلاَفَتُکُمْ یَا قَوْمُ فَالْتَمِسُوْا
خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ بَیْنَ الزِّقِّ وَالْعُوْدِ

''اے قوم! تمھاری خلافت گم ہو رہی ہے' تم خلافت کے اس داعی کو مشکیزے اور لکڑی کے درمیان ڈھونڈو۔''

اب یعقوب کو موقعہ مل گیا تو وہ خلیفہ مہدی کے ہاں شکایت کے لیے گیا اور کہا: ''امیر المومنین! اس اندھے نے آپ کی ہجو کی ہے' اس نے پوچھا: ''کیا کہا ہے؟''

یہ بولا:

''اس کے الفاظ ایسے ہیں جنھیں میں زبان سے ادا نہیں کر سکتا' اور نہ ایسی بات میں سوچ ہی سکتا ہوں۔''

تو خلیفہ نے کہا: ''میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم مجھے اس کے اشعار ضرور سناؤ۔ یعقوب نے کہا: '' اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے وہ شعر سنانے یا قتل ہو جانے میں سے کسی ایک کا اختیار دیں تو میں قتل ہونا گوارا کر لوں گا' مگر وہ مذموم اشعار جو اس نے آپ کی ہجو میں کہے ہیں' اپنی زبان سے ادا نہیں کروں گا۔ آخر کار خلیفہ مہدی نے اسے پختہ ترین قسمیں دے کر کہا کہ وہ ضرور اسے اس کے ہجویہ کلام سے آگاہ کرے۔

تو یعقوب نے کہا: ''میں زبان سے تو ان الفاظ کو ادا نہیں کر سکتا' البتہ لکھ دیتا ہوں' چنانچہ اس نے وہ اشعار لکھ کر اسے تھما دیے۔ اشعار پڑھ کر خلیفہ مہدی اس قدر غضبناک ہوا کہ قریب تھا کہ وہ شدت غضب کی وجہ سے پھٹ جائے۔ اس نے فوراً بصرہ جانے کا پروگرام بنایا تا کہ خود جا کر وہاں کے حالات کا جائزہ لے اور دیکھے کہ اب بشار کے علاوہ باقی لوگوں کے کیا خیالات ہیں؟ چنانچہ وہ بصرہ گیا اور چلتے چلتے بطیحہ میں پہنچا تو اس نے چاشت کے وقت اذان کی آواز سنی۔ اس نے کہا:

''ذرا دیکھو تو یہ اذان کیسی ہے؟''

تو پتا چلا کہ بشار نشہ کی حالت میں اذان کہہ رہا ہے۔

تو مہدی نے اس سے کہا: ''اے زندیق! میں سمجھا تھا کہ یہ کوئی اور ہوگا تو نشہ کی حالت میں اذان کا استہزاء کر رہا ہے' جبکہ اب نماز کا وقت بھی نہیں۔''

پھر اس نے ابن نھیک کو بلا کر حکم دیا کہ اسے کوڑے مار کر سزا دے۔ اس نے خلیفہ کی موجودگی میں صدر حراق کے مقام پر اسے ستر کوڑے مارے اور وہ بے حال ہو گیا' جب اسے کوڑا لگتا تو وہ تکلیف کی شدت کے سبب سی کرتا۔

کسی نے کہا: ''امیر المومنین! اس کی بے دینی ملاحظہ ہو' یہ سی کہتا ہے: ''بسم اللہ'' نہیں کہتا' تو بشار نے کہا: افسوس ہے تجھ پر...... کیا یہ طعام ہے جس پر میں اللہ کا نام لوں؟

تو کسی نے کہا' تم: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کیوں نہیں کہتے؟

وہ بولا: ''کیا یہ کام اللہ کی طرف سے نعمت ہے کہ ''الحمد للہ'' کہوں؟''

جب اسے ستر کوڑے لگ چکے تو اس پر موت کی حالت طاری ہوگئی۔

اسے ایک کشتی میں ڈال دیا گیا' یہاں تک کہ اسے موت نے آن لیا' اس کے بعد اسے بطیحہ میں پھینک دیا گیا' اس کے گھرانے کے کچھ لوگ آ کر اسے اٹھا کر بصرہ لے گئے' وہیں اسے دفن کیا گیا۔

لوگوں نے بتلایا کہ جب اس کا جنازہ اٹھایا گیا تو اس کے ہمراہ اس کی صرف ایک سیاہ فام سندھی گونگی لونڈی تھی' جو اچھی طرح بات بھی نہیں کر سکتی تھی' وہ اس کے جنازے کے پیچھے ہائے سردار! ہائے سردار! کہتی چلاتی جا رہی تھی۔[1]

چوری کی حالت میں موت نے آ لیا

ایک ہم وطن اپنی گاڑی پر شاپنگ سنٹر گیا' وہ گاڑی کو سٹارٹ چھوڑ کر ہی چلا گیا' واپس آیا تو اچانک دیکھا کہ اس کی گاڑی وہاں موجود نہ تھی' اس نے فوراً متعلقہ اداروں کو گاڑی کی گمشدگی کی اطلاع کر دی۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ چور کو اسی گاڑی میں ایک حادثہ پیش آ گیا اور وہ فوراً جائے حادثہ پر ہی مر گیا۔

میرے بھائی! اس کے انجام پر غور کر کہ چوری کے عمل پر اس کا خاتمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے انجام بد سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

---

[1] الاغانی' ج ۱' ص: ۲۱۴۱۔

بدترین اور بہترین انجام

موٹر وے پولیس میں کام کرنے والے ایک اہل کار کا بیان ہے کہ:

''اچانک ہم نے حادثے کی ایک خوفناک بلند آواز سنی' دیکھا تو دو کاریں آپس میں شدت سے ٹکرا چکی تھیں اور ایسا حادثہ رونما ہو چکا تھا جو بیان نہیں کیا جا سکتا' دو زخمی آدمی انتہائی خطرے کی حالت میں تھے۔ ہم نے انھیں لٹا دیا اور ہم جلدی سے دوسری گاڑی والے کو نکالنے لگے تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی...... ہم ان دونوں زخمیوں کی طرف متوجہ ہوئے' ان کے بھی آخری سانس تھے' میرا دوست ان دونوں کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا' مگر ان کی زبانوں سے اس حال میں بھی گانوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس صورتِ حال سے میں تو گھبرا گیا...... میرا دوست انھیں کلمہ شہادت کی برابر تلقین کرتا رہا' مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ دونوں گانے گنگناتے رہے' آہستہ آہستہ آواز ختم ہوتی گئی' بالآخر پہلے ایک اور پھر اس کے بعد دوسرا بھی مر گیا۔ ان میں زندگی کی رمق باقی نہ رہی۔''

اس کا بیان ہے کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسا عبرتناک منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ ہم نے انھیں گاڑی میں اٹھایا۔ میرے دوست نے بتلایا کہ ظاہر و باطن کے لحاظ سے انسان کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے یا برا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر میں تو موت سے بہت ڈرا۔ اس حادثہ سے عبرت ہوئی اور میں نے اس روز انتہائی خشوع کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔

عرصہ بعد ایک اور عجیب حادثہ پیش آیا۔ ایک شخص اپنی گاڑی میں عام رفتار سے جا رہا تھا۔ شہر کو جانے والی ایک سرنگ کے اندر اس کی گاڑی اچانک خراب ہو گئی۔ وہ گاڑی کو ٹھیک کرنے کی غرض سے نیچے اترا۔

اسی دوران ایک گاڑی انتہائی تیز رفتاری سے آئی اور اس نے پیچھے سے اسے ٹکر ماری یہ آدمی گر گیا اور اسے جان لیوا قسم کی چوٹیں آئیں۔

ہم نے اسے اپنی گاڑی میں اٹھایا اور ہسپتال لے چلے۔ وہاں ایک متدین نوعمر جوان اس کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ جب ہم نے زخمی کو اٹھایا تو وہ کچھ بول رہا تھا' مگر اس کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ البتہ جب ہم اسے گاڑی میں رکھ کر روانہ ہوئے تو ہمیں آواز سمجھ آنے لگی۔ وہ ہلکی ہلکی آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔

سبحان اللہ!...... صاف دکھائی دے رہا تھا کہ وہ مرنے ہی والا ہے' وہ خوبصورت آواز کے ساتھ ترتیل سے قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ اچانک وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ انگشتِ شہادت اٹھائے کلمۂ شہادت پڑھ رہا تھا اور پھر اس کا سر ایک طرف لڑھک گیا۔

میں جلدی سے اس کے قریب پہنچا' اس کے ہاتھ کو ٹٹولا' دل پر ہاتھ رکھا' سانس چیک کیا لیکن وہاں تو کچھ بھی نہ تھا۔ وہ دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ میں دیر تک اسے دیکھتا رہا۔

میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ میں نے اپنے دوست کو اطلاع دی کہ یہ تو فوت ہو چکا ہے...... وہ بھی رونے لگا۔ میں خود پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ میرے آنسو تھمتے ہی نہ تھے' گاڑی کے اندر ہی ہماری کیفیت بڑی عجیب تھی۔ ہم ہسپتال پہنچے' ہم نے ہر ملنے والے کو اس نوجوان کے متعلق تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اکثر لوگ بہت متاثر ہوئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اس کا واقعہ سن کر ایک آدمی آگے بڑھا اور جا کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا...... سب لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ ایک سرکاری اہل کار نے متوفی کے گھر رابطہ کیا۔ اس کا بھائی بول رہا تھا۔ اس نے بتلایا کہ یہ ہر

سوموار کو ایک دیہات میں رہنے والی اپنی دادی کی ملاقات کو جایا کرتا تھا۔

بیواؤں' یتیموں اور مساکین کا خیال رکھتا تھا۔ اس بستی والے اسے اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ لوگوں کی تربیت کے لیے کتابیں اور کیسٹیں لے جاتا۔ وہ جب جاتا تو اس کی گاڑی چاول' چینی وغیرہ سے بھری ہوتی اور وہ ضرورت مندوں میں تقسیم کرتا۔ یہاں تک کہ بچوں کے لیے مٹھائی ٹافیاں وغیرہ بھی نہ بھولتا۔ اگر کوئی اسے ان کاموں سے یا سفر سے باز رہنے کو کہتا تو وہ نہ سنتا۔

اس نے بتلایا کہ اس کے سکونتی شہر سے اس گاؤں تک کا سفر خاصا طویل ہے۔ وہ کہا کرتا کہ میں سفر کی طوالت سے فائدہ اٹھاتا ہوں' قرآن مجید یاد کرتا ہوں' اس کی دہرائی کر لیتا ہوں اور مفید کیسٹیں سن لیتا ہوں اور میں ہر ہر قدم پر ثواب کی امید رکھتا ہوں۔

وہ اہل کار کہتا ہے: میں عیش وعشرت اور غفلت کی زندگی گزار رہا تھا...... میرے پاس وقت کافی ہوتا' البتہ علم کی کمی تھی۔ میں اللہ کریم سے دور تھا...... جب ہم نے اس نوجوان کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا' یہ اس کی آخرت کی زندگی کا پہلا دن تھا۔ اور میری دنیوی زندگی کا پہلا دن ...... میں نے اللہ واحد کے حضور سچے دل سے گناہوں سے باز رہنے کی سچی توبہ کر لی۔

ایک مغنیہ سے گانے سننے کی آخری خواہش

ایک مغنیہ تھی۔ اس نے عربی زبان سیکھی ہوئی تھی اور وہ اشعار گایا کرتی تھی۔ اس کا ایک حکمران کے پاس آنا جانا شروع ہو گیا۔ یہ اس کے دل پر چھا گئی اور اس کے دل کو پوری طرح اپنے قابو میں لے لیا۔

اس حکمران نے ایک دن اس سے کہا: ''کیا تمھارا کوئی تعلق دار یا کوئی آدمی ایسا نہیں میں جس کے ساتھ حسنِ سلوک کر سکوں یا اس کے کام آ سکوں؟''

وہ بولی: میرے آقا! میرا ایسا رشتہ دار تو کوئی نہیں' البتہ شہر میں تین آدمی ہیں جو میرے مالک کے قریبی دوست تھے۔ میں چاہتی ہوں کہ جس طرح عیش و آرام میں میں ہوں...... وہ بھی راحت و آرام پائیں۔''

تو حاکم نے اپنے اہلکار کو لکھا کہ وہ ان تینوں کو دس دس ہزار درہم دے دے' اور انھیں جلد از جلد میرے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ اہلکار نے ایسا ہی کیا' وہ حاکم کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے اندر جانے کی اجازت چاہی۔

حاکم نے انھیں اندر آنے کی اجازت دے دی' خوب آؤ بھگت کی اور ان سے ان کی ضروریات کے متعلق دریافت کیا۔

ان میں سے دو نے اپنی اپنی ضرورتوں کا ذکر کر دیا اور حاکم نے ان کی ضرورتیں پوری بھی کر دیں۔ اس نے تیسرے سے اس کی ضرریات کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا: آقا! میری کوئی ضرورت نہیں...... وہ بولا: ''کیوں؟ کیا میں تمھاری ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا؟ تم پر افسوس ہے۔ تم ذکر تو کرو میں تمھاری جو ضروت پوری کر سکا ضرور کروں گا۔ اس

نے کہا: جان کی امان پاؤں تو عرض کر دوں؟ حاکم نے کہا: بے دھڑک بیان کرو۔ اس نے کہا: ''چلو ٹھیک ہے۔ آپ نے جس لونڈی کے سبب ہماری توقیر کی ہے۔ آپ اس سے کہیں کہ وہ مجھے تین مرتبہ گانے سنا دے اور میں تین رطل شراب پیوں...... ہو سکے تو آپ صرف یہی کام کر دیں۔ یہ سن کر حاکم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی اس مغنیہ کے ہاں گیا اور جا کر اسے ساری بات بتلائی...... وہ کہنے لگی: ''آقا! آپ کو کیا؟ میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔''

دوسرا دن ہوا' اس شخص کو بلوایا گیا۔ سونے کی تین کرسیاں رکھ دی گئیں۔ ایک پر حاکم' دوسری پر مغنیہ اور تیسری پر وہ آدمی بیٹھ گیا۔ پھر کھانا لگایا گیا' سب نے مل کر کھانا کھایا۔ پھر مختلف قسم کی خوشبویات منگوا کر سامنے رکھ دی گئیں۔ پھر تین رطل شراب لا کر برتنوں میں ڈال دی گئی۔

حاکم نے اس آدمی سے کہا: ''تم جو کہنا چاہتے ہو' کہو اور اپنی ضرورت پیش کرو' وہ بولا' آپ اسے حکم دیں کہ وہ یہ گانا سنائے:

لاَ اَسۡتَطِیۡعُ سَلُوًّا عَنۡ مَّوَدَّتِهَا
اَوۡ یَصۡنَعُ الۡحُبُّ بِیۡ فَوۡقَ الَّذِیۡ صَنَعَا
اَدۡعُوۡ اِلٰی هَجۡرِهَا قَلۡبِیۡ فَیُسۡعِدُلِیۡ
حَتّٰی اِذَا قُلۡتُ' هٰذَا صَادِقٌ نَزَعَا

''میں اس کے ساتھ اس قدر محبت کرتا ہوں کہ میں اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا...... کیا یہ محبت میرے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر کچھ سلوک کرے گی؟''

''میں اپنے دل کو اپنی محبوبہ کی جدائی کے لیے آمادہ کرتا ہوں تو وہ میرا ساتھ دیتا ہے اور جب میں دل سے کہتا ہوں کہ میں یہ کام کرنے کا عزم مصمم کر چکا ہوں تو میرا کلیجہ باہر کو آنے لگتا ہے۔''

حاکم نے اسے اشارہ کیا' چنانچہ اس نے یہ گانا گا کر سنایا' حاکم کی مغنیہ نے اور اس

شخص نے شراب پی۔ بعد ازاں حکم دیا گیا اور برتنوں کو دوبارہ شراب سے بھر دیا گیا۔ حاکم نے اس شخص سے کہا: اپنی اور کوئی ضرورت پیش کرو' وہ بولا' آپ اسے حکم دیں کہ وہ یہ گانا سنائے:

تَخَیَّرْتُ مِنْ نُعْمَانَ عُودَ اِرَاکِهِ
لِهِنْدِ وَ لٰکِنْ مَنْ یُّبَلِّغُهٗ هِنْدًا
اَلَا عِرِّجَابِیْ بَارَکَ اللّٰهُ فِیْکُمَا
وَ اِنْ لَّمْ یَکُنْ هِنْدٌ لِاَرْضِکُمَا قَصْدًا

''میں نے وادی نعمان میں سے وہاں کے پیلو کی ایک شاخ ہند کے لیے منتخب کر لی لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ اسے ہند تک کون پہنچائے؟ اے دوساتھیو! اللہ آپ کو برکت دے' تم مجھے ساتھ لے چلو...... اگرچہ ہند تمھاری سرزمین کی طرف نہیں گئی۔''

چنانچہ اس نے یہ گانا بھی سنا دیا۔ پھر حاکم نے' اس شخص نے اور مغنیہ نے شراب پی' حاکم نے حکم دیا اور برتنوں کو سہ بارہ شراب سے بھر دیا گیا اور اس نے اس شخص سے کہا: ''اپنی مزید کوئی ضرورت پیش کرو۔'' اس نے کہا: میرے آقا! آپ اس سے کہیں وہ یہ گانا سنائے:

مِنَّا الْوِصَالُ وَ مِنْکُمْ الْهَجْرُ
حَتّٰی یُفَرِّقَ بَیْنَنَا الدَّهْرُ
وَاللّٰهِ مَا اَسْلُوکُمْ اَبَدًا
مَا لَاحَ نَجْمٌ اَوْ اَبْدٰی فَجْرُ

''ہمارے درمیان ملاقاتوں اور جدائیوں کا یہ سلسلہ جاری رہے گا' یہاں تک کہ زمانہ ہمارے درمیان مستقل جدائی ڈال دے...... اللہ کی قسم! جب تک تارے طلوع ہوتے رہیں گے یا فجر طلوع ہوتی رہے گی میں کبھی بھی تمھاری جدائی اور

فراق کو برداشت نہیں کر سکوں گا۔''

مغنیہ ابھی آخری شعروں تک نہیں پہنچی تھی کہ وہ شخص مدہوش ہو کر گر پڑا۔ حاکم نے مغنیہ سے کہا: اسے دیکھو تو سہی' کس حال میں ہے؟

وہ اٹھ کر اس کی طرف گئی...... اسے حرکت دی تو وہ مر چکا تھا...... حاکم نے اس سے کہا: ''اب تم اس پر روؤ۔''

وہ بولی: ''آقا...... آپ کی زندگی میں میں اس پر نہیں روؤں گی۔''

اس نے کہا: ''نہیں نہیں! ...... تمھیں اس پر رونا چاہیے' اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ رہتا تو تمھیں ساتھ لیے بغیر نہ جاتا' چنانچہ اس نے اس پر آہ و بکا کی اور خوب نوحہ کیا' حاکم نے اس کی بہترین تجہیز و تکفین اور تدفین کرنے کا حکم دیا۔

''میں تو ''صقر'' میں جاؤں گا''

''السعداء والاشقیاء'' (خوش قسمت اور بد بخت لوگ) کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ ایک موٹر وے پر ریاض شہر میں تین نوجوان ایک کار پر جا رہے تھے کہ وہ ایک حادثے کا شکار ہو گئے' دو تو موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے اور تیسرے میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ ٹریفک کا سپاہی جو اس حادثہ کے وقت موجود تھا' اس نے زخمی سے کہا:

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ" پڑھ لو۔ تو وہ بولا: "اَنَا فِی صَقَر...... اَنَا فِی صَقَر...... اَنَا فِی صَقَر...... میں صقر میں' میں صقر میں...... میں صقر میں جاؤں گا۔''

وہ یہی بات کہتے کہتے بالآخر فوت ہو گیا۔

سپاہی صقر کے مفہوم سے واقف نہ تھا۔ اس نے لوگوں سے دریافت کیا' صقر کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب قرآن میں ہے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾ (المدثر: ۷۴/ ۴۲'۴۳)

''اہل جنت' جہنمیوں سے پوچھیں گے: تم جہنم میں کیوں ڈالے گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔''

نیز قرآن میں دوسرے مقام پر ہے:

﴿وَمَا اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ، لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ، لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾

''اور آپ کو کیا معلوم کہ سقر...... جہنم...... کیا ہے؟ وہ جسم پر کچھ بھی باقی نہ چھوڑے گی' چہروں کو جھلسا کر رکھ دے گی۔''

ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کے لیے دعا گو اور خواستگار ہیں۔[1] (آمین)

---

[1] ماخوذ از کیسٹ زیرِ عنوان: کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

مرتے وقت دین کو برا بھلا کہنے لگا

یہ ایک نوجوان کا واقعہ ہے جو اپنی کار پر انتہائی تیز رفتاری سے رواں دواں تھا۔ وہ مکہ مکرمہ اور جدہ کے درمیان موٹر وے پر سفر کر رہا تھا۔ اچانک اسے ایک المناک حادثہ پیش آ گیا۔ وہ ٹیپ ریکارڈ پر مغربی میوزک اور گانے لگائے انتہائی شرمناک حرکات کرتا آ رہا تھا۔ اچانک کسی دیکھنے والے نے اس کی گاڑی کی طرف دیکھا تو سمجھا کہ وہ مر چکا ہے۔ ایک نیک آدمی جو اسی راستے پر سفر کر رہا تھا' وہ اپنی گاڑی سے نیچے اتر آیا۔

لوگوں نے جا کر اس نوجوان کو دیکھا تو وہ زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا۔ انہوں نے سوچا یہ اس کی زندگی کے آخری لمحات ہیں' ہم اسے اللہ کی یاد دلائیں اور ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ'' پڑھنے کی تلقین کریں' شاید یہ جوان ان الفاظ کو ادا کرے اور اس کی آخرت سنور جائے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ مِنَ الدُّنْيَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ))

''دنیا سے جاتے وقت جس کی زبان پر آخری کلمہ لا الہ الا اللہ جاری ہو گیا وہ جنت میں جائے گا۔''

وہ نیک بھائی بیان کرتے ہیں: ہم نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ اس نو جوان کو ہمارے ذریعے جہنم سے بچا لے۔ چنانچہ ہم اس کے قریب ہو کر اسے کلمہ توحید کی تلقین کرتے ہوئے کہنے لگے: بھائی ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھو۔

وہ بھائی کہتے ہیں' کاش! ہم اس سے یہ مطالبہ نہ کرتے' کاش! ہم اسے کلمۂ توحید کی

تلقین نہ کرتے' کاش! ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ اس نے کیا کہا؟...... اس نے وہی کہا جس کی اس سے قبل اس کی زبان عادی تھی...... ہر برتن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس کے اندر ہو اور جس کا وہ اسیر رہتا ہے۔ جو زبان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہتی ہے وہ عمر کے آخری لمحات میں بھی اللہ کا ہی ذکر کرتی ہے...... مگر جو دل شیطان کی یاد...... خواہشات کی محبت...... لذات کا خوگر...... گناہوں کا عادی...... نیک لوگوں سے متنفر رہتا...... اور ان سے استہزاء کرتا رہتا...... تمھارا کیا خیال ہے کہ وہ کیسی باتیں کرے گا!! اس نے کیا کہا؟...... کاش کہ اس نے یہ باتیں نہ کہی ہوتیں' اس نے ایسی بات کہہ دی جس نے اس کی دنیا اور عاقبت برباد کر کے رکھ دی۔ اس نے اپنے بارے میں کہا:

''مجھے نمازوں کی ضرورت نہیں' مجھے روزوں کی ضرورت نہیں۔''

اور پھر وہ دین کو کوسنے دینے لگا...... اس کی زبان ایسی ہی باتوں کی عادی تھی' جب بھی کوئی نیک آدمی اس کے پاس آ کر اسے نماز کے بارے میں کہتا تو یہ کہا کرتا تھا:

مجھے نمازوں کی اور روزوں کی ضرورت نہیں۔

اگر لوگ زیادہ ہی اصرار کرتے تو وہ ان کو اور دین کو کوسنے دینے لگتا' دین اسلام کو برا بھلا کہنے لگتا۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس کی زبان ایسی ہی باتوں کی عادی تھی' دنیا سے جاتے جاتے بھی اس نے یہی کہا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مرتے دم ہمیں کلمہ حق پر ثابت قدم رکھے۔

(آمین)

بوڑھے کمزور اٹھے ہاتھوں کی کپکپاہٹ اور عرش الٰہی سے عتاب

وہ اس کے ساتھ سختی کرتا' اس کے سامنے چیختا' دھاڑتا' برا بھلا کہتا بلکہ گالی گلوچ تک اتر آتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جسمانی قوت دی تھی' جسے وہ ظلم و جور اللہ کی نافرمانی کے کاموں اور استبداد میں صرف کرتا' حالانکہ وہ سراسر غلط روش پر چل رہا تھا۔ اس کی ضعیف ماں اکثر اسے سمجھایا کرتی کہ وہ اپنی تندی' تیزی' خشکی اور سرکشی کو ذرا کم کرے' مگر اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگتی۔

اس کے قرب و جوار میں رہنے والے سب لوگ اس سے نفرت کرتے' حتیٰ کہ اس کی بیوی اس کی بے جا سختی اور زیادتی کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے اسے چھوڑ گئی۔ جبکہ اس کی بوڑھی والدہ اس کی خدمت میں لگی رہتی' اس کے سارے کام بجا لاتی' حالانکہ وہ عمر کے اس حصہ میں پہنچ چکی تھی کہ وہ تو خود اس کی نگرانی اور خدمت کی محتاج تھی۔ اس صورت حال پر اکثر و بیشتر اس بوڑھی کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کے رخساروں پر آ گرتے' وہ اللہ تعالیٰ سے التجائیں کرتی کہ اللہ کریم! اس کے جگر گوشہ کو راہِ راست پر لائے اور اس کے دل کو ہدایت سے نوازے۔ اور وہ کیوں نہ ایسی دعائیں کرتی کہ یہ اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کا باپ فوت ہو چکا تھا اور وہ اس کے بچپن سے ہی اس کی پرورش کرتی اور ذمہ داریاں پوری کرتی چلی آ رہی تھی' وہ اس کی سرکشی و زیادتی کو برداشت کرتی آ رہی تھی' اسے توقع تھی کہ شاید اللہ تعالیٰ کبھی اسے راہِ راست پر آنے کی توفیق دے دے۔ مگر اس کی سرکشی حد سے تجاوز کر کے آخری حدوں تک پہنچ چکی تھی۔

یہ ایک دن اپنی ماں کے پاس گیا' اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ جا کرتے

ہی دھاڑتے ہوئے بولا: تم نے ابھی تک کھانا تیار نہیں کیا؟

یہ بڑھیا اپنے لرزتے ہاتھوں اور کمزور جسم کو سنبھالتی ہوئی اٹھی جسے طویل بڑھاپے بیماریوں اور غموں کے حملوں نے کمزور اور ناتواں کر رکھا تھا' وہ اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کھانا تیار کرنے کے لیے اٹھی' کھانا تیار کر کے اس کے سامنے پیش کیا۔ اس نے کھانا دیکھا تو اسے اچھا نہ لگا' اس نے کھانا زمین پر دے مارا۔ اور اسے برا بھلا کہنے اور گالیاں دینے لگا' وہ بولا:

''میں جانتا ہوں کہ تو کسی کام کی نہیں رہی' میں ایک بے کار بوڑھی عورت کے ساتھ پھنسا ہوا ہوں' معلوم نہیں میری اس سے کب جان چھوٹے گی؟''

یہ باتیں سن کر ماں رونے لگی اور ہچکی لے کر کہنے لگی:

''بیٹا! اللہ سے ڈر...... کیا تو جہنم سے نہیں ڈرتا؟ کیا تو اللہ کی ناراضی اور غصے سے نہیں ڈرتا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کو حرام ٹھہرایا ہے' کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ میں تیرے لیے بددعاء کر سکتی ہوں؟''

وہ ماں کی باتیں سن کر مزید طیش میں آ گیا...... اس کا پاگل پن آخری حدوں تک پہنچ ہو گیا' اس نے اس کے کپڑوں سے اسے پکڑ کر غصے سے اٹھایا' اور زور زور سے اسے جھنجوڑنے لگا' اور بکنے لگا: ''سن! مجھے ان نصیحتوں کی ضرورت نہیں' میں وہ نہیں جسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر!''

اور پھر ساتھ ہی اسے زور سے دھکا دے کر دور پھینک دیا' ماں چہرے کے بل دور جا گری۔ ماں کے رونے کی سسکیاں اور بدطینت بیٹے کی حقارت آمیز مسکراہٹ کی آوازیں آپس میں گڈ مڈ ہوئیں اور وہ بولا: اب تو مجھ پر بددعا کرے گی؟ تو سمجھتی ہے کہ اللہ تیری دعائیں قبول کر لے گا؟ وہ اپنی ماں سے حقارت بھرے لہجے میں اس کو استہزاء کرتا' اس کی باتوں کا مذاق اڑاتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس کا دل پتھر ہو چکا تھا۔

بیچاری ماں کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہہ رہے تھے' وہ اپنی ان راتوں اور دنوں پر

رونے لگی جن میں اس نے اس کی پرورش کی خاطر مشقتیں اٹھائی تھیں۔ وہ اپنی جوانی پر رونے اور افسوس کرنے لگی، جسے اس نے اپنے اس نافرمان متکبر بیٹے کی تربیت میں گنوایا تھا۔ وہ اپنی ماں کو روتا سسکتا چھوڑ کر اپنی کار پر سوار ہو کر چلا گیا، وہ اپنے آپ میں بڑا خوش تھا، وہ بلند آواز سے ریکارڈر آن کر کے فحش گانے سن رہا تھا، وہ اپنی جس ماں کو روتا غمگین چھوڑ کر آیا تھا اور اس کے ساتھ جو برا سلوک کر کے آیا تھا، اسے بھول چکا تھا۔ وہ اکیلی بیٹھی دل پر غم کی شدید تکلیف جھیل رہی تھی، بیٹے کے بے انتہا ظلم اور بدسلوکی پر اس کا دل جل رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی: کاش! میں نے اسے نہ جنا ہوتا، اس نے اس سب کچھ کے باوجود بیٹے پر بددعا تو نہ کی...... اس نے صرف اتنا ہی کہا:

"حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ"

''میرے لیے میرا اللہ ہی کافی ہے اور وہی میرا کارساز ہے۔''

یہ بدبخت شہر کے ملحقہ قریبی حصے کی طرف بے تحاشا رفتار سے گاڑی دوڑائے چلا جا رہا تھا...... راستے میں اچانک ایک اونٹ سامنے آ گیا...... اس کی رفتار کنٹرول سے باہر تھی...... اس کا توازن بھی برقرار نہ رہ سکا...... اس نے گاڑی روکنے کی پوری کوشش کی...... اللہ کی تقدیر سے اس کو مفر نہیں...... گاڑی کے لوہے کا ایک ٹکڑا چھرا بن کر اس کی انتڑیوں میں گھستا چلا گیا، وہ مرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دی۔ اسے اٹھا کر شہر کے ہسپتال میں لایا گیا، اس کے پے در پے کئی اپریشن ہوئے۔ لیکن سب ناکام...... بالآخر وہ بستر سے لگ کر رہ گیا، اس میں حرکت کرنے کی بھی سکت نہ رہی، وہ بول بھی نہ سکتا تھا۔ وہ کافی عرصہ اسی طرح لوگوں کے لیے نمونۂ عبرت بنا رہا۔

آخر توبہ اور عمل صالح کی توفیق کے بغیر ہی موت کے آہنی ہاتھوں نے اسے دبوچ لیا اور وہ منوں مٹی کے نیچے جا دفن ہوا۔[1]

---

[1] من الحیاة، مجموعة قصصية، نوال بنت عبدالله: ص ۵۴، ۵۲۔

بری خواہشات کا ہلاکت خیز جال

رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا۔ لوگ ذوق وشوق سے روزے رکھ رہے اور راتوں کو قیام کر رہے تھے۔ لیلۃ القدر کی تلاش میں سرگردان اور تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے تاکہ دلوں کی اصلاح ہو جائے اور گزشتہ زندگی میں ان سے جو گناہ سرزد ہوئے' وہ معاف ہو جائیں اور اللہ رب العالمین کی رضا وخوشنودی حاصل کر لیں۔

مگر ایک نوجوان وہ کسی دوسرے جہان میں مگن تھا' وہ اپنی محبوبہ سے ملاقات کے لیے ٹیلی فون پر پروگرام بنا رہا تھا...... اس کی پوری کوشش تھی کہ وہ آج کی رات اپنی دلی تمناؤں کو پورا کرتے ہوئے بسر کرے۔ چنانچہ پروگرام طے ہوگیا اور ملاقات کی جگہ بھی طے ہوگئی اور وہ بھی ایک ایسی مسجد جو نمازیوں اور رکوع وسجود کرنے والے لوگوں سے بھری پڑی تھی۔ اس نوجوان نے نہایت عمدہ پوشاک زیب تن کی' خوشبو لگائی۔ شیطان اس کے کندھوں پر سوار تھا۔

اور پھر یہ گاڑی چلاتا اس مسجد کی طرف جا رہا تھا...... مگر اللہ کی عبادت کے لیے نہیں بلکہ اپنی شہوت کو پورا کرنے اور حرام کی لذت سے لطف اندوز ہونے کے لیے۔ اچانک ایک چوک میں...... اس کی گاڑی...... دوسری گاڑی سے...... جا ٹکرائی اور وہ...... چند ہی لمحوں میں...... اس دنیا سے...... رخصت ہوگیا۔

دعا ہے کہ اللہ کریم اسے معاف کر دے اور اس کی مغفرت فرما دے' ایسی خواہشات بری خواہشات ہیں اور ایسا انجام بھی انتہائی برا اور بھیانک انجام ہے۔[1]

---

[1] ابراہیم الدویش کی آڈیو کیسٹ ''خواہشات اور تمنائیں'' سے ماخوذ د سموع۔

زندگی کے آخری لمحات تک محرومی

سرداری و چودہراہٹ کی محبت شروع میں انسان کو دخول ایمان سے روکتی ہے اور بالآخر اسے ایمان سے محروم کر دیتی ہے...... عبداللہ بن ابی سلول ...... رئیس المنافقین...... اپنی قوم کا سردار تھا' قوم میں اس کو ایک نمایاں مقام اور حیثیت ملی ہوئی تھی' اوس اور خزرج نے متفقہ طور پر اسے اپنا سردار تسلیم کیا اور اسے ریاست و قیادت کا سہرا سونپنے کے لیے ایک تاج بھی تیار کیا۔ اس کے لیے ایک تخت بھی بن چکا تھا اور ان قبائل نے اس کی سمع و طاعت کے عہد و پیمان تک باندھ لیے تھے' کہ انھیں دنوں مدینہ منورہ اسلام کے نور' قرآن کی روشنی سے جگمگا اٹھا اور خیر الانام ﷺ کے قدومِ مبارک سے مشرف و منور ہوا' لوگ رسول اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ پر ایمان لے آئے۔

یہ واقعہ عبداللہ بن ابی پر بجلی بن کر گرا۔ اور اس کے سارے خواب سراب ہو گئے' ان حالات میں وہ اور تو کچھ کر نہ سکتا تھا۔ اس نے اپنے دل میں اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف منافقت اور دشمنی پال لی اور وہ اپنے بدترین مذہب اور خسیس ترین معدن...... کان...... کی بنیاد رکھ کر اسے تقویت دینے لگا۔ اگر آپ غور کریں تو معلوم ہو گا کہ اس عقل مند' دانش مند کو سرداری اور چودہراہٹ کی محبت نے اسلام قبول کرنے سے نہ صرف باز رکھا بلکہ اسے اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے بنا دیا اس کے ساتھ ہی آپ کو تصویر کا دوسرا رخ دکھلاتا چلوں' جو انتہائی عجیب اور انجام کار اسی سے ملتا جلتا ہے کہ رومی بادشاہ ہرقل جس پر اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت و حقانیت عیاں ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اسلام قبول

کرنے پر آمادہ نہیں اور اگر وہ اس بارے میں اپنی قوم سے اختلاف کرے تو وہ اپنے تخت اور حکومت سے محروم ہو جائے گا' تو اس نے فوراً اپنے مؤقف سے اعراض کرتے ہوئے اور قوم کے سامنے رسوائی سے بچنے اور سبکی کو مٹانے کے لیے ایسا حیلہ کیا کہ اس کے دل کی بات لوگوں کے سامنے عیاں بھی نہ ہو اور وہ اپنی سرداری وحکومت کو بھی بچا لے۔ چنانچہ زندگی کے آخری لمحہ تک وہ کفر پر ہی رہا۔[1]

[1] صحیح البخاری' کتاب بدؤ الوحی' عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

علوک شاعر کا ذلت ناک انجام

بیان کیا جاتا ہے کہ مشہور شاعر علی بن جبلہ المعروف علوک نے ایک نہایت عمدہ قصیدہ کہہ کر خلیفہ مامون کی خوب مدح سرائی کی اور حمیدی طوسی کی وساطت سے اس نے اپنا قصیدہ خلیفہ کی خدمت میں بھجوایا۔ مامون نے حمید طوسی سے کہا کہ علوک نے تمھاری اور ابودلف عجلی کی جو مدح کی ہے ہم اس کا موازنہ اس قصیدہ سے کریں گے' اگر اس کا ہماری مدح میں قصیدہ عمدہ ہوا تو ہم اسے دس ہزار عطا کریں گے ورنہ ہم اسے سو کوڑے رسید کریں گے۔ حمید نے یہ بات قبول کر لی مگر علوک نے معذرت کر لی۔

ابن المعتز نے طبقات الشعراء میں لکھا ہے:

''جب مامون کو اس قصیدہ کی اطلاع ملی تو وہ شدید غضب ناک ہوا' اس نے حکم جاری کر دیا کہ وہ جہاں بھی ہو اسے ڈھونڈ کر میرے سامنے حاضر کیا جائے' لوگوں نے اسے تلاش کیا مگر وہ نہ ملا کیونکہ وہ پہاڑوں میں جا مقیم ہوا تھا۔ اسے جب یہ خبر پہنچی تو وہ جزیرہ فراتیہ کی طرف بھاگ گیا' خلیفہ نے ملک کے اطراف میں اعلان کرا دیا تھا کہ وہ جہاں بھی ملے اسے گرفتار کر لیا جائے' وہ جزیرہ سے فرار ہو کر شام کے علاقوں میں چلا گیا...... آخر کار پکڑا گیا اور اسے قید کر کے مامون کے ہاں پیش کیا گیا...... تو خلیفہ نے اس سے کہا: کیا تم ہی نے ابو دلف قاسم بن عیسیٰ کی مدح میں یہ شعر کہے ہیں:

كُلُّ مَنْ فِي الأَرْضِ عَرَبٌ ......الخ

تو نے ان شعروں میں ہمیں اس سے گھٹیا قرار دیا ہے' تو اس نے کہا: امیر المومنین! آپ لوگوں کا گھرانہ تو ایسا ہے کہ اس کا مقابلہ کیا ہی نہیں جا سکتا...... اللہ تعالیٰ نے آپ

کے خاندان کو تمام لوگوں میں سے اپنے لیے منتخب کیا۔ آپ لوگوں کو اس نے کتاب اور حکومت عطا فرمائی' میں نے تو اپنے ان شعروں میں قاسم بن عیسیٰ جیسے لوگوں کو ان جیسا بننے کی ترغیب دلائی ہے' تو خلیفہ نے کہا:

''اللہ کی قسم! تم نے کسی کو باقی نہیں رہنے دیا...... اور ہمیں عام لوگوں میں شامل کر دیا ہے' لہٰذا اس قصیدہ کی وجہ سے تمھیں قتل نہیں کر سکتا' البتہ تم نے ایک ذلیل وحقیر شخص کی مدح میں جو شعر کہے ہیں ان میں تم نے اسے مالک و قادر کہہ کر کفر اور اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ تم نے کہا ہے:

أَنْتَ الَّذِیْ تُنْزِلُ الْاَیَّامَ مَنِیْزِلَهَا
وَ تَنْقُلُ الدَّهْرَ مِنْ حَالٍ اِلٰی حَالٍ

''تم ہی ہو جو ایام کو ان کے صحیح مقام پر لے جاتے ہو اور زمانے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل کرتے ہو۔''[1]

وَ مَا مَدَدْتَ مَدٰی طَرْفٍ اِلٰی اَحَدٍ
اِلاَّ قَضَیْتَ بِاَرْزَاقٍ وَ آجَالٍ

''اور تم اپنا دستِ سخا جس طرف بھی پھیلاؤ تو تم لوگوں کے رزق یا ان کی موت کا فیصلہ کر دیتے ہو۔''[2]

حالانکہ درحقیقت یہ کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے' لہٰذا اس کی زبان گدی سے کھینچ دو۔''[3]

لہٰذا ایسا ہی کیا گیا اور اس کے نتیجہ میں وہ مر گیا...... یہ واقعہ ۲۱۳ھ کو بغداد میں وقوع پذیر ہوا۔

---

[1] علی بن جبله المعروف عکوك مشہور شاعر ہے' نابینا تھا' اس نے ابودلف عجلی اور ابو غانم حمید طوسی کی مدح میں شاندار قصیدے کہے ہیں۔

[2] الطبقات لابن المعتز: ص ۱۷۲۔

[3] وفیات الاعیان' ج ۳/ ص ۳۵۱۔

ایک لڑکے کی محبت لے ڈوبی

یہ ایک ایسے آدمی کا واقعہ ہے' جسے ایک نوجوان سے محبت ہوگئی اور وہ اس کی زندگی کا حصہ بن گیا۔ اس کی نظر میں اس کے محبوب کی رضا مندی روئے زمین کے لوگوں کی رضا مندی کے برابر تھی۔ اس نوجوان کی محبت اس کے دل میں ایسے گھر کر گئی کہ اس کا عشق لوگوں میں ضرب المثل بن گیا۔

اس شخص کی محبت کی وجہ سے یہ نوجوان سبکی محسوس کرنے لگا' اس نے اپنے دین کی حفاظت اور بدنامی سے بچنے کے لیے فیصلہ کیا کہ وہ دور کہیں جا کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے' اسے قرآن کی یہ آیت یاد تھی:

''اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو میں بڑے دن میں اپنے رب کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

اپنے محبوب کی جدائی اسے اس قدر گراں گزری کہ وہ بیمار پڑ گیا' اس کا جسم کمزور ہو گیا اور وہ اسی غم میں صاحب فراش ہو کر رہ گیا۔ اسی دوران اس کا ایک قابل اعتماد دوست اس کی عیادت کے لیے آیا' تو اس نے اپنے سارے احوال اس کے گوش گزار کر دیے۔ وہ شخص اس سے متاثر ہوا اور وعدہ کیا کہ وہ اسے اس کے پاس لائے گا' یہ وعدہ کر کے وہ اس نوجوان کے پاس گیا اور جا کر اس سے کہا کہ تمھاری وجہ سے فلاں آدمی شدید بیمار ہے' تم اس کے ہاں کیوں نہیں چلے جاتے......شاید تمھیں دیکھ کر اسے سکون آ جائے اور اللہ اسے صحت دے دے۔

یہ حالات سن کر نوجوان کو ترس آیا اور اس نے اس کی ملاقات کے لیے آنے کا وعدہ

کر لیا۔ اس دوست نے جا کر اپنے اس عاشق دوست کو خوشخبری سنائی کہ تمھارا محبوب فلاں روز آ رہا ہے۔ یہ خوشخبری سنتے ہی اس کی بیماری دور ہوگئی اور انتظار کے ان دنوں میں اس کی کمزوری دور ہوگئی اور قوت عود کر آئی کہ وہ عنقریب اپنے محبوب ''اسلم'' کی زیارت و ملاقات سے بہرہ ور ہونے والا ہے۔ جب وقت مقررہ آیا تو اس نوجوان کو اللہ کا خوف آیا اور وہ اپنے بارے میں فکر مند ہوا' اس نے سوچا کہ وہ گناہ کے کام کے لیے ہرگز نہ جائے۔ یہ سوچ کر اس نے آخری لمحات میں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ تو وہ دوست غمگین ہو کر اپنے اس عاشق بیمار دوست کے ہاں گیا اور اسے بتلایا کہ اسلم راستے میں سے واپس چلا گیا اور اس نے تم سے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کی بیماری عود کر آئی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ بیمار پڑ گیا' اس پر موت کی علامات نمودار ہوگئیں...... اور اس نے آخری لمحات میں یہ شعر کہے:

اَسْلَمُ یَا رَاحَةَ الْبَالِ الْعَلِیْلِ
وَ یَا شِفَاءَ الْمُذْنِفِ النَّحِیْلِ
رِضَاكَ اَشْهٰی اِلٰی فُؤَادِیْ
مِنْ رَحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِیْلِ

''اسلم! اے بیمار دل کی راحت اور بیمار' کمزور کی شفاء' تمھاری خوشنودی میرے نزدیک اللہ خالق جلیل کی رحمت سے زیادہ محبوب ہے۔''

یہ سن کر اس کے دوست نے کہا: ''اللہ سے ڈرو' تم کیا کہہ رہے ہو؟''

وہ بولا: ''(کیا کروں) بات ایسے ہی ہے۔'' یہ سن کر دوست اٹھ کر باہر کو چلا' ابھی وہ دروازہ سے باہر نہیں آیا تھا کہ اسے موت کی چیخ سنائی دی۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے برے انجام سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اللہ کے نبی کے خلاف بددعا کرنے والے کا انجام

اگرچہ یہ واقعہ آپ پچھلے صفحات میں پڑھ آئے ہیں۔ بعض دوسرے مراجع میں اس کی کچھ مزید تفصیلات ملتی ہیں۔ یہاں آپ اس واقعہ کے کچھ دیگر پہلوؤں کو آشکار ہوتے ملاحظہ کریں گے۔

بلعم بن باعورا قدیمی بنی اسرائیلیوں میں سے تھا۔ وہ مستجاب الدعوات تھا۔ اللہ کا اسم اعظم جانتا تھا۔ اور ''مدینۃ الجبارین'' میں اس کی سکونت تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں کو لے کر جبارین کے شہر میں پہنچے تو بلعم کے رشتہ داروں نے اس کے پاس جا کر موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی طاقت اور ان کے جرأت و دلیری کے ساتھ ان کے شہر آ جانے کی وجہ سے پیش آمدہ خطرہ کی اس سے شکایت کی۔ تو وہ بولا: میں اگر اللہ سے یہ دعا کروں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو واپس لوٹا دے۔ تب میری تو دنیا اور آخرت برباد ہوگئی۔ وہ لوگ اس کے پاس ہی رہے تا آنکہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں پر بددعا کی اور اس طرح وہ ہلاک ہوا۔

سدی کا بیان ہے کہ جب چالیس برس گزر گئے اور یوشع بن نون نبی کی حیثیت سے مبعوث ہوئے۔ تو آپ نے بنی اسرائیل کو بلا کر انہیں بتلایا کہ اب وہ اللہ کے نبی ہیں اور اللہ نے انہیں جبارین کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

بنی اسرائیل نے ان سے بیعت کی اور ان کی تصدیق بھی کی۔ ان کا ایک آدمی جس کا نام بلعم تھا' اس نے کفر کیا اور جبارین کے پاس جا کر اس نے ان سے کہا: تمہیں بنی اسرائیل سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم جب ان سے مقابلہ کے لیے نکلو گے تو

میں ان پر بددعا کردوں گا اور وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ بہت مال دار تھا۔

شیطان اس پر غالب آیا ہوا تھا' وہ اسے جو کہتا یہ وہی کر گزرتا'

﴿ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ ﴾

''وہ تھا ہی گم راہوں میں سے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ○ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (الأعراف: ۱۷۵'۱۷۶)

''اور آپ انہیں اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیں جسے ہم نے اپنی آیات عطا کی تھیں مگر وہ ان سے لاتعلق و بے غرض ہوا اور شیطان کی پیروی کرنے لگا تو گم راہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیات سے ہم اس کے درجات کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل رہا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا رہا' تو اس کی مثال اس کتے کی سی ہو گئی کہ اگر اس پر سختی کرو تو زبان نکالتا ہے اور اسے کچھ نہ کہو تو تب بھی زبان نکالتا ہے۔ یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ آپ ان کے سامنے یہ قصہ بیان کریں تا کہ وہ غور و فکر کریں۔''[1]

[1] من اخبار المنتكسين' صالح العصيمى ص ۲۲۷' ۲۲۸

خوابہائے بے نتیجہ

ابن الفارض عمر بن علی حموی' متوفی ۶۳۲ھ جو وحدت الوجود جیسے گمراہ کن عقیدے کا علم بردار تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ جل وعلا اپنی مخلوقات کے اندر حلول کرتا ہے' بندہ رب اور رب' بندہ ہے' ان میں کچھ فرق نہیں۔ وہ ظالم جو باتیں کہتا تھا' ان سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

ثقہ اہل علم جنھوں نے اسے مرتے وقت دیکھا تھا' ان کا بیان ہے کہ اس نے مرتے وقت دو شعر کہے۔ ان میں وہ اپنی بدبختی اور ہلاکت پر روتے ہوئے اور افسوس کرتے ہوئے کہتا ہے:

اِنْ کَانَ مَنْزِلَتِیْ فِی الْحُبِّ عِنْدَکُمْ
مَا قَدْ رَاَیْتُ فَقَدْ ضَیَّعْتُ اَیَّامِیْ
اُمْنِیَةٌ ظَفِرَتْ نَفْسِیْ بِهَا زَمَنًا
وَ الْیَوْمَ اَحْسِبُهَا اَضْغَاثُ اَحْلَامِیْ

''تم لوگ مجھ سے جس قدر محبت کرتے ہو' اگر میرا مقام وہی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو یاد رکھو کہ میں نے اپنی ساری عمر ضائع کر دی' یہ محض خواہشات تھیں کہ ایک عرصہ تک میں ان میں مشغول رہا' آج میں ان خواہشات کو بے نتیجہ دیکھ رہا ہوں۔''

اس نے یہ اعتراف اس وقت کیا جب اس نے اللہ جل وعلا کی ناراضی کا مشاہدہ کر لیا اور حقیقت حال اس پر منکشف ہوگئی۔ اس سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص اللہ کے دین میں بدعات اختیار کرتا ہے' اس کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوتا۔[1]

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۲۲/ ۳۶۸۔ و وفیات الاعیان: ۳/ ۴۵۴۔

چہرا کالا سیاہ اور خوفناک ہو گیا

چار نوجوان ایک جگہ اکٹھے کام کیا کرتے تھے' انھیں وہاں کئی سال گزر گئے' وہ اپنی آمدنی جمع کرتے تھے' انھیں جب بھی پتہ چلتا کہ کسی شہر میں عیاشی کے مواقع ہیں تو وہ وہیں جا پہنچتے...... حسب معمول وہ ایک دن بیٹھے تھے کہ انہوں نے ایک ایسے شہر کے متعلق سنا جہاں وہ کبھی نہیں گئے تھے۔

انہوں نے پختہ عزم کیا کہ وہ رقم جمع کر کے اس دفعہ وہاں جائیں گے۔ روانگی کا وقت ہوا تو وہ ہوائی جہاز پر سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے وہاں ایک ہفتہ سے بھی زائد وقت زنا اور شراب نوشی وغیرہ میں گزارا اور ایسے ایسے کام کرتے رہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ بلکہ غضبناک کر دیتے ہیں۔

ایک دفعہ رات کا کافی حصہ بیت چکا تھا اور وہ اللہ کی معصیت اور فجور اور کھیل کود اور بدکاری میں مصروف تھے۔ اسی دوران ان میں سے ایک آدمی بے ہوش ہو کر گرا...... تینوں دوست اس کی طرف لپکے...... ان میں سے ایک نے اس سے کہا: بھائی! ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' پڑھ لو۔ تو وہ کہنے لگا:

> ''پرے ہٹ! مجھے شراب کا ایک جام اور پلا اور اے فلاں رقاصہ!...... میرے قریب آ جا۔''

اور اسی دوران اس کی روح پرواز کر گئی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت کے خواستگار ہیں۔

ان تینوں نے جب اپنے ساتھی کو اور اس کے عبرت ناک انجام کو دیکھا تو وہ رونے لگے اور توبہ کرتے ہوئے گناہ کے اس اڈے سے باہر آ گئے اور اپنے ساتھی کا تابوت تیار کرا کے اسے ساتھ لیے واپس آئے۔ ایئر پورٹ پر پہنچ کر انھوں نے تابوت میں اس کے چہرے کو دیکھا تو وہ انتہائی سیاہ اور مکروہ ہو چکا تھا...... اللہ کی پناہ......

میرے بھائی!...... اچھے عمل کرو تا کہ آپ کا چہرہ روشن ہو اور اس جہان میں کامیابی کے لیے کوشش کرو، جس کے ساتھ اللہ سے ڈرنے والے تیاری کرتے ہیں، تا کہ تم بھی ان لوگوں میں سے بن جاؤ، جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۰۷)

''اور جن کے چہرے روشن ہوں گے، وہ اللہ کی رحمت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''[1]

---

[1] التحذیر من سوء الخاتمة، عبدالحمید السیحبانی: ۵۰، ۵۱۔

اس نے چیخ ماری اور چل بسا

ایک شخص کا بیان ہے کہ ہمارے وطن میں ایک تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم آدمی نے مجھ سے بیان کرتے ہوئے' تین بار حلفاً کہا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں' یہ عین حقیقت ہے اور مجھے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں' میں مریض تھا اور ایک ہسپتال میں زیر علاج تھا کہ میرے کمرے میں میرے ساتھ والے بستر پر ایک مریض لایا گیا' اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا' دوسرے دن اس کا رنگ حنوطی ہو گیا اور تیسرے دن وہ ہماری طرح تھا۔ میں سمجھا کہ شاید اس کی طبیعت سنبھل رہی ہے...... مگر افسوس کہ چوتھے دن اس کا رنگ سیاہ ہونے لگا اور پانچویں دن اس کا رنگ مزید سیاہ ہو گیا اور دن بدن اس کی سیاہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

وہ اس قدر خوفناک ہو گیا کہ اسے دیکھ کر ہمیں خوف آنے لگا۔ میں اسے پہلے سے جانتا تھا' وہ نمازوں میں سستی کیا کرتا اور بیرون ملک جا کر منشیات استعمال کرتا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

میں اس کے قریب جا کر قرآن پڑھنے لگا۔ اس کے منہ سے انتہائی بدبودار اور کریہہ قسم کی بدبو آرہی تھی...... میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا تو وہ زور زور سے چیخنے لگا۔ میں خوف زدہ ہو کر اس سے ایک طرف ہٹ گیا۔

دوسرے مریض نے مجھ سے کہا: تم تلاوت قرآن کا سلسلہ جاری رکھو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو اس پر ہرگز قرأت نہیں کروں گا۔ اس نے کہا: اچھا تم ساتھ والے کمرے میں جا کر فلاں آدمی کو بلا لاؤ' تاکہ وہ اس پر قرأت کرے۔ اب وہ نوجوان آ کر تلاوت کرنے لگا' تو اس مریض نے ایک زوردار چیخ ماری' اس نے تلاوت جاری رکھی۔

یہاں تک کہ اس نے تیسری دفعہ تو انتہائی خوفناک اور ڈراؤنی قسم کی چیخ ماری' ڈاکٹر کو بلایا گیا' ڈاکٹر نے سیتھ سیکوپ اس کے سینے سے لگا کر بتلایا کہ یہ تو ختم ہو چکا ہے۔[1]

---

[1] المرجع السابق: ۵۲'۵۳۔

جب زندگی کی گاڑی چھوٹ گئی

ایک شخص نے بیان کیا کہ میں تعلیم کے سلسلہ میں امریکہ میں مقیم تھا۔ اکثر نوجوانوں کی طرح میں بھی اپنی راتیں عیش وعشرت اور رقص و سرود کی محفلوں میں بسر کرتا۔ ایک دفعہ ہم اسی قسم کی ایک محفل میں دادِ عیش دینے کے بعد واپس آ رہے تھے' ہم میں سے کچھ لوگ تو ہاسٹل آ گئے اور ہمارا ایک ساتھی پیچھے رہ گیا' ہم نے سمجھا کہ وہ کچھ دیر بعد آ جائے گا۔ ہم کافی دیر اس کا انتظار کرتے رہے مگر وہ نہ آیا۔

ہم اس کی تلاش میں نیچے آئے اور ادھر ادھر اسے تلاش کرتے رہے' آخر کار ہم نے سوچا کہ وہ عمارت کے نیچے تعمیر شدہ گیراج میں ہوگا۔ ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ گاڑی کا انجن سٹارٹ ہے اور ہمارا دوست گاڑی میں بے سدھ پڑا ہے اور موسیقی رات سے مسلسل جاری ہے ہم نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

دروازہ کھول کر ہم نے اسے آواز دی: اے بھائی!......دوست! مگر وہ تو اسی وقت اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا' جب اس نے گیراج میں آ کر گاڑی روکی تھی۔

یہ اس نوجوان کا انتہائی الم ناک انجام تھا۔ اسے دیکھ کر بہت سے نوجوانوں کو عبرت ہوئی' ان کی آنکھیں کھل گئیں' توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا داعیہ ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔ وہ لوگ اس دوست کا یہ انجام دیکھ کر شرابیں پینے اور فسق و فجور میں اوقات گزارنے سے توبہ تائب ہو گئے اور اللہ کے فضل سے ان کی زندگیوں میں انقلاب آ گیا' کہ ان کے دوست کا انجام اللہ تعالیٰ کی معصیت میں ہوا۔

عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے اس کے انجام میں درسِ عبرت ہے۔ البتہ حد سے تجاوز کرنے والے اور نافرمانوں پر اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔[1]

---

[1] المرجع السابق: ٤٩٬٤٨۔

ایک نوجوان جلتی آگ میں

یہ واقعہ ایک نوجوان کا ہے' اس کا نام م' ق اور عمر تقریباً ۲۲ برس تھی' وہ نوجوان بہت تیز' ہوشیار تھا' بہت سی گیموں کا ماہر تھا' اس کی زندگی قابل رشک تھی' ان کے گھر کا ماحول بھی بہت اچھا تھا' اسے چند برے دوستوں کی محفل مل گئی' ابتداء میں وہ ان کے ساتھ کھیل کود کے لیے جاتا' پھر آہستہ آہستہ یہ حالت ہوگئی کہ وہ راتوں کو دیر تک ان کے ساتھ جاگتا رہتا۔ اب وہ ان کے ساتھ بری محفلوں میں جانے لگا۔ پہلے پہل وہ سگریٹ نوشی کرنے لگا پھر آہستہ آہستہ بعض دیگر مہلک منشیات بھی استعمال کرنے لگا اور پھر بڑے بڑے نشے کرنے لگا۔ شروع میں تو یہ چیزیں اس کے دوست اسے مہیا کرتے تھے لیکن جب وہ ان کا خوب عادی ہوگیا تو اپنے پیسوں سے خریدنے لگا۔ بالآخر اس نے منشیات حاصل کرنے کے لیے اپنی گاڑی بھی فروخت کردی' دن بدن اس کی حالت بگڑتی چلی گئی' گھر والوں نے اس کی خراب حالت اور مجبوری کے پیش نظر اسے مزید دولت دے دی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کس قسم کی عیاشیوں کا عادی ہو چکا ہے۔

اس کی صحت مزید بگڑتی چلی گئی' اس کا وزن کم ہوگیا' درجۂ حرارت تیز رہنے لگا' اس کے گردوں میں جلن پیدا ہوگئی' اس کے گھر والے اسے ہسپتال لے گئے تو اس کے طبی معائنہ سے پتا چلا کہ وہ تو ایڈز جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو چکا ہے۔

ملک فیصل ہسپتال کے شعبہ ایڈز کے ڈاکٹروں کے بورڈ نے اس کے مشاغل کے مہلک انجام کے متعلق بتلایا کہ اگر شروع میں پتا چل جاتا تو کچھ دوائیں استعمال کر کے اس کی روک تھام اور علاج ممکن تھا' اب اس بیماری کو کم کرنے اور بڑھنے سے روکنے کے لیے

سب سے پہلے اسے منشیات کے استعمال سے روکنا ضروری ہے' تاکہ اس کا صحیح علاج معالجہ ہو سکے۔

اس نے علاج شروع کیا اور ڈاکٹروں کی ہدایات پر عمل کرنے کا بھی پختہ وعدہ کیا' مگر افسوس کہ وہ اس پروگرام کو جاری نہ رکھ سکا۔ اس نے علاج میں کوتاہی کی اور ایک دفعہ پھر منشیات استعمال کرنا شروع کر دیں' اس کے گھر کے بعض افراد نے اسے منشیات مہیا کر دیں جس سے اس کے ایڈز کے مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ علاج کی تمام تدابیر ناکام ہو گئیں۔

اس کی صحت بگڑتی چلی گئی...... اس کے سر اور جسم میں بکٹیریا کی شدید جلن پیدا ہو گئی' اسے طویل عرصہ تک ہسپتال میں زیرِ علاج رکھا گیا' مگر کوئی بھی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور ایڈز کا یہ مریض ۲۵ سال کی عمر سے پہلے قبر کی آغوش میں جا سویا۔[1]

---

[1] المکافه' شماره ۲۵' شوال ۱۴۲۱ھ۔

اپنے آپ کو شتر بے مہار بنا لیا

یونیورسٹی کا ایک طالب علم جس کا نام ع' م اور عمر تقریباً ۲۱ سال تھی۔ اس کا واقعہ بھی انتہائی افسوس ناک ہے' وہ یونیورسٹی کے تیسرے تعلیمی سال میں تھا کہ اس کی اپنے ہم کلاس بعض اوباش نوجوانوں سے دوستی ہو گئی۔

سب نے گرمیوں کی تعطیلات مشرقِ اوسط کے ایک ملک میں گزارنے کا پروگرام طے کیا۔ اس منحوس سفر کے دوران یہ نوجوان کھیل کود کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے حوادث و خطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حرام جنسی حرکات کا ارتکاب بھی کرتا رہا۔

کئی سال بعد اس نوجوان کو جسمانی کمزوری' شدید تھکاوٹ کے ساتھ ساتھ مسلسل پیچش کی شکایت رہنے لگی' اس کا وزن بھی انتہائی کم ہو گیا۔ شروع میں تو اس نوجوان کی بیماری کی شناخت نہ ہو سکی۔ کافی عرصہ گزرنے پر طبی معائنہ کے بعد پتا چلا کہ وہ تو ایڈز کے موذی مرض میں مبتلا ہو چکا ہے۔

اس کے لیے اور اس کے اہل خانہ کے لیے یہ خبر بہت بڑے صدمہ کا سبب بنی کیونکہ اس کی شادی اس کی ایک قریبی رشتہ دار لڑکی کے ساتھ ہونے والی تھی۔ اس پریشان صورتحال کے باوجود اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ شادی ہونے سے پہلے اس مرض کی آگاہی ہو گئی لہٰذا شادی کا پروگرام ختم ہو گیا۔ وہ طویل عرصہ تک لوگوں سے الگ تھلگ پریشان رہا۔ ان دنوں اس مہلک بیماری کے علاج کے لیے مؤثر دوائیں دستیاب نہ تھیں' اس کے گردوں میں جلن رہنے لگی' اس نے اپنی عمر کے آخری دو سال یوں گزارے کہ گھر کی نسبت اس کا زیادہ وقت ہسپتال میں گزرتا۔ وہ انتہائی نحیف ہو کر رہ گیا۔ بیماری واضح ہونے کے چند سال بعد بالآخر وہ مر گیا۔ وہ ڈاکٹروں کے سامنے اپنی حماقت اور دینی تعلیمات کے برعکس اپنی مجرمانہ حرام کاریوں پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا کرتا تھا۔[1]

---

[1] المکافہ' شمارہ ۲۵' شوال ۱۴۲۱ھ۔

عبادت گزار' نوجوان لڑکی' شیطان اور پھانسی کا پھندا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ اِنِّي اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الحشر : ۵۹/ ۱۶)

''ان کی مثال شیطان کی سی ہے جو انسان سے کہتا رہا کہ کفر کر لے' کفر کر لے کچھ نہیں ہو گا' جب اس نے کفر کا ارتکاب کر لیا تو کہنے لگا: مجھے تجھ سے کچھ سرو کار نہیں...... مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔''

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں برصیصا نامی ایک شخص بہت زیادہ عبادت گزار تھا۔ اس نے عبادت کے لیے ایک عبادت گاہ بنا رکھی تھی۔ شیطان نے چالیس برس تک مختلف انداز سے اسے بہکانے کی کوشش کی مگر اس کی کوئی بھی تدبیر کامیاب نہ ہوئی۔ ابلیس نے ایک روز بڑے بڑے شیاطین کو جمع کر کے ان سے کہا: کیا تم میں سے کوئی برصیصا کو اپنے ڈھب پر نہیں لا سکتا؟

تو ابیض (شیطان) نے کہا: ''آپ کی خاطر اس کام کے لیے میں حاضر ہوں۔''

چنانچہ وہ ایک راہب کی شکل اختیار کر کے برصیصا کے عبادت خانے کے دروازہ پر آیا اور اسے آواز دی......مگر اس نے اسے کچھ جواب نہ دیا۔

وہ دس دن بعد نماز سے فارغ ہوا کرتا اور دسویں دن روزہ افطار کیا کرتا تھا۔ راہب نما شیطان نے دیکھا کہ برصیصا نے اسے کچھ جواب نہیں دیا تو اس عبادت گاہ کے نیچے وہ

بھی بظاہر عبادت میں مصروف ہوگیا' برصیصا نے نماز سے فارغ ہو کر دیکھا کہ ایک راہب انتہائی خوبصورت انداز سے عبادت میں مصروف ہے' تو اس نے اسے بلایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ راہب نما شیطان نے کہا: میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں' تاکہ آپ کے سے عمل کر سکوں' آپ کے طور طریقے سیکھ لوں اور ہم مل کر عبادت کیا کریں۔

یہ سن کر برصیصا نے کہا: مجھے تمھاری کوئی ضرورت نہیں اور وہ یہ کہہ کر نماز میں مصروف ہوگیا' راہب نما ابیض شیطان نے بھی نماز شروع کر دی۔ برصیصا نے چالیس دن تک اس کی طرف رخ تک نہ کیا' آخر اسے دیکھا کہ وہ نماز میں مصروف ہے' اس نے اس کی اس قدر محنت دیکھی تو پوچھا' تم چاہتے کیا ہو؟ اس نے وہی بات دہرائی' تو برصیصا نے اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دے دی۔ یہ اس کے پاس چلا گیا' شیطان نے اس کے ساتھ ایک سال گزارا۔ وہ ہر چالیس دن بعد روزہ افطار کرتا اور اتنے ہی عرصہ بعد نماز سے فارغ ہوتا۔ بسا اوقات وہ نماز روزے میں اس سے بھی زیادہ وقت صرف کرتا۔ برصیصا نے عبادت میں اس کی اس قدر محنت اور رغبت دیکھی تو اسے اس پر رشک آیا اور خود کو اس کے مقابلے میں کم تر سمجھنے لگا۔

ایک سال گزر گیا تو ابیض...... راہب نما شیطان...... نے برصیصا سے کہا: میں اب آپ کو چھوڑ کر جاتا ہوں...... آپ کے علاوہ میرا ایک اور دوست ہے میں تو سمجھتا تھا کہ آپ اس سے زیادہ عبادت گزار ہیں' ہمیں تو آپ کے متعلق بہت سی باتیں سننے کو ملتی تھیں...... مگر مجھے تو وہ نظر نہیں آئیں۔

یہ سن کر برصیصا کو بہت رنج ہوا...... اس پر اس کی جدائی شاق گزری' جب اسے رخصت کیا تو ابیض...... شیطان...... نے اس سے کہا: مجھے کچھ دعائیں یاد ہیں' میں تمھیں وہ سکھلا دیتا ہوں' اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بیماروں کو صحت اور مصیبت میں مبتلا لوگوں کو عافیت دے دیتا ہے۔

تو برصیصا نے کہا:

''میں ایسی چیز کو پسند نہیں کرتا' میری اپنے انداز کی مصروفیت ہے' مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں کو اس کا علم ہو گیا تو وہ میرے پاس آنے لگیں گے اور مجھے عبادت کی طرف سے غافل کر دیں گے۔''

مگر ابیض...... شیطان...... اس کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ اسے وہ دعائیں سکھا دیں' پھر ابلیس کے پاس جا کر اس سے کہا: اللہ کی قسم! میں اس آدمی کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں...... ابیض شیطان نے ایک انسان کے پاس جا کر اس کی گردن دبوچ لی...... اور پھر ایک معالج کی صورت میں اس کے اہل خانہ کے پاس جا کر ان سے کہا: تمھارا یہ آدمی پاگل ہو چکا ہے' اگر تم اجازت دو تو میں اس کا علاج کر دوں؟ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے...... وہ کہنے لگا:

''میں اس کے جن پر قدرت نہیں رکھتا' البتہ میں تمھیں ایک آدمی کے متعلق بتلا سکتا ہوں' اس کی دعا سے اسے صحت مل جائے گی۔''

انہوں نے کہا: ''آپ ہمیں اس کے متعلق بتلائیں کہ وہ کہاں ہے؟''

اس نے کہا: ''تم برصیصا نامی عابد کے ہاں جاؤ' وہ اسم اعظم جانتا ہے' مریض کے اہل خانہ برصیصا کے پاس گئے' اس نے ان دعاؤں کے ذریعے دم کیا تو شیطان مریض کو چھوڑ گیا۔''

وہ ابیض...... شیطان...... اس طرح لوگوں کو پریشان کرنے کے بعد اس کا خیر خواہ بن کر انھیں برصیصا کے پاس بھیج دیتا' برصیصا کی دعا اور دم کی برکت سے مریضوں کو صحت ہو جاتی۔

اس طرح ایک طویل عرصہ گزر گیا' تو وہ شیطان بنی اسرائیل کے حکمرانوں میں سے کسی کی بیٹی کے پاس گیا اور جا کر اس کی گردن دبوچ لی۔ اس کے تین بھائی تھے' بعد میں وہ ایک معالج کی شکل میں ان کا خیر خواہ بن کر اس لڑکی کے بھائیوں کے پاس گیا اور کہا: اجازت ہو تو میں اس کا علاج کروں؟ انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔

بعد میں وہ بولا: یہ ایک زبردست جن ہے' میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا' البتہ میں تمھیں ایک آدمی کے متعلق بتا دیتا ہوں' تم اس لڑکی کو اس کے پاس لے جاؤ...... جب اس کا جن حاضر ہو تو وہ دعاء کرے گا۔ انہوں نے پوچھا: ''وہ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ اس کا نام برصیصا ہے۔'' انہوں نے کہا:

''وہ اسے ہماری طرف سے کیسے قبول کرے گا؟ وہ تو ایسی باتوں سے بالکل غافل ہے۔ شیطان نے کہا: وہ اس بات کو قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ تم اس کی عبادت گاہ کے اندر رکھ آنا اور اسے کہنا کہ یہ لڑکی آپ کے پاس امانت ہے۔ وہ اسے لے گئے اس نے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا مگر وہ اسے اس کے پاس چھوڑ آئے۔''

بعض روایات میں آیا ہے کہ اس نے کہا: ''تم اسے اس غار میں رکھ جاؤ۔''

وہ غار اس کی عبادت گاہ کے قریب ہی تھی۔ اہل خانہ اس لڑکی کو اس غار میں رکھ کر آ گئے۔

شیطان نے اس برصیصا کے پاس آ کر کہا: تم جا کر اپنا ہاتھ اس لڑکی کے جسم پر لگا دو' وہ ٹھیک ہو جائے گی اور خود ہی اپنے گھر چلی جائے گی' چنانچہ وہ اپنی عبادت گاہ سے اتر کر غار کے دروازے پر آیا۔

تو شیطان اس لڑکی کے اندر داخل ہو گیا اور وہ اچھلنے کودنے لگی' اس کے کپڑے اتر گئے' اس عابد نے اس کی طرف تھوڑا سا دیکھا' اس نے ایسا حسن و جمال کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور اس سے بدکاری کر بیٹھا۔ اس کے کانوں پر مہر لگ گئی' وہ بار بار اس کے پاس آنے لگا تا آنکہ وہ حاملہ ہو گئی۔ شیطان نے اسے بہکاتے ہوئے کہا تم نے تو بڑا رسوائی والا کام کیا' اب تم اسے مار ڈالو پھر توبہ کر لینا۔ اگر اس کے ورثاء تم سے اس کے متعلق پوچھیں تو کہنا کہ اس کا جن اس کے پاس آیا اور اسے لے گیا ہے۔ چنانچہ اس نے اسے قتل کر کے دفن کر دیا اور اپنی عبادت گاہ میں واپس آ کر عبادت میں مشغول ہو گیا۔

لڑکی کے بھائیوں نے آ کر اس کے متعلق دریافت کیا کہ برصیصا ہماری بہن کہاں ہے؟ اس نے کہا: ''اس کا جن آیا تھا' وہ اسے ساتھ لے گیا ہے' میں تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکا۔'' انہوں نے اس کی بات پر یقین کر لیا اور واپس چلے گئے۔

بعض روایات میں ہے اس نے کہا کہ:

''میں نے اس کے حق میں دعا کی تھی' اللہ نے اسے شفا دے دی اور وہ تمھاری طرف گئی تھی۔''

وہ اس کی تلاش میں نکلے۔ رات ہوئی تو شیطان ان میں سے بڑے کو خواب میں دکھائی دیا اور اس سے کہا: تمھارا بھلا ہو' برصیصا نے تو تمھاری بہن کے ساتھ یہ کارروائی کی اور اسے فلاں پہاڑ کے قریب فلاں جگہ دفن کر رکھا ہے۔

اس نے سمجھا کہ یہ محض ایک خواب ہے' برصیصا تو ایک نیک آدمی ہے' وہ ایسا کام نہیں کر سکتا' وہ مسلسل تین رات خواب میں اس کے پاس آتا رہا۔ مگر اس نے اس طرف توجہ نہ دی اور نہ اسے سنجیدگی سے لیا۔

پھر وہ اس کے منجھلے بھائی کے پاس آیا' پھر سب سے چھوٹے کے پاس بھی آیا' آخر کار چھوٹے نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا' منجھلے نے بھی کہا: ''اللہ کی قسم! میں نے بھی دیکھا ہے۔'' بڑے نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔'' وہ سب برصیصا کے پاس گئے' اور ایک دفعہ پھر اس سے لڑکی کی بابت پوچھا۔ اس نے کہا: ''میں تمھیں اس کے متعلق بتا تو چکا ہوں۔''

تو کیا تم مجھے الزام دے رہے ہو؟ وہ بولے اللہ کی قسم! ہم تمھیں الزام نہیں دے رہے' وہ شرمندہ ہو کر واپس آ گئے۔ شیطان پھر ان کے پاس آیا اور کہا: افسوس ہے تم پر..... تم فلاں جگہ جاؤ وہ وہاں مدفون ہے' اور اس کی چادر مٹی سے باہر نظر آ رہی ہے۔ انہوں نے جا کر گڑھا کھودا تو وہ مل گئی..... انہوں نے برصیصا سے کہا: ''ارے اللہ کے دشمن! تم نے اسے قتل کیوں کیا؟ نیچے اتر' انہوں نے اس کی عبادت گاہ کو گرا دیا اور اسے باندھ دیا' اور اس کی

گردن میں رسی ڈال کر اسے بادشاہ کے پاس لائے......تو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔

یہ سب اس طرح ہوا کہ شیطان نے اس کے پاس آ کر اس سے کہا تھا کہ تم اسے قتل کرو اور پھر انکار کر دینا' بادشاہ نے اسے قتل کرنے اور پھانسی چڑھانے کا حکم دیا' تو ابیض...... شیطان...... اس کے سامنے آیا۔ اور کہا: کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس نے بتلایا کہ میں وہی ہوں جس نے تمھیں دعائیں سکھائی تھیں۔

تجھ پر افسوس ہے' تم امانت کے بارے میں اللہ سے نہ ڈرے اور تم نے خیانت کی' تمھیں اللہ سے شرم نہ آئی؟ کیا تمھارے لیے اتنا ہی کافی نہ تھا۔ پھر تم نے اپنے جرم کا اعتراف کر کے اپنے آپ کو اور اپنے جیسے دوسرے لوگوں کو رسوا کر کے رکھ دیا۔

اگر تم اسی حالت میں مر گئے تو نہ تم فلاح پاؤ گے اور نہ تمھارے جیسا کوئی دوسرا' اس نے پوچھا...... اب کیا کروں؟ اس نے کہا تم میری ایک بات مان لو میں تمھیں یہاں سے بچا لے جاؤں گا...... تمھیں یہاں سے اٹھا لے جاؤں گا' اور یہ لوگ تمھیں دیکھ بھی نہ سکیں گے۔ اس نے پوچھا: وہ کیا کام ہے؟ شیطان نے کہا: کام صرف یہ ہے کہ تم مجھے سجدہ کرو...... چنانچہ اس نے شیطان کے سامنے سجدہ کیا۔ شیطان بولا:

''میں یہی چاہتا تھا کہ تمھارا یہی انجام ہو...... میں تم سے بری ہوں...... پھر اسے قتل کر دیا گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے لیے یہ مثال بیان کی ہے جب کہ منافقین نے اسلام قبول کر کے انھیں دھوکا دیا۔

O......O......O

دفعۃً وہ گرا تڑپا اور مر کر ٹھنڈا ہو گیا!!!

اس نے جج کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ وہ شیخ ابراہیم محمد کے ورثاء کا پندرہ سو دینار کا مقروض نہیں ہے...... اور اس نے اس کا صاف صاف انکار کر دیا۔

جج نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس بات کا حلف دے کر شیخ ابراہیم نے اسے یہ رقم بالکل نہیں دی اور وہ اس کا مقروض نہیں ہے۔ اس نے یہ حلف دے دیا اور جج نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس کے بعد وہ عدالت سے چل دیا' وہ ابھی عدالت کی سیڑھیوں سے اتر ہی رہا تھا کہ اس کی روح پرواز کر گئی اور وہ مردہ ہو کر زمین پر جا گرا...... یہ واقعہ ۱۹۵۴ میں عراق کے ایک شہر میں پیش آیا لیکن واقعہ صرف اتنا ہی نہیں' اس کی مزید عبرتناک تفصیل پڑھیں:

شیخ ابراہیم محمد ایک بہت بڑا تاجر تھا۔ کوئی سائل اس کے پاس آتا تو وہ اسے خالی نہ لوٹاتا۔ کوئی شخص اس کے پاس کوئی امید لے کر آتا تو وہ اسے مایوس نہ کرتا۔ ایک دن سید جابر اس کے پاس اس کے دفتر میں آیا جو دریائے دجلہ کے کنارے خان الشط میں واقع تھا۔ آ کر اس نے اپنا مدعا پیش کیا۔

اس نے شیخ ابراہیم سے عرض کیا کہ میں آپ کا ہمسایہ ہوں' میرے والد صاحب آپ کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ بوقتِ وفات انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب کبھی مجھے کوئی معاملہ پیش آئے یا زندگی میں کوئی مشکل مرحلہ آئے تو میں آپ کے پاس آ جاؤں۔

آپ جانتے ہیں کہ اس سال فصلیں بہت کم ہوئی ہیں' کاشت کاروں کو ان کی محنت

کا معاوضہ تو کجا اصل بیج بھی حاصل نہیں ہوا۔ زمینیں کمزور ہیں' بارشیں ہوئی نہیں' اور حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ اصلاحِ احوال کے لیے کیا کروں؟ میں نے ایک بنک سے کچھ قرض لیا تھا۔ اس کی واپسی ضروری ہے' ورنہ میری رسوائی ہو گی اور مخالفین مذاق اڑائیں گے۔

میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں' براہ کرم آپ مجھے پندرہ سو دینار بطور قرض عنایت فرما دیں تاکہ میں مصرف الرافدین...... رافدین بنک...... کا قرض ادا کرسکوں اور بیج وغیرہ خرید کر اپنے حالات کو سنبھالا دے سکوں...... میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگلے سال گندم اور جو کی کٹائی کے موقعہ پر یہ قرض آپ کو لوٹا دوں گا۔ شیخ ابراہیم اٹھ کر دفتر میں موجود اپنے سیف تک گیا اور مطلوبہ رقم سید جابر کے حوالے کر دی اور اپنے رجسٹر میں اس کا اندراج کر لیا۔ سید جابر نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کا ممنون ہونے کا اظہار کیا اور اصرار کیا کہ وہ اس سے دستخط لے لے۔ مگر شیخ ابراہیم نے اسے کہا: اس میں شکریہ کی کونسی بات ہے' میرے اور تمھارے درمیان اللہ گواہ ہے' وہ بہترین کارساز اور بہترین گواہ ہے۔

اس واقعہ سے تقریباً ایک سال بعد شیخ ابراہیم حرکتِ قلب بند ہونے سے انتقال کر گیا' اس کے ورثاء میں ایک بیوی اور چار بیٹے تھے۔ سب سے بڑے بیٹے کی عمر تیرہ سال تھی۔ مرحوم تاجر کی بیوی نے اپنے شوہر کے تجارتی کھاتے اور لین دین کے حسابات اور رجسٹر چیک کیے' اس کا ایک بھائی وکیل تھا۔ اس نے بھی اپنی بیوہ بہن کی اس بارے میں مدد کی۔ کھاتوں کے ذریعے اسے لوگوں سے قابلِ وصولی قرضوں کا پتا چل گیا۔

اس کے شوہر کی وفات پر دن اور مہینے گزرتے گئے اور وہ سید جابر سے اپنے شوہر والے قرضے کا مطالبہ کرتی اور پیغام بھجواتی رہی۔ مگر سید جابر تو اس کے شوہر کا مقروض ہونے سے صاف صاف مکر گیا اور کہا کہ اس کے ذمے اس کے شوہر کا جو قرض تھا وہ اسے ادا کر چکا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا شوہر اس وصولی کو درج کرنا بھول گیا ہو۔

لوگوں میں یہ واقعہ مشہور ہو گیا' بعض لوگ یہ سن چکے تھے کہ شیخ ابراہیم نے سید جابر کو

کچھ رقم بطور قرض دی ہوئی ہے' اس نے لوگوں سے کہا کہ وہ شیخ ابراہیم کو اس کا قرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکا ہے۔ اگر اس کے ذمے یہ قرض باقی ہوتا تو شیخ ابراہیم کے ورثاء اس کے کاغذات میں میرے ذمہ واجب الادا قرض کی تحریر پر میرے دستخط ضرور پاتے۔

محلّہ کے ہمسائے دو قسم کے ہو گئے' ان میں سے بعض تو شیخ ابراہیم کے ورثاء کی حمایت کرتے اور کہتے کی شیخ ابراہیم اللہ پر توکل کرتے ہوئے کسی ضمانت یا دستخط کے بغیر قرض دیتا تھا اور کچھ لوگ کہتے کہ ایسا ممکن نہیں کہ شیخ ابراہیم' سید جابر کو اتنی بڑی رقم کسی ضمانت یا دستخط کے بغیر دیتا۔ شیخ ابراہیم کی بیوی نے اپنے محلّہ کے بعض اہل خیر کا تعاون بھی حاصل کیا تا کہ وہ سید جابر کو اس کے مؤقف کو تبدیل کرنے پر آمادہ کر سکیں۔ مگر وہ اپنی بات پر مصر رہا اور اکڑنے لگا گویا کہ وہ کوئی پہاڑی چٹان ہے۔

جیسے کسی بیماری کا آخری علاج داغنا ہوتا ہے' آپس میں اختلافی مؤقف رکھنے والوں کی آخری چارہ گاہ عدالت ہوتی ہے' تو شیخ ابراہیم کی بیوہ نے اپنے بھائی کو وکیل بنایا تا کہ وہ اس کے قضیہ کو عدالت میں پیش کرے۔

فیصلے کا دن آیا اور مدعا علیہ عدالت کے کٹہرے میں حاضر ہوا۔ محترم قاضی...... جج جس نے یہ ساری عدالتی تفصیلات مجھ سے بیان کیں' انہوں نے بتایا کہ مجھے اطمینان تھا کہ سید جابر واقعی شیخ ابراہیم کا مقروض ہے۔ لیکن رجسٹر میں شیخ ابراہیم کی اس کے اپنے ہاتھوں کی تحریر کے علاوہ مزید کوئی ایسی دلیل نہ تھی جس سے اس مقدمہ کو تقویت مل سکتی۔ مگر صرف یہی دلیل استغاثہ کے اثبات کے لیے کافی نہ تھی۔ سید جابر نے شیخ ابراہیم سے اس قرض کے لینے کا انکار نہیں کیا تھا۔ مگر اس کا دعویٰ تھا کہ قرضہ لینے کے ایک سال بعد اس نے یہ قرض ادا کر دیا تھا' ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے سید جابر کو شیخ ابراہیم کی تعریف کرتے ہوئے سنا کہ شیخ ابراہیم نے اسے قرض حسنہ دے کر پریشان حالی سے بچایا۔

مگر گواہ یہ بتلانے سے قاصر رہا کہ رقم کتنی تھی اور اس نے سید جابر سے یہ بات کب سنی۔ یہ سارا قصہ کمزور بنیادوں پر قائم تھا۔ لہٰذا میں نے کوشش کی کہ مدعا علیہ کو پہلے تو اس

طرف لاؤں کہ وہ قرضے کا اعتراف کرے۔ مگر وہ صحیح طور پر اقرار کرنے سے گریز کرتا رہا۔

ایسے مواقع پر عدالتیں اس شرعی اصول پر عمل کرتی ہیں کہ:

((اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِی وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ))

''مدعی پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے دلیل پیش کرے۔''

اور اگر مدعا علیہ اس سے انکاری ہو تو وہ اپنی صدقت کے اظہار بیان کے لیے حلف دے۔

میں...... جج...... نے مدعا علیہ سے کہا: کیا تم حلف دیتے ہو کہ تم شیخ ابراہیم کے اس رقم یا کسی دوسری رقم کے مقروض نہیں...... اور یہ کہ تمھارے ذمہ جو قرض تھا تم وہ ادا کر چکے ہو...... وہ بولا: ''بالکل...... پھر اس نے حلف اٹھا لیا اور وہ گردن اٹھائے عدالت سے باہر کو چل دیا...... وہ دراز قد تھا...... اس کا جسم قوی اور مضبوط تھا...... وہ بڑا صحت مند اور بھرپور جوان تھا۔ ابھی عدالت سے باہر نہیں پہنچا تھا...... لوگ بھی اس کے ہمراہ تھے کہ اچانک میں نے کمرۂ عدالت سے باہر کچھ شور سنا' حالات معلوم کرنے کے لیے میں بھی تیزی سے باہر آیا...... میں حیران رہ گیا کہ وہ مدعا علیہ شخص جو تھوڑی دیر قبل میرے سامنے کھڑا تھا' جس کی صحت قابلِ رشک اور جوانی بھرپور اور ایک تنومند مرد تھا...... وہ سامنے زمین پر گرا پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں...... منہ کھلا تھا...... چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی خبیث درخت کو جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک دیا گیا ہو...... اس کے اردگرد موجود لوگوں نے پکار کر کہا: مر گیا۔

شیخ ابراہیم کی بیوہ کا گھر میرے گھر کے قریب ہی تھا اور وہ میری اہلیہ کی رشتہ دار بھی تھی۔ مجھے اشتیاق ہوا کہ میں پورا واقعہ اس سے بالمشافہ سنوں' میں نے اس کا اس سے ذکر کیا تو اس نے بتلایا کہ شیخ ابراہیم اپنے ہمسایوں کے ساتھ خصوصاً اور عام لوگوں کے ساتھ بالعموم حسنِ سلوک کیا کرتا تھا...... وہ ضرورتمندوں کو قرض دیتا اور اپنے مخصوص رجسٹر میں اندراج کر لینے پر اکتفاء کرتا تھا۔

میں اسے اس پر ملامت کیا کرتی تو وہ کہتا:

''یہ مال' اللہ کا دیا ہوا ہے' میں خود غریب تھا اللہ نے مجھے مال دار کیا' میں یتیم تھا' اللہ نے میری مدد کی...... میں کسی یتیم کے ساتھ سخت سلوک نہیں کروں گا اور نہ کسی سائل کے ساتھ سخت رویہ رکھوں گا۔''

اور وہ ہمیشہ یوں کہتا: کاش! ہر قبر میں میرا قرض ہو۔

میں نے سید جابر کا سارا مقدمہ خود دیکھا اور اس کی باتیں توجہ سے سنیں۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا اور سنتا ہے' جب مدعا علیہ نے حلف اٹھایا تو جج نے اس کے بری ہونے کا فیصلہ دے دیا...... اس نے جب حلف اٹھایا تو میرا بدن کانپ اٹھا...... رونگٹے کھڑے ہو گئے...... مجھے یقین تھا کہ وہ جھوٹا ہے......اور اس نے بڑی جرأت کر کے حلف اٹھایا ہے۔

میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مخاطب ہو کر عرض کیا:

''یا اللہ! تو ہر مخفی اور پوشیدہ بات کو جانتا ہے' تو ہی علام الغیوب ہے' اے قوی اور جبار! اگر سید جابر اپنے حلف میں جھوٹا ہے تو تو اسے لوگوں کے لیے عبرت بنا دے۔''

مدعا علیہ عدالت سے نکلا۔ میں اسے جاتے دیکھ رہی تھی اور وہ عدالت سے چند قدموں کے فاصلے پر مردہ ہو کر گر پڑا۔

سید جابر زمینی عدالت کی سزا سے تو بچ گیا لیکن ارض وسما کے حاکم کی عدالت اور سزا سے نہ بچ سکا۔ یہ مقابلہ اس کے اور شیخ ابراہیم کے ورثاء کے درمیان نہیں بلکہ اس کے اور اللہ کے درمیان تھا۔

شدید سردیوں کی ایک رات جب انتہا کی سردی تھی' بارش برس رہی تھی' لوگ بستروں میں دبکے ہوئے تھے اور نرم وگرم بستر کو چھوڑنے کے لیے کوئی تیار نہ تھا' اس سرد اندھیری رات کو کافی دیر گئے شیخ ابراہیم کے دروازے کی گھنٹی بڑی قوت کے ساتھ مسلسل بجنے لگی'

دروازے پر ایک عورت سیاہ لباس اوڑھے کھڑی تھی' اس کے ساتھ اس کا ایک لڑکا بھی تھا' جس کی عمر چھ سال ہوگی۔ شیخ ابراہیم کی بیوہ نے دروازہ کھولا تا کہ دیکھے کہ رات گئے کون آیا ہے؟ تو اس نے سید جابر کی بیوی اور اس کے اکلوتے بیٹے کو وہاں پایا۔ سید جابر کی بیوی نے شیخ ابراہیم کی بیوہ سے کہا: ''میرے خاوند نے شیخ ابراہیم کے مقروض ہونے کا انکار کیا' میں جانتی ہوں کہ وہ اپنی بات میں جھوٹا تھا' میں چاہتی تھی کہ وہ اپنے ذمہ قرض ادا کرے۔ میں نے اسے بارہا اصرار کر کے یہ بات کہی' مگر وہ نہ مانا...... میرے شوہر نے اپنے جھوٹ کی بہت مہنگی قیمت ادا کی' یہ لیں آپ وہ رقم جو میرے خاوند نے آپ کے شوہر کو دینی تھی۔''

اور اس کے ساتھ ہی اس نے پندرہ سو دیناروں سے بھری ایک تھیلی آگے کی اور جلدی سے گھر سے باہر چلی گئی۔ اس کا بیٹا اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا اور اس نے شیخ ابراہیم کی بیوہ کی کوئی بات نہ سنی۔

شیخ ابراہیم کی بیوہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی جاتے ہوئے دو سایوں کو دیکھتی رہ گئی یہاں تک کہ وہ اندھیرے میں گم ہو گئے۔ وہ بستر پر آئی...... بارش برسنے اور ہواؤں کے چلنے کی آوازیں سنتی رہی' اللہ تو چکنے سیاہ پتھر کے نیچے رہنے والی چیونٹی کو نہیں بھولتا' اے غافل انسان! وہ تجھے کیسے بھول سکتا ہے؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا:

''اور زمین پر چلنے والی ہر چیز کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر ہے' ہر چیز کے رہنے کی جگہ کو اور سونپے جانے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے۔''

اسی طرح صحیح حدیث مبارکہ میں ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ اَوحیٰ اِلَیَّ اَنَّهَا لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا))

''کوئی شخص اپنا مقسوم قسمت میں لکھے گئے رزق کو مکمل کیے بغیر ہرگز فوت نہ ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد' اس پر ایمان' اس کی توحید کا اقرار' اس پر توکل اور اس سے حسن ظن رکھنا ہی خیر اور سعادت کی راہ ہے۔

○○○

بدکاری ...... جو ہلاکت کا سبب بنی

وہ (ع۔ش) اپنی عمر کی ساٹھ کی دہائی میں تھا کہ اسے ایڈز کے مرض نے آلیا...... وہ شادی شدہ تھا' وہ صاحب اولاد تھا۔ اس کے بہت سے تجارتی کاروبار تھے' جن کے لیے اسے سال میں کئی دفعہ عرب ممالک اور مشرقی ایشیا جانا پڑتا تھا۔

اسے ملک فیصل سپیشل ہسپتال میں طبی معائنہ کے لیے لے جایا گیا' اس کے پیٹ میں ورم تھا۔ اسے ہسپتال میں داخل کرنے' طبعی معائنے اور ٹیسٹ کے لیے اس کے جسم کے کچھ حصے لینے پر پتا چلا کہ اسے تو ٹی' بی کا مرض لاحق ہے۔ اس کا علاج کیا گیا۔ دوران علاج یہ انکشاف بھی ہوا کہ اس میں ایڈز کے جراثیم بھی ہیں' ڈاکٹری معائنہ کے بعد پتا چلا کہ وہ ٹی بی اور ایڈز دونوں بیماریوں میں مبتلا ہے' اس سے اس بارے میں استفسار کیا گیا تو اس نے بتلایا کہ غیر ملکی سفر کے دوران وہ دیگر جرائم کے ساتھ ساتھ جنسی خواہشات بھی پوری کرتا رہا۔ افسوس کہ بڑی آسانی کے ساتھ یہ بیماری اس کی طرف منتقل ہوگئی۔

اس پر مستزاد یہ کہ اس کی وجہ سے اس کی دو بیویاں اور ایک بیٹا بلکہ ایک بیٹی بھی اس مرض کا شکار ہو چکے تھے۔ اسی طرح سب سے آخر میں جنم پانے والی اس کی بیٹی بھی اس مرض کی شکار ہو چکی تھی' گویا یہ مصیبت صرف ایک فرد کی نہیں بلکہ پورے گھرانے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔

اس کی نفسیاتی حالت اور صحت کی کیفیت قابل رحم تھی' اس بیماری کی تشخیص ہونے کے بعد دو سال تک وہ مریض اسی طرح رہا۔ ایڈز اور ٹی بی کے ہر ممکن علاج اور دوائیں استعمال کرنے کے باوجود اسے کچھ افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر اسے موت نے آلیا۔

یہ واقعہ کسی ایک فرد کا نہیں بلکہ شادی شدہ اور وہ لوگ جن کی عنقریب شادی ہونے والی ہے' یہ مسئلہ سب کا ہے' بلکہ بسا اوقات ایک مریض فرد کی وجہ سے پورا گھرانہ ہی اس خطرناک بیماری کا نشانہ بن جاتا ہے' اس لیے انسان کو مکمل احتیاط اور پرہیز کرنا چاہیے' ورنہ ایسے برے اعمال انسان کو اجتماعی خطرناک مشاکل میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ یہ تو دنیا کا معاملہ ہے' اللہ کا خوف تو اس سے بھی زیادہ ہونا چاہیے' حرام کا ارتکاب بڑی نحوست پر مبنی ہے' اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔[1] آمین!

---

[1] المکافحہ' شمارہ ۲۵' شوال: ۱۴۲۱ھ۔

دونوں کے لاشے پھانسی پر لٹکا دیے گئے

تین کاشتکار رات کو نہر خازر کے کنارے پر واقع ایک بستی سے عقرہ کے علاقہ میں ایک بستی کی طرف جا رہے تھے...... ان کے ہمراہ کچھ ڈھور ڈنگر اور کچھ مال بھی تھا۔ پہاڑ کے دامن میں واقع ان کی بستی میں ان کے اہل خانہ ان کے منتظر تھے...... انھیں توقع تھی کہ یہ لوگ آدھی رات کے لگ بھگ وہاں پہنچ جائیں گے۔ لیکن یہ وقت مقررہ تک وہاں نہ پہنچے۔ صبح ہوئی مگر یہ تینوں اپنی بستی میں نہ پہنچے تو گھر والوں کو تشویش لاحق ہوئی اور انہوں نے بستی کے نمبردار کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ نمبردار خچر پر سوار ہو کر عقرہ کی طرف گیا اور وہاں کی پولیس کو واقعہ سے مطلع کیا۔

پولیس کا افسر چند سپاہیوں کو ہمراہ لے کر ایک مسلح گاڑی میں سوار ہو کر نہر خازر کے کنارے عقرہ کے راستہ پر روانہ ہوا۔ راستہ میں آنے والی آبادیوں میں رک کر وہ ان لاپتہ افراد کے متعلق پوچھ گچھ کرتے۔ پولیس نے پانچ گھنٹے تک تفتیش اور ان لوگوں کی تلاش جاری رکھی۔ آخر کار انھیں ان تینوں آدمیوں کی جلی ہوئی لاشیں وادی مسحیق میں مل گئیں۔ لیکن ان کے مویشیوں اور مال و دولت کا کچھ سراغ نہ مل سکا۔

پولیس نے اس علاقہ کے معروف چوروں اور ڈاکوؤں سے تفتیش کا آغاز کیا' کچھ دنوں کے بعد ان میں سے کچھ جانور دو بھائیوں کے پاس سے مل گئے تو پولیس نے ان دونوں کو اپنی حراست میں لے لیا اور تفتیش شروع ہوگئی۔ وہ دونوں قتل' چوری اور ڈاکے وغیرہ کے جرائم میں معروف تھے' خوب تحقیق و تفتیش کے بعد انھیں ایک فوجی عدالت میں پیش کیا گیا۔ ان دونوں کی سابقہ زندگی سے کچھ ایسے اشارے ملتے تھے کہ یہ گھناؤنا جرم بھی انہوں

نے ہی کیا ہے۔ ان میں سے مقتولین کے جانوروں کی دستیابی واضح دلیل تھی کہ انہوں نے ہی قتل کا یہ جرم کیا ہے۔ وہ جب پولیس کی حراست میں آ چکے تو ان کے خلاف بہت سی شہادتیں جمع ہوگئیں۔ بالآخر ان میں سے چھوٹے نے اقدام قتل کا اعتراف کر لیا' جبکہ دوسرا اپنے انکار پر مصر رہا۔ فوجی عدالت میں بھی ان کا مقدمہ چلتا رہا' بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ قتل کی ناقابلِ تردید شہادتیں آ چکی ہیں' ان کے لیے اس سے کسی بھی طور خلاصی ممکن نہیں رہی تو چھوٹے بھائی نے اکیلے اپنے جرم کا اعتراف کر کے سزا برداشت کر لی ہے' تاکہ اس کا بھائی تو اس سزا سے بچ جائے۔

آخر کار عدالت نے ان دونوں کی اعلانیہ پھانسی کا فیصلہ دے دیا اور اس دعویٰ کو مزید تحقیق کے لیے متعلقہ اداروں کی طرف روانہ کیا۔

واقعتہً یہ حادثہ بہت بڑا جرم تھا اور یہ لوگوں میں اس قدر مشہور ہو چکا تھا کہ جہاں بھی کچھ لوگ بیٹھتے اس پر تبصرہ کرتے اور اس واقعہ کی اطلاع ہر چھوٹے بڑے فرد تک پہنچ چکی تھی۔ عدالتِ عالیہ عوام کو مطمئن کرنے اور ان کے دلوں سے خوف کو زائل کرنے کی ہر تدبیر عمل میں لانا چاہتی تھی۔ اس نے فوری طور پر اس فیصلے کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ جس علاقے میں یہ جرم سرزد ہوا ہے' اسی علاقے کے کسی کھلے میدان میں ان دونوں بھائیوں کو سرِ عام پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔

اس خبر کو اخبارات نے خصوصی طور پر شائع کیا اور ریڈیو کے ذریعے بھی اسے نشر کیا گیا۔ لوگوں میں ان کو پھانسی دیے جانے کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ ان مجرموں کو پھانسی دیے جانے کے منظر کو دیکھنے کے لیے مقررہ جگہ پر جانے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔

۱۹۵۲ء کے موسمِ خریف کے آخری ایام میں ایک دن عصر کے وقت جیل کے ذمہ دار افسران موصل شہر کے باب الطوب کے میدان میں لکڑی کا پھانسی گھاٹ تیار کر رہے تھے اور لوگوں میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ کل صبح ان مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا۔

لوگوں کی طرح میں نے بھی یہ خبر سنی۔

میرا ارادہ تھا کہ میں بھی ان کو پھانسی دیے جانے کے وقت وہاں جا کر منظر دیکھوں گا۔ میری پوری کوشش تھی کہ یہ موقعہ ہاتھ سے نکل نہ جائے' میرے نزدیک بھی یہ قتل بہت گھناؤنا جرم تھا۔ اس رات بعض افسران کے ساتھ ابھی جاگ رہا تھا کہ ایک فوجی اہلکار شہر موصل کے فوجی افسر اعلیٰ کا ایک باقاعدہ خط میرے نام لیے حاضر ہوا' میں نے خط پڑھا' اس میں فوجی افسر نے اس بات کا اظہار کیا تھا کہ میں فوجی نمائندہ کی حیثیت سے جیل پہنچوں اور پھانسی کے فیصلے کی تنفیذ کراؤں۔

میں جب جیل پہنچا تو وہاں فوجی محکمہ کے نمائندے' جیل کے مدیر' ایک ڈاکٹر اور شہری عدالت کے ایک نمائندے' مقامی حکومت کے ایک نمائندے وغیرہ بہت سے لوگ موجود تھے۔ میں نے مقدمہ کی ایک بہت بڑی فائل بھی دیکھی جس میں سفید' سرخ اور زرد مختلف رنگوں کے کاغذات لگے ہوئے تھے۔

پھانسی دیے جانے کے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمام متعلقہ اداروں کے نمائندے اس فائل کے بعض کاغذات پر دستخط ثبت کرتے ہیں اور پھانسی پر لٹکانے والے کو مجرمین کی پھانسی کا حکم صادر کرتے ہیں۔

متعلقہ محکموں کے وہ نمائندے اپنی کارروائی پوری کرنے کے بعد فائل لے کر جیل چلے گئے' وہاں ایک مذہبی شخصیت ان کے انتظار میں تھی۔

جیل کے سپاہی نے جیل کا دروازہ کھولا' دونوں مجرم دیکھے' وہ جوان' طاقتور' اور حیرت ناک حد تک مضبوط جسم و اعصاب کے مالک تھے۔ ہم جیل میں داخل ہوئے تو دونوں نے مرحبا کہتے ہوئے ہمارا استقبال کیا اور وہ یوں ملے گویا وہ گھر والے اور ہم ان کے مہمان ہیں۔ پھانسی کا علم ہونے کے باوجود وہ دونوں خوب ''ہشاش بشاش'' تھے' ان پر ذرا بھی پریشانی نہ تھی۔ وہ انتہائی باادب ہو کر پیش آئے' وہ معمول کی حالت میں تھے بلکہ انھیں اس طرح دیکھ کر ہمیں ان کے خلاف فیصلہ سنانے میں کچھ تردد ہوا۔

ہم کچھ دیر خاموش رہے' کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بات کیسے شروع کریں...... بالآخر ہم نے ان کے متعلق صادر شدہ فیصلہ انھیں سنایا اور انھیں بتلایا کہ پھانسی کے اس حکم پر کل صبح باب الطوب کے میدان میں عمل درآمد کیا جائے گا۔

انہوں نے یہ سب بڑی شجاعت اور عجیب صبر کے ساتھ سماعت کیا جیسا کہ معمول ہے' ہم نے بھی ان سے دریافت کیا' اب آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہیں...... انہوں نے کہا: ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے' ہمیں صرف چائے پلا دیں...... ہم اللہ سے اس کی رحمت اور بخشش کے امیدوار ہیں۔

اور کسی انسان سے کچھ نہیں چاہتے یہ کہہ کر وہ دونوں ہنسنے اور ایک دوسرے کو حوصلہ دینے لگے۔ چھوٹے بھائی نے بڑے سے کہا:

''جرم تو میں نے کیا اور سزا میں تم میرے ساتھ شامل کر لیے گئے' میں آپ کے لیے ناحق یہ سزا نہیں چاہتا تھا۔''

یہ سن کر بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا:

''پریشان نہ ہو...... یہ درست ہے کہ ان تین آدمیوں کے قتل میں میں تمھارے ساتھ شریک نہیں ہوں......لیکن میں ان کے علاوہ اور بہت سے لوگوں کو قتل کر چکا ہوں' ان مقتولین کے جو قرض میری گردن پر ہیں' میں آج انھیں چکانے والا ہوں۔''

چھوٹے بھائی نے اپنا سارا واقعہ جو حاضرین کو سنایا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''آج میں اللہ کے پاس جانے والا ہوں' آپ کو معلوم رہے کہ میرا یہ بھائی ان تین آدمیوں کے قتل میں میرے ساتھ شریک نہیں بلکہ یہ وہاں موجود بھی نہ تھا...... میں راستے پر بندوق لیے اکیلا تھا...... جب یہ تینوں وہاں سے جانوروں کو لے کر گزرے تو میں نے موقعہ کو غنیمت سمجھا اور میں نے عزم کر لیا کہ یہ قیمتی شکار میرے ہاتھ سے نکل نہ جائے...... میں ایسی جگہ پر تھا جہاں سے میں تو انھیں

بخوبی دیکھ رہا تھا لیکن یہ مجھے نہیں دیکھ رہے تھے' میں نے ان سے ایک کے سر کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی اور وہ مر گیا' باقی دو گھبرا کر میرے قریب ہی زمین پر لیٹ گئے۔ میں نے دوسرے پر گولی چلا دی...... ڈر کر تیسرا گرتا پڑتا دوڑنے لگا تو میں نے جلدی سے اس کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی اور وہ بھی وہیں ڈھیر ہو گیا۔''

میں نے ان کے جانوروں کو اکٹھا کیا' ان مقتولوں کی جیبوں کی تلاشی لی' جو رقم مل سکی وہ میں نے سمیٹ لی اور پھر جانوروں کو راستے سے ایک طرف وادی میں لے جا کر رسیوں سے باندھ دیا' پھر میں ان کی لاشوں کے پاس آیا۔ تاکہ انھیں راستے سے ایک طرف ہٹا دوں' میں ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر وادی میں لے گیا...... مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں کوئی مسافر انھیں دیکھ کر بستی والوں کو واقعہ کی اطلاع نہ کر دے' اور میرے فرار ہونے اور جانوروں کو سنبھالنے سے پہلے ہی بستی والے آ کر جانوروں کو قابو نہ کر لیں۔ جب میں ان کی لاشوں کو وادی میں لے گیا تو میں نے سوکھی گھاس پھوس اور لکڑیاں جمع کر کے ان کے اوپر ڈال دیں اور اپنے گناہ کے نشانات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معدوم کرنے کی غرض سے ان کو آگ لگا دی۔''

پھر وہ کچھ دیر کے لیے رکا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد خیالوں میں کھویا ہوا گویا دور کوئی منظر دیکھ رہا ہو' یوں گویا ہوا:

موت والی یہ وادی الگ تھلگ تھی' آگ ان لاشوں کو جلا رہی تھی اور اس آگ کو کوئی بھی دیکھ نہ رہا تھا۔ کیونکہ قریب ترین بستی بھی وہاں سے تین میل دور تھی' میں جانوروں کو ہانک کر اپنی بستی میں لے گیا' میں وہاں آدھی رات کے وقت پہنچا۔ میں نے جانوروں کو بستی کے قریب لے جا کر باندھ دیا اور پھر میں اپنے اس بھائی کے پاس گیا اور ساری بات اسے بتلائی۔

یہ میرے ساتھ جلدی سے جانوروں کے پاس آیا اور ہم انھیں دور دراز پہاڑ کی گھاٹیوں میں لے گئے۔

پولیس والوں کو حادثہ کی اطلاع ملی تو وہ خون کے نشانات کے پیچھے چلتے گئے تا آنکہ بچی کھچی لاشوں تک جا پہنچے اور اللہ کے فضل سے وہ وادی کے اندر ہونے والے اس جرم کی تہہ تک پہنچ گئے۔

جب پولیس والوں نے ہمیں گرفتار کیا' اس وقت ہم بلوط کے ایک بہت بڑے درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے' اگر اس وقت ہم جاگ رہے ہوتے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں گرفتار نہ کرسکتی تھی۔

عدالتوں میں لوگوں نے گواہی دی کہ جرم والی رات انہوں نے گولیاں چلنے کی آوازیں سنی تھیں' بستی والوں نے شہادت دی کہ اس رات سے گرفتاری کے وقت تک ہم دونوں بستی میں سے غائب رہے۔

عدالت کے افسران نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ہم دونوں نے ان تینوں کو قتل کیا ہے میرے جرم کے اعتراف اور میرے بھائی کے انکار نے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں دیا اور میرے ساتھ یہ بھی مارا گیا۔

انہوں نے سمجھا ہے کہ میں اپنے بھائی کی خاطر اپنی جان کی قربانی دے رہا ہوں تا کہ وہ پھانسی کی سزا سے بچ جائے' وہ نہیں جانتے کہ میرا اعتراف ہی درحقیقت سچ ہے اور میرے بھائی کا انکار بھی حقیقت پر مبنی ہے۔

بڑا بھائی سیدھا ہوا' اس نے کہا: ''میرے بھائی نے جو کچھ کہا وہ درست اور حقیقت ہے' میں اس بارے میں اپنے دفاع میں کچھ نہیں کہنا چاہتا' کیونکہ میں جانتا ہوں کہ دفاع کا وقت گزر چکا ہے۔

پھر بغیر کسی تامل کے اپنے متعلق تفصیلات بیان کرنے لگا' بولا:

تاہم میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس رات قتل ہونے والوں کے قتل میں میں شریک نہیں لیکن میں نے ان کے سوا بہت سے لوگوں کو قتل کیا ہے۔''

میں کسی کو قتل کرتا اور پھر اس کے جنازے میں بھی شریک ہوتا اور میں یوں ظاہر کرتا گویا کہ مجھے اس کے قتل کا بہت زیادہ غم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے جرم کی بارہا ستر پوشی کی۔

کل صبح میں ان تین مقتولین کی پاداش میں نہیں بلکہ بہت سے دوسرے مقتولین کی وجہ سے قتل ہوں گا...... میں اگرچہ لوگوں کی سزا سے تو بچتا رہا لیکن اللہ کی سزا سے نہیں بچ سکا۔

دوسری صبح دونوں جوان بڑے حوصلے اور جرأت کے ساتھ پھانسی گھاٹ پر گئے' دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے اور چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا:

''میں آپ سے معذرت خواہ ہوں کہ میرے جرم کی پاداش میں آپ بھی مارے جارہے ہیں۔''

تو بڑے بھائی نے کہا:

''تم نے میرے بارے میں کوئی غلطی نہیں کی' میں تو واقعی بہت بڑا مجرم ہوں اور اپنے کیے کی سزا پا رہا ہوں۔''

چند لمحوں بعد دونوں کے لاشے گرے پڑے تھے...... ہوا انھیں حرکت دے رہی تھی...... ان کے قریب ایک بوڑھی عورت آنکھوں سے بے تحاشہ آنسو بہا رہی تھی...... مجرموں کو پھانسی دینے کے واقعہ کو دس ہزار سے زائد مردوں' عورتوں' بوڑھوں اور بچوں نے اپنی آنکھوں سے ابھی ابھی دیکھا تھا۔ وہاں پر موجود لوگوں میں سے کوئی بھی اس کے غم میں شریک نہ تھا' نہ کوئی اس کی پریشانی میں اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

کسی کی موت پر خوش نہیں ہونا چاہیے...... لیکن ان کا جرم واقعی بہت بڑا اور خوفناک

تھا...... وہاں لوگ ٹولیوں میں جمع ہو کر مقتولین پر لعنتیں کر رہے تھے لیکن وہ بوڑھی عورت ان دونوں مقتولین کی والدہ تھی۔ وہ انھیں سمجھاتی رہی تھی اور وہ اس کی باتوں پر کان نہیں دھرتے تھے۔

غمگین ماں کہہ رہی تھی:

''میں ان پر افسوس ہی کر سکتی ہوں...... غم کا اظہار ہی کر سکتی ہوں...... یہ میرے جگر گوشے ہیں...... مجھے تو ایک عرصے سے توقع تھی کہ...... یہ یا تو گولی لگنے سے مریں گے یا انھیں پھانسی کی سزا ہوگی۔

میری تو انتہائی تمنا تھی کہ یہ دونوں اپنے ملک کا دفاع کرتے ہوئے یا ارضِ فلسطین میں جہاد کرتے ہوئے مریں...... تو میں فخر سے سر بلند کر سکوں، میں ان سے کہا کرتی تھی کہ ہر فرد بشر نے آخر مرنا ہے۔

ایک دن لیکن شریفانہ موت اور شرمندگی و عار والی موت میں بہت فرق ہے۔ میں ان سے کہا کرتی تھی: قتل کا انجام بہر حال قتل ہے۔

آج میں اپنی آنکھوں سے ان کا حشر دیکھ رہی ہوں، اگر یہ حدود سزائیں، انسان کو گناہوں سے پاک کرتی ہیں تو یہ دونوں باقی لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہیں۔

اور پھر وہ روتی دھوتی حیران پریشان غم سے مدہوش ایک طرف کو چل دی۔

ہے کوئی عبرت حاصل کرنے والا؟...... یا لوگوں کے دلوں پر قفل چڑھے ہیں؟

بدمستیوں کے رنگ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شریر لوگوں کی ایک جماعت کسی برائی کو سرانجام دینے کے لیے کسی جگہ جمع ہوئی...... انھیں کچھ کھانے پینے کی طلب ہوئی تو انہوں نے ایک آدمی کو اس غرض کے لیے بھیجا اور وہ ان کے لیے ماکولات ومشروبات لانے کے لیے روانہ ہو گیا جبکہ وہ لوگ اپنی بدمستیوں میں مست رہے' ان کا بھیجا ہوا آدمی واپس نہ آیا' اسے کافی دیر ہوئی تو انہوں نے ایک آدمی کو بھیجا تاکہ پتا کرے کہ وہ کہاں چلا گیا اور اب تک کیوں نہیں واپس پہنچا؟ دوست کی تلاش میں واپسی پر اس نے اچانک دیکھا کہ اندھیرے میں ایک گاڑی الٹی پڑی ہے' اسے آگ کے شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔

آگ تقریباً بجھ چکی ہے' اس کے آس پاس کوئی شخص موجود نہیں' یہ اس کے قریب گیا تو آہستہ آہستہ گاڑی کی نشانیاں اس پر واضح ہونے لگیں' اس کا گمان سچ ثابت ہوا۔

یہ گاڑی اس کے دوست کی ہی تھی' جسے وہ اچھی طرح پہچانتا تھا' وہ جلدی سے آگے بڑھا تاکہ اس کے دوست کی اگر زندگی ہے تو اسے بچا سکے یا اس کی حالت سے واقف ہو سکے' گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے جھانک کر اندر دیکھا تو منظر دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو گیا۔

اس نے دیکھا کہ اس کا دوست ابھی زندہ تو ہے مگر اس کا نیچے والا دھڑ جل چکا ہے اور وہ تکلیف کی شدت کی وجہ سے چلا رہا ہے' اس کے اندر زندگی کی رمق تو باقی تھی مگر منظر انتہائی خوفناک تھا' اس نے اسے وہاں سے نکالنے کی کوشش کی۔ اس کا دل بہت زیادہ خوف زدہ تھا۔ زخمی آدمی کی خوفناک اور پریشان کن حالت کا منظر مزید پریشان کر رہا تھا۔

کافی جدوجہد کے بعد وہ اسے جلی ہوئی گاڑی سے نکال کر اپنی گاڑی میں لانے میں کامیاب ہو سکا' تاکہ اسے طبی امداد پہنچا سکے یا اس کی زندگی بچانے کے لیے کوئی حیلہ کر سکے۔

وہ اسے ساتھ لیے جا رہا تھا کہ اچانک اسے ایک آواز سنائی دی، یہ آواز اس کے زخمی دوست کی تھی، جو روتا جا رہا تھا اور رکی ہوئی آواز سے کہہ رہا تھا: میں اس سے کیا کہوں؟ میں اس سے کیا کہوں؟...... یہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی نظر اس پر پڑی جس کا آدھا دھڑ تو جل چکا تھا اور باقی دھڑ بے سدھ پڑا تھا اور وہ انتہائی کمزور اور نحیف آواز سے کہہ رہا تھا، یوں لگتا تھا کہ یہ آواز کہیں بہت دور سے آ رہی ہے، اس نے اس سے دریافت کیا: وہ کون ہے؟ تم اس سے کیا کہنا چاہتے ہو؟

مگر یہ اس کے آخری سانس اور آخری الفاظ تھے، اور یہ اس کی بے کار زندگی کا ہولناک انجام تھا جو مختلف بدکاریوں اور گندے کاموں سے بھری ہوئی تھی۔

یہ شخص کہنے لگا...... اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے...... میں اب کیا کر سکتا ہوں...... اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔[1]

[1] الشباب بين امل العفة والم الغفاته: ص ۴۲۔

دنیا میں رسوائی

ایک عیاش ملک میں اس کا اپنے دوست کے ساتھ ایک ہوٹل میں ملاقات کا وعدہ تھا تا کہ وہ دونوں وہاں بے حیائی اور فحاشی کے کام کر سکیں۔ وہ جب ہوٹل کی طرف گیا تو اس نے دیکھا کہ ہوٹل کو آگ کے شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے...... اس نے ہوٹل کی کھڑکیوں اور دروازوں سے آگ کے بڑے بڑے شعلے اٹھتے دیکھے' اسے اپنے دوست کی فکر دامن گیر ہوئی' اس نے دل میں سوچا کاش کہ وہ ابھی ہوٹل نہ پہنچا ہوتا...... اس نے ہوٹل کے اس کمرے تک جانے کی کوشش بھی کی' جہاں ملاقات کا پروگرام طے تھا۔

لیکن ہوٹل کے چاروں طرف آگ کے بلند و بالا شعلوں کی وجہ سے وہ اندر جانے کی ہمت نہ کر سکا' وہ پریشانی کے عالم میں کبھی ہوٹل کی طرف آنے والے راستوں کو دیکھتا اور کبھی وہاں کھڑی گاڑیوں کی طرف...... شاید اپنا دوست کسی طرف سے آتا نظر آ جائے۔

وہ کافی دیر وہاں کھڑا فائر بریگیڈ والوں کو دیکھتا رہا...... جب شور کم ہوا اور آگ بجھ گئی تو لوگ اپنے اپنے دوستوں' عزیزوں اور واقف کاروں کو ڈھونڈنے کے لیے جلی ہوئی عمارت میں گئے...... وہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ تیزی سے ہوٹل کے اندر گھس گیا اور اسی کمرہ کی طرف پہنچا' اس نے وہاں ہولناک منظر دیکھا کہ اس کا دوست واقعی کمرے میں موجود تھا۔ ہاں! ہاں! وہ موجود تھا...... لیکن کس حال میں؟

ان کا ایک طوائف کے ساتھ اس کمرہ میں پروگرام طے تھا' اس نے اپنے دوست کو اور طوائف کو اسی کمرے میں پایا' جو وہاں سے نکل نہ سکے تھے...... آگ نے ان دونوں کو جلا کر کوئلہ بنا ڈالا تھا' اس کے دوست کو یوں موت آئی ...... اور یہ اس کا انجام ہوا۔ ایک بدکار

بدخصلت طوائف کے پہلو میں!!

یہ تو اس کی دنیا کے لحاظ سے رسوائی تھی...... اور باقی رہی آخرت ...... آخرت کی رسوائی تو اس سے بھی بڑھ کر اذیت ناک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ))

''ہر آدمی اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اسے موت آئی۔''[1]

وہ آدمی کیسی موت مرا؟ اور کیونکر اٹھایا جائے گا؟ اس وقت اس کا کیا حال ہوگا؟ کیا ہم میں سے کوئی بھی آدمی موت سے بچ سکتا ہے؟ کیا کوئی جانتا ہے کہ اسے موت کس حال میں آئے گی؟ کیا آپ اپنے متعلق جانتے ہیں کہ آپ کس حال میں مریں گے؟ مجھے کس حال میں موت آئے گی؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری زندگی کے آخری اعمال کو بہتر بنائے اور جس دن ہماری اس سے ملاقات ہو، وہ دن ہماری زندگی کا بہترین دن ثابت ہو۔[2] آمین!

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۲۸۷۸۔ فی الجنۃ، باب الامر بحسب الظن باللہ تعالیٰ عند الموت۔

[2] مصدر سابق، ص۲۳۔

والدین کی نافرمانی اور ان کا دِل دکھانے کا انجام

وائل میٹرک کے امتحان میں کامیابی سے ہمکنار ہوا تو اس کے والدین نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا' ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی' وہ اس کے روشن مستقبل کی تمنائیں کرنے لگے' ایک دن والدین اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھے اس کی آئندہ تعلیم کے بارے میں مشاورت کرنے لگے کہ وہ زندگی کے کس شعبے اور میدان کا شوق رکھتا ہے' تاکہ وہ اس میں کامیابی سے آگے جا سکے۔

وائل نے کہا کہ میں فرانس کے دارالحکومت پیرس میں سوربون یونیورسٹی میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ والدین نے اپنے اکلوتے بیٹے کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اس سے موافقت کی اور انہوں نے اپنی تمام امیدیں اس سے وابستہ کر لیں' وائل کا باپ ایک امیر کبیر تاجر تھا۔ اسے تجارت کے ذریعے اس قدر دولت حاصل ہوتی تھی کہ وہ اور اس کا پورا کنبہ عیش کی زندگی گزار رہا تھا' وہ بڑا نیک' سچا اور دیانت دار آدمی تھا۔ عام تاجروں کے برعکس وہ کبھی غلط بیانی نہیں کرتا تھا۔ لوگ اس سے محبت کرتے' اس پر اعتماد کرتے اور اس کے ساتھ لین دین کے شائق رہتے۔

اللہ کی قدرت کہ بیٹے کا میڈیکل کی تعلیم کے لیے یونیورسٹی میں داخلہ ہوگیا' باپ نے اپنے اکلوتے لختِ جگر اور امیدوں کے مرکز کی تعلیم کے لیے بہت بڑی رقم مخصوص کر دی۔ وقت کا پہیہ چلتا رہا' والدین ہر تین ماہ بعد بیٹے کی ضروریات کے لیے خطیر رقم روانہ کرتے رہتے' تاکہ وہ اچھی رہائش اور بہتر کھانا کھائے' اس نے یونیورسٹی کے قریب ایک فرانسیسی گھرانے سے ان کے گھر کا ایک حصہ کرائے پر لے لیا۔ اس گھر والوں کی ایک لڑکی

انتہائی قد آور اور حسین و جمیل تھی۔ آہستہ آہستہ اس کا اس سے تعارف ہو گیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے باہمی تعلقات مضبوط ہوتے گئے اور ان کی محبت میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وہ ایک دوسرے سے شدید محبت کرنے والے دوست بن گئے' مگر یہ تو ایک بھیڑیے کی ایک بکری کے ساتھ دوستی تھی۔ مرد بہرحال مرد ہوتا ہے اور لڑکی لڑکی ہی ہوتی ہے۔

شیطان ہر جگہ انسان کے ساتھ ہوتا ہے وہ برائی اور گناہ کو انسان کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے' سچ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے:

((مَا خَلا رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلاَّ وَ كَانَ الشَّيْطَانُ ثَالِثُهُمَا))

''جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں جاتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان آ جاتا ہے۔''

اس لڑکی نے معمول بنا لیا کہ وہ جب چاہتی وائل کے کمرے میں چلی جاتی' یہ بھی اسکے ساتھ محبت کرتا اور خوش رہتا...... وہ بھی اس کی محبت کی اسیر ہو چکی تھی۔ وائل اسے بہت سے تحفے تحائف دیتا' کسی نے سچ کہا ہے کہ جو آدمی کسی ملک کو لڑائی کے بغیر حاصل کرتا ہے' اسے کھونے میں اسے کچھ بھی دکھ نہیں ہوتا۔

اس کا باپ دن رات محنت مشقت کر کے کماتا اور اسے اخراجات کے لیے رقم بھیجتا اور یہ باپ کی حلال کی کمائی کو لہو و لعب اور حرام کاریوں میں بے دریغ صرف کر دیتا۔ وہ ایک گہرے کنوئیں کی مانند تھا' باپ جتنی دولت بھیجتا وہ سب اڑا ڈالتا' اسے تو بس اپنی محبوبہ کا ہی خیال تھا' وہ پڑھائی میں پیچھے رہ گیا' اس نے ایک ایک تعلیمی سال میں دو دو سال لگائے' اس کے گھر والے ان حالات سے ناواقف تھے' البتہ فرانسیسی لڑکی کے اہل خانہ سب کچھ جاننے بوجھنے کے باوجود کچھ پروا نہ کرتے' ان کی معاشرت انھیں ہر قسم کی آزادی دیتی تھی اور ان پر کسی قسم کی پابندی نہ تھی' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ دونوں بے حیائی' فحاشی' عیاشی میں مبتلا ہو گئے' ترقی کے نام پر غیرت و حمیت ختم ہو چکی تھی' پستی و ذلت کو ترقی و عزت اور روشن

خیالی سمجھا جا رہا تھا۔ ایک دن صبح سویرے وائل نے اپنی محبوبہ کے رونے چیخنے کی آہ و بکا سنی۔ یہ پریشان اور خوف زدہ ہو کر اٹھا' اس کے رخساروں سے آنسو پونچھنے لگا اور اپنی ہتھیلیوں سے اس کی ہتھیلیوں کو سہلانے لگا۔ اسے نہایت نرمی اور پیار سے چپ کراتا رہا' تاکہ اس کی باتوں سے اس کے دل کا غبار ہلکا ہو جائے۔ جب وہ پرسکون ہوئی تو اس نے اس کی پریشانی اور رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ:

میرے والد نے بتلایا ہے کہ میں اپنی عمر کی اس حد تک پہنچ چکی ہوں جس کے بعد قانونی طور پر باپ اپنی بیٹی کے اخراجات کا پابند نہیں رہتا' اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس کے گھر سے کہیں دور چلی جاؤں یا ہر ماہ کرایہ مکان کے طور پر ایک سو فرانک اسے ادا کروں۔

وائل! میرے لیے تو یہ رقم بہت زیادہ ہے' میں نے ان کی بہت منت وسماجت کی ہے کہ وہ اس کرایہ میں کچھ تخفیف کریں' مگر وہ بالکل نہیں مانتے' میں نے سفارشیں بھی بہت کرائی ہیں' مگر انہوں نے کسی کی نہیں مانی' انہوں نے کہا ہے کہ ہمارا مطالبہ پورا کرو یا پھر کبھی بھی واپس نہ آنے کے لیے یہاں سے دفع ہو جاؤ۔

وائل نے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے اس سے کہا کہ وہ اس سے شرعی نکاح کر لے' اس لڑکی نے بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اس پر رضا مندی کا اظہار کر دیا اور عدالت میں جا کر اپنی شادی رجسٹرڈ کرالی اور اس طرح وقتی طور پر فتنہ دب گیا۔

لڑکی کی مشکل تو حل ہوئی لیکن نوجوان وائل کی مشکلات کا آغاز ہو گیا' اب وہ اس لڑکی یا اپنی بیوی کے تمام اخراجات کا مکلّف ٹھہرا۔ اس نے اپنے گھر والوں سے اپنے اخراجات دگنے کرنے کا مطالبہ کیا۔ بہانہ یہ بنایا کہ اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ حالات کی تبدیلی کی وجہ سے بہت گرانی اور مہنگائی ہے' وائل کا باپ پہلے سے بھی زیادہ رقم بھیجنے لگا' یہاں تک کہ اس کی تمام جمع شدہ پونجی اور مال ختم ہو گیا۔

اسے اب یہ مسئلہ درپیش تھا کہ اب مزید مال کہاں سے لائے؟ اس نے اپنی پریشانی

کا اپنی بیوی کے سامنے اظہار کیا تو اس نے بھی کمال فراخ دلی سے اپنے زیورات پیش کر دیے اور اپنے جگر گوشتہ کے لیے انھیں بیچ ڈالا۔ تاکہ ان کے پیارے بیٹے وائل کا مستقبل روشن ہو سکے، مگر اس کے باوجود رقم ختم ہوگئی اور بیٹا مزید مطالبہ کرتا رہا۔

وہ تو بے دریغ خرچ کرتا تھا اور اخراجات کے معاملے میں میانہ روی بالکل نہ کرتا...... اسے کچھ پروا نہ تھی کہ اس کی خاطر اس کے والدین کس قدر مشقت برداشت کر رہے ہیں؟ اور اس کی وجہ سے وہ کس بد حالی کا شکار ہیں؟ باپ کی مالی حالت ابتر ہو چکی ہے اور اس کے مالی حالات یکسر تبدیل ہو گئے ہیں، بیٹا غفلت اور مستی میں مست تھا۔ اس کی تعلیم کی مدت لمبی ہوگئی، والدین انتہائی صبر کے ساتھ انگاروں پر زندگی گزارتے ہوئے اس کے فارغ التحصیل ہونے کے منتظر تھے۔

ان کی امیدیں ان کے خیالات کو زندہ رکھے ہوئے تھیں اور ان کی تمنائیں ان کے دلوں سے مسلسل پھوٹ رہی تھیں۔ بالخصوص اس کی ماں اپنے خاوند کا حوصلہ بڑھاتی۔ اس کے غم کو کم کرنے کی کوشش کرتی اور اسے امید دلاتی کہ ان کا بیٹا وائل عنقریب ایک ماہر مشہور ڈاکٹر بن کر واپس آنے ہی والا ہے۔ وہ آ کر ان کی راحتوں میں کئی گنا اضافہ کرے گا اور ان کی شہرت کو بام عروج تک پہنچائے گا، والدین مشقتیں برداشت کرتے اور تکالیف پر ان کے دل خون کے آنسو روتے، لیکن بیٹا تو مزید رقم کا مطالبہ کرتا رہا اور ان سے جھوٹ موٹ کہتا رہا کہ وہ عنقریب اپنی تعلیم مکمل کر کے واپس آ رہا ہے، بیٹے کی ضروریات اور مطالبے پورے کرنے کے لیے والدین کے پاس مکان بیچنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا اور بوڑھے والدین کرائے کے ایک مکان میں رہنے لگے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ ان کا اکلوتا لخت جگر تعلیم مکمل کرنے کے بعد نئے سرے سے پہلے والی شان وشوکت واپس لے آئے گا، باپ اپنے بیٹے وائل کو مسلسل رقم بھیجتا رہا، یہاں تک کہ مکان فروخت کرنے سے جو رقم حاصل ہوئی تھی وہ بھی ختم ہوگئی مگر پریشانی کا خاتمہ نہ ہوا۔

بیٹا فضول خرچیوں میں مصروف رہا، اس کے رہن سہن سے یوں لگتا تھا گویا وہ کسی وزیر

کا صاحب زادہ ہو' وہ اپنے خطوط میں اپنے والدین سے مزید رقم مانگنے کا عادی ہو چکا تھا۔ وہ تو یوں سمجھتا تھا کہ گویا مال یونہی کسی محنت کے بغیر آتا ہے' اسے کیا معلوم کہ اس کا مسکین والد اب کس قدر قابل رحم حالت میں ہے؟ اس تنگ دستی اور مشکل کے سامنے والدین حیران تھے کہ اب کیا کریں؟ غم کی شدت کی وجہ سے وہ رو رو جاتے...... باپ نے وائل کو پیغام بھیجا کہ میری ساری دولت ختم ہو چکی ہے اور تمھاری والدہ کے زیورات تک بک چکے ہیں' عقل سے کام لو اور اپنے اخراجات کا بندوبست خود کرو' لیکن وائل نے یہ سب جھوٹ سمجھا اور والدین کی طرف سے بدگمان ہو گیا' اس کا دل انتہائی سخت اور اپنے رب سے دور ہو گیا۔ اس کے لیے جو سیدھا راستہ اس کے حکیم و دانا رب نے متعین کیا تھا' وہ اس سے بھٹک گیا۔ اس کے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ اپنی بقیہ تعلیم کی تکمیل اور ڈگری کے حصول کے لیے کوئی کام ڈھونڈے۔

سرکش شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ وہ اپنے غصے کا جام اپنے باپ پر انڈیلتے ہوئے یوں لاتعلق ہو جائے جس طرح سانپ اپنی جلد سے لاتعلق ہو جاتا ہے اور اس نے ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قطع تعلقی کا ارادہ کر لیا۔ شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالتا کہ تیرے باپ نے امانت میں خیانت کی ہے' تیرے والدین تیرا مستقبل تاریک کرنا چاہتے ہیں' انہوں نے تیری آس و امید کی رسی کو اس لیے توڑ ڈالا ہے کہ وائل کی تعلیم مکمل نہ ہو سکے اور وہ میڈیکل کی ڈگری حاصل نہ کر سکے' تاہم وہ اپنے مقصد کی تکمیل اور مطلوبہ رقم کے حصول کے لیے کوشش کرتا رہا تاکہ کسی دن واپس آ کر اپنے ہی شہر میں کلینک کھول سکے اور اپنی دیرینہ امید پوری کر سکے۔ اس نے جو چاہا بالآخر وہ پورا ہوا' اس نے اپنی منزل پا لی۔ اور ایک دن اپنی بیوی کے ہمراہ اپنے وطن لوٹ آیا اس نے اپنے گھر والوں یا رشتہ داروں کو اپنے آنے کی اطلاع بھی نہ دی' وہ واپس آیا تو اس کا دل پتھر سے بھی سخت تر اور تاریک رات سے بھی بڑھ کر تاریک تر اور فاسقوں' فاجروں سے بھی زیادہ گمراہ ہو چکا تھا۔

وائل اپنی فرانسیسی بیوی کے ہمراہ رہنے لگا' اس کا دل نہ مومن رہا تھا اور نہ مہربان...... وہ سرکش جانور یا گمراہ شیاطین کی مانند ہو چکا تھا۔

اللہ کریم ان کی تاڑ میں تھا...... وہ اپنے بندوں سے بے خبر نہیں اور نہ ہی وہ اپنی کائنات کے امور چلانے سے غافل ہے...... وہ ہر قسم کی لاپروائی اور غفلت سے منزہ ہے۔

اس نے وائل کے لیے رسی ڈھیلی چھوڑ دی اور وہ اپنی گمراہی میں آگے ہی بڑھتا چلا گیا' وہ اپنی بدمستی' ظلم اور سرکشی سے باز نہ آیا۔ وہ طب...... میڈیکل...... کی ڈگری تو لے آیا مگر اپنے رب کی پہچان سے محروم ہو گیا' اس نے مغربی ثقافت اختیار کر لی...... اور غیر ملکی بیوی پا لی لیکن اپنے دین' اسلامی اخلاق اور بلند انسانی اقدار سے محروم ہو گیا۔

وہ ہدایت کے بعد گمراہی کی اندھیری رات میں گم ہو گیا۔ وہ گمراہی اور ہلاکت کے ایسے سمندر میں جا ڈوبا جس کی کوئی انتہا ہی نہ رہی تھی' اللہ کی قدرت کہ اس کے کلینک پر اس کے والد کا ایک دوست آ گیا' وہ اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر رہ گیا...... وہ جلدی سے وائل کے والد کو پیش آمدہ واقعہ سے مطلع کرنے اور خوش خبری دینے کے لیے گیا...... کہ اس کا بیٹا ایک عظیم ڈاکٹر بن چکا ہے' اس کا ایک کلینک ہے' اس نے وہاں اپنی ڈگری نمایاں کر کے لٹکا رکھی ہے۔

باپ نے جواب دیا: دوست! مذاق نہ کر' تو ہمیں اس پریشانی اور غم ہی میں رہنے دے اور ہمارا دل مزید نہ دکھا۔

اس آدمی نے اللہ کی قسم! اٹھا کر اسے یقین دلایا کہ اس کی بات سچ ہے' وہ خود وہاں جا کر اس کا کلینک اور وائل کو دیکھ کر آیا ہے اور بولا: آؤ ڈاکٹر وائل کے کلینک پر آپ کو لے چلوں...... باپ کو اس کی بات کا یقین نہ تھا' وہ ملے جلے جذبات اور اندیشوں کے ساتھ اس کے ہمراہ چل دیا...... وہ ایک قدم آگے کو رکھتا تو ایک قدم پیچھے کو...... اس کے دل میں عجیب قسم کا تعجب تھا جسے کوئی بھی بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

تاہم اس کی امید اسے آگے کو لیے جا رہی تھی' وہ تیز تیز قدم اٹھاتا تو پھر اسے ساری

بات میں شک گزرتا' تاہم وہ اللہ سے دعائیں کرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی نظر کلینک کے بورڈ پر جا پڑی' اس نے بورڈ پر بیٹے کا نام پڑھا اور بورڈ کے قریب جا کر بیٹے کی خوشبو سونگھی تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی گھٹا امڈ پڑی...... یہ اس کی خوشی کے آنسو تھے کہ اب مصیبت کے دن گزر گئے۔

وہ دونوں کلینک کی سیڑھیاں چڑھنے لگے' اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا...... وہ سوچ رہا تھا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا یہ عین حقیقت ہے؟ کیا میں مدہوش تو نہیں؟ سیڑھیاں ختم ہو گئیں...... مگر خوشی نہ آئی۔

وائل نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے باپ کو دیکھا لیکن وہ تو مکمل طور پر بدل چکا تھا اس نے یوں اظہار کیا گویا وہ اپنے باپ کو پہچانتا ہی نہیں۔ یا اسے دیکھنا اور پہچاننا ہی نہیں چاہتا۔ وہ بزعم خویش اپنے باپ سے اس کے جرم کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس نے صاف طور پر اپنے والد سے کہہ دیا کہ تم ایسی جگہ چلے جاؤ' جہاں تمہیں میری غیر ملکی بیوی نہ دیکھ سکے...... وہ میرا احترام کرتی ہے' تمہیں دیکھنے کے بعد وہ مجھے حقیر سمجھنے لگے گی' میں اس کی نظروں میں انتہائی معزز ہوں' وہ تمہیں دیکھے گی تو میں اس کی نظروں سے گر جاؤں گا اور ساتھ ہی کہا: اگر آپ کلینک سے دور چلے جائیں تو میں آپ کی مالی معاونت کرتا رہوں گا اور جس قدر آپ چاہیں گے اس سے بھی زیادہ آپ کو دیتا رہوں گا' یہ سب سن کر مسکین باپ حیران و ششدر رہ گیا' اس کی تمام امیدیں اور توقعات خاک میں مل گئیں۔

وہ کچھ ہو چکا تھا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا...... اور نہ ایسا وقوعہ کسی انسان کے دل میں آ سکتا ہے...... اس کی باتیں سن کر باپ نے اس نافرمان بد بخت بیٹے سے فوراً کہا: تجھ پر اللہ کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو اور قیامت تک تجھ پر اللہ کا غضب ہو' تو ہمیشہ ہمیشہ بد بخت اور منحوس رہے۔ اور پھر اس نے اپنے بد بخت نافرمان بیٹے کے منہ پر تھوک دیا۔ اس سے اس کے دل بھڑاس ٹھنڈی ہو گئی۔

ساتھ ہی کہا: ''اللہ رب العالمین ہمیں تیرا محتاج نہ کرے۔''

اور وہاں سے بوجھل دل اور پریشان حالی کے ساتھ واپس لوٹ آیا' اس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا' ناکامی' مایوسی اور پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

اس نے اپنی بیوی کے پاس جا کر اسے یہ منحوس خبر سنائی اور پیش آمدہ حادثہ سے اسے مطلع کیا' اس کی آنکھوں سے آنسو نکل نکل کر چہرے پر بہتے جا رہے تھے' ماں کی پریشانی اس سے بھی بڑھ کر تھی' اس نے بڑی سخاوت سے اپنے آنسو بہائے اور آنسو بہا بہا کر اپنے غم کو ہلکا کیا۔

بے دین مغرب میں بیٹے کو بھیجنے کا یہ نتیجہ نکلا' والدین اپنی کاشت کردہ کھیتی کا پھل اور اپنے کیے کا نتیجہ پا چکے تھے۔ تاہم ظالم کو بھی اپنے انجام تک پہنچنا تھا...... ماں باپ کے نافرمان بیٹے وائل کے ساتھ کیا بیتی؟

چھٹی کے دن ڈاکٹر وائل اپنی بیوی کے ہمراہ گاڑی پر سوار ہو کر سیر و تفریح کے لیے نکلا۔ ایک خطرناک موڑ پر گاڑی الٹ گئی وہ اور اس کی بیوی موقع پر ہلاک ہو گئے۔ ماں باپ کو اس حادثہ کی خبر ملی تو اللہ علیم و حکیم پر ان کا ایمان و یقین مزید پختہ ہو گیا کہ وہ اللہ کریم مظلوم کی دعا کو کبھی رد نہیں کرتا۔

ڈاکٹر وائل نے جو دولت اور کلینک چھوڑا' والدین اس کے وارث ٹھہرے اور یہ واقعہ لوگوں کے لیے درسِ عبرت بن گیا۔[1]

[1] نهاية الظالمين ج جزء ثالث: ص ۱۴ تا ۲۵۔
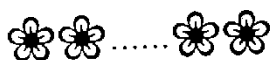
اللہ تعالیٰ سے استقامت اور ثابت قدمی کی دعا

برادرم!

میں نے واقعات کا یہ مجموعہ محض دل بہلانے کے لیے نہیں بلکہ وعظ و نصیحت کے لیے ترتیب دیا ہے۔ تاکہ ہم عمر کے ضائع ہونے سے پہلے پہلے اس فرصت کو غنیمت سمجھیں اور اللہ کی نازل کردہ شریعت کو مرتے دم تک تھامے رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَ حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ))[1]

''تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو:

① جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ ② صحت کو بیماری سے پہلے۔
③ مالداری کو فقر سے پہلے۔ ④ فراغت کو مشغولیت سے پہلے۔
⑤ زندگی کو موت سے پہلے۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَ مِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ

''الہ العالمین! تو ہمیں اپنی الہٰی خشیت عطا فرما جو ہمارے اور معاصی کے درمیان مائل ہو جائے۔''

''اور ہمیں اپنی فرمان برداری کی ایسی توفیق دے کہ اس کی برکت سے تو ہمیں اپنی جنت میں داخل کر دے۔''

---

[1] ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو بسند حسن بیان کیا ہے۔

وَ مِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا
وَ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَ أَبْصَارِنَا وَ قُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا

''اور ہمیں اپنی ذات پر ایسا یقین نصیب فرما کہ اس کی برکت سے تو دنیا کی تمام مصیبتیں ہمارے لیے آسان کر دے۔''

''اور تو ہمیں ہماری قوتِ سماعت و بصارت اور تمام بدنی قوتوں سے ہماری زندگی بھر متمتع فرما۔''

وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا

''اور بعد از مرگ بھی ہمیں اس سے مستفید فرما۔''

''اور ہماری غصہ یا بدلہ لینے کی خواہش صرف ظالموں کے خلاف ہو۔''

وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا

''اور کوئی ہم سے زیادتی کرے تو تو ہماری نصرت فرما۔''

''اور دین کے بارے میں ہم پر کوئی آزمائش نہ آئے۔''

وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا
وَ لَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا

اور حصول دنیا کو ہمارا مقصودِ حیات یا منتہائے علم نہ بنا۔

اور ہماری خطاؤں کے سبب بے رحم حکمرانوں کو ہم پر مسلط نہ فرما۔''

وَ لَدَتْكَ أُمُّكَ يَا ابْنَ آدَمَ بَاكِيًا وَ النَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
فَاعْمَلْ لِيَوْمٍ أَنْ تَكُوْنَ إِذَا بَكَوا فِيْ يَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

''ابن آدم! تجھے تیری ماں نے جنا تو تو رو رہا تھا...... اور تیرے پاس لوگ خوشی کے مارے خوب ہنس رہے تھے...... اب تو ایسے عمل کرتے ہوئے زندگی بسر کر کہ جب تیری وفات کا دن آئے تو تو خوشی سے ہنس رہا ہو اور لوگ تیرے مرنے پر رو رہے ہوں۔''

خودکشی کرنے والے کا عبرتناک انجام

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ خیبر میں شامل تھے۔ ایک آدمی جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا' اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ آدمی جہنمی ہے۔''

جب لڑائی ہوئی تو اسی آدمی نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور وہ شدید زخمی ہو گیا۔ بالآخر وہ زخموں سے چور اور نڈھال ہو کر گر پڑا...... ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر خبر دی کہ اللہ کے رسول! آپ نے جس آدمی کے متعلق فرمایا تھا کہ ''وہ جہنمی ہے...... اس نے تو اللہ کی راہ میں بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور زخموں سے چور ہوا پڑا ہے...... تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہر حال وہ ہے جہنمی۔'' بعض مسلمانوں نے اس پر شک کا اظہار کیا...... وہ اسی حالت میں پڑا تھا کہ زخموں کی تکلیف اس سے برداشت نہ ہوئی' اس نے اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف لے جا کر اس سے ایک تیر نکال کر خود کو اس کے ساتھ ذبح کر لیا۔ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑتے ہوئے گئے اور کہنے لگے:

''اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کی بات سچ ثابت کر دی' فلاں آدمی نے خود کو قتل کر ڈالا ہے۔''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلال! اٹھ کر اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن لوگ ہی جائیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ فاجر لوگوں سے بھی دین کی مدد کرا دیتا ہے۔''[1]

---

[1] صحيح البخاری: ۲٦۰٦- صحيح مسلم: ۱۱۱

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے دنیا میں اپنے آپ کو جس چیز کے ساتھ قتل کیا قیامت کے دن اسے اسی کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔''[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جان اللہ کی ملکیت ہے' انسان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے آپ کو قتل کرے...... جس طرح کسی دوسرے آدمی کو قتل کرنا ناجائز اور حرام ہے اسی طرح خودکشی یعنی اپنے آپ کو قتل کرنا بھی حرام ہے۔

نیز کوئی ایسا کام جس کے نتیجے میں جانتے بوجھتے ہوئے بھی جان چلی جائے وہ بھی حرام ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کا اپنے آپ پر ظلم کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جیسے دوسرے پر ظلم اور جرم کرنا...... کیونکہ یہ جان انسان کی ملکیت نہیں' بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے' انسان اپنی جان پر صرف اسی قدر تصرف کر سکتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔[2]

بدیل کے بیٹوں اور اعین کا برا انجام

طلق بن خشاف کا بیان ہے کہ وہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے دریافت کیا: امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کیوں قتل کیا گیا؟ انہوں نے فرمایا: وہ ظلماً قتل ہوئے' اللہ ان کے قاتلوں پر لعنت کرے' اللہ ابن ابی بن کعب کو بھی تباہ کرے اور اللہ بنی تمیم کے اعین کو ذلت و رسوائی سے دوچار کرے اور بدیل کے بیٹوں کو گمراہی کی حالت میں قتل کرے' اسی طرح اللہ اشتر کا بھی برا انجام کرے۔

طلق کہتے ہیں: اللہ کی قسم!...... ان میں سے ہر ایک کو ام المومنین رضی اللہ عنہا کی بددعا لگی' ابن ابی بکر پکڑا گیا اور قتل ہوا۔ بنو تمیم کے اعین کو بھی ایک آدمی نے قتل کیا۔ بدیل کے دونوں بیٹے بھی ایک فتنے میں نکلے اور قتل ہوئے۔ اشتر بھی ملک شام کو گیا اسے وہاں

---

[1] صحیح البخاری: ۸/ ۱۹۔ صحیح مسلم: ۱۱۰

[2] فتح الباری: ۱۱/ ۵۳۹

زہریلی چیز پلائی گئی اور وہ بھی مارا گیا۔[1]

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں جتنے بھی لوگ شریک تھے' بالآخر وہ سب مارے گئے اور قتل ہوئے۔[2]

ظلم کا انجام

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کا بازو کندھے سے کٹا ہوا تھا' اور وہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا: مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو اور کسی پر ظلم نہ کرو...... میں نے اس کے قریب جا کر اس سے دریافت کیا: بھائی جان! اصل بات بتاؤ کیا ہے؟ اس نے کہا: ''میرا واقعہ بڑا عجیب ہے' میں ظالموں کے مددگاروں میں سے اور ان کے ہم نواؤں سے تھا' میں نے ایک دن ایک شکاری کو دیکھا جو ایک بہت بڑی مچھلی شکار کر کے لا رہا تھا' وہ مجھے اچھی لگی' تو میں نے اس سے کہا کہ یہ مچھلی مجھے دے دو' وہ بولا: ''میں تمھیں یہ نہیں دیتا۔'' میں نے اس کو مارا اور زبردستی اس سے چھین کر لے گیا۔ میں اس مچھلی کو اٹھائے جا رہا تھا کہ اس نے زور سے میرے انگوٹھے کو دانتوں سے کاٹا۔ میں گھر پہنچا تو درد کی شدت بہت زیادہ بڑھ چکی تھی' مجھے بالکل چین نہ آیا۔ مجھے نیند تک نہ آئی۔ میرا ہاتھ متورم ہو گیا۔ صبح ہونے پر میں نے طبیب سے جا کر مشورہ کیا...... اس نے بتلایا کہ یہ جسم کے اندر پیدا ہونے والی انتہائی خطرناک بیماری کا آغاز ہے......اپنا انگوٹھا کٹوا دو ...... ورنہ تمھارا پورا ہاتھ کاٹنا پڑے گا۔ میرا انگوٹھا کاٹ دیا گیا۔ مجھے پھر بھی افاقہ نہ ہوا...... مجھ سے کہا گیا کہ اپنا ہاتھ کٹوا دو...... چنانچہ ہاتھ کٹوا دیا گیا' مگر تکلیف کلائی تک پہنچ گئی اور درد بھی بہت زیادہ ہونے لگا۔ مجھے بالکل آرام نہ آتا تھا'

---

[1] التاریخ الصغیر للبخاری: ۱/ ۹۵

[2] اخبار المدینہ لا بن ابی شیبہ: ۴/ ۱۲۵۲۔ مستجاب الدعوات لوگ' ابن ابی الدنیا: ۵۴

درد کی وجہ سے میں چیختا چلاتا رہتا...... مجھ سے کہا گیا کہ کہنی سے بازو کٹوا دو' میں نے بازو کو کہنی سے کٹوا دیا۔ مگر درد اس سے اوپر سرایت کر گیا...... اور تکلیف پہلے سے بھی بڑھتی گئی۔ مجھ سے کہا گیا کہ بازو کو کندھے تک کٹوا دو ورنہ یہ تکلیف سارے جسم میں سرایت کر جائے گی' چنانچہ میں نے بازو کٹوا دیا۔

کسی نے مجھ سے پوچھا:

''تمھاری تکلیف کی اصل وجہ کیا ہے؟ تو میں نے اسے مچھلی والی بات بتلائی' اس نے کہا: اگر تم شروع ہی میں اس مچھلی والے کے پاس جا کر اس سے معافی مانگ لیتے اور اسے راضی کر لیتے تو تمھارا کوئی بھی عضو کاٹنے کی ضرورت پیش نہ آتی...... اب بھی موقعہ ہے تم جا کر اس سے معافی مانگ لو...... ورنہ یہ تکلیف سارے بدن میں سرایت کر جائے گی۔''

میں اسے سارے شہر میں تلاش کرتا رہا۔ بالآخر وہ مجھے مل گیا...... میں نے اس سے کہا: ''میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے اللہ کے لیے معاف کر دو۔''

اس نے مجھ سے پوچھا کہ: ''تم کون ہو؟''

میں نے اسے بتلایا کہ میں وہی ہوں جو تم سے مچھلی چھین کر لے گیا تھا۔ پھر میں نے سارا واقعہ اس کے گوش گزار کر دیا اور میں نے اسے اپنا ہاتھ بھی دکھلایا' وہ میری حالت دیکھ کر رونے لگا...... اور کہا: بھائی! میں تمھیں معاف کرتا ہوں...... میں نے اس سے پوچھا: جب میں مچھلی لے گیا تھا تو کیا تم نے بددعا تو نہیں کر دی تھی؟ وہ بولا: ''ہاں! میں نے کہا تھا' یا اللہ! تو نے مجھے جو رزق دیا' اس ظالم نے طاقت کے بل بوتے پر مجھ سے چھین لیا' تو ہی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کر کے اپنی قدرت دکھا دے۔''

تو میں نے عرض کیا: اللہ نے میرے بارے میں فیصلہ کر کے اپنی قدرت آپ کو دکھا دی...... میں ظالمانہ کارروائیوں سے توبہ کرتا ہوں' میں آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی ظالم کا ظلم پر ساتھ دوں گا۔[1] ان شاء اللہ

---

[1] الکبائر' للذہبی: ص ۱۲۷

یہ واقعات سچے ہیں

جیسا کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جس طرح کے اعمال کرتا ہوا مرے گا ویسے ہی اعمال کرتا اٹھایا جائے گا۔ یہی اصول انسان کی زندگی میں بھی کارفرما ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ جب زندگی کے ہنگاموں میں، ہمہموں میں، زندگی کے میلوں میں پڑ کر اللہ کریم کو بھول جاتے ہیں اور آخرت کو بھول کر اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں اور بعض تو منہ سے یہ کہتے ہوئے بھی سنے گئے ہیں کہ:

اے جگ مٹھا............... تے اگلا کنے ڈٹھا

یعنی یہ دنیا کی زندگی تو بہت میٹھی اور رنگین ہے، اگلی مرنے کے بعد والی جس زندگی کے متعلق مولوی حضرات کہتے رہتے ہیں، اس کو کس نے دیکھا ہے..... جبکہ اس زندگی کے مزوں کو تو ہم روزانہ دیکھتے اور چکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ

ایسے لوگوں کا موت کے وقت انجام بھی مختلف طرح سے، مختلف طریقوں سے، نہایت عبرتناک، وحشت ناک، اذیت ناک اور المناک ہوتا ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ ہمارے گرد و نواح میں روز مرہ کے مشاہدات ہیں، ہم اپنے سامنے مختلف لوگوں کی بری عبرتناک موت کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن نہ ہی اس پر غور و فکر کرتے ہیں اور نہ اس سے سبق حاصل کرتے ہیں بلکہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ''اس'' کے ساتھ ہو رہا ہے، ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو گا۔ ہم ایسی مصیبت پریشانی تکلیف اور عذاب سے بچ جائیں گے۔ یہ تو بلی کو دیکھ کر چوہے کی آنکھیں بند کرنے کی مثال ہے۔ آنکھیں بند کرنے سے کیا بلی اسے دبوچنے سے باز آ جائے گی، یا وہ یوں آنکھیں بند کر کے موت سے بچ جائے گا۔ ہرگز نہیں!

یہ سب دھوکے ہیں دل کی تسلی کے لیے اور دل کو فریب دینے کے لیے...... شیطان لعین کے ہتھکنڈے ہیں۔

ہمارے اردگرد خاندان و برادری اور معاشرہ میں روزمرہ رونما ہونے والی اموات کے واقعات ہمارے لیے اللہ کریم کی طرف سے جہاں وارننگ ہیں وہاں ہی اتمام حجت بھی ہیں کہ اے لوگو!...... انھیں دیکھ کر سیدھے ہو جاؤ...... سیدھے راستے پر گامزن ہو جاؤ' قیامت والے دن تم یہ نہ کہہ سکو گے کہ ہمیں خبر نہ ہوئی' ہم نے کسی کو ایسی بری حالت میں مرتے نہ دیکھا تھا کہ اگر ہم دیکھتے تو پھر ہم بھی اپنے آپ کو بدل لیتے...... اللہ کریم کی نافرمانیوں سے باز کر لیتے۔ آئے دن اپنے پیاروں کی موت کے مشاہدے کے بعد انسان یہ عذر ہرگز نہ پیش کر سکے گا۔

ایسے ہی چند واقعات کا مشاہدہ محترم ڈاکٹر پروفیسر نور احمد نے بھی کیا اور اس سے عبرت خود بھی پکڑی اور عام لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے اپنے مشاہدات کو قلم بند کر کے روزنامہ جناح ۳ اگست ۲۰۰۶ء لاہور کے ایڈیشن میں ایک کالم بنام ''یہ سچے واقعات ہیں'' لکھا۔ ہم یہ کالم من وعن قارئین کے لیے پیش کر رہے ہیں' پڑھیں' عبرت پکڑیں اور اپنی زندگی کو بدل کر عمل شروع کریں...... محترم ڈاکٹر نور احمد صاحب لکھتے ہیں:

والدین کے ساتھ نیک سلوک کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے اپنی سب کتابوں تورات' انجیل' زبور اور قرآن شریف میں حکم فرمایا ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے حقوق کے بارے میں وحی نازل فرمائی اور تاکید فرمائی' اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ وابستہ فرمایا اور ان کی ناراضی پر اپنی ناراضگی مرتب فرمائی۔ (تنبیہ الغافلین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے حق میں تفصیلاً ایک ایک چیز ہمیں سمجھائی۔ جو کتب احادیث میں قیامت تک موجود رہیں گی۔ بطور ڈاکٹر ہم لوگ اپنے سامنے ہر قسم کے لوگ مرتے دیکھتے ہیں۔ بعض اموات ہم سب کے لیے ایک سبق چھوڑ جاتی ہیں۔ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ اپنے والدین سے نیک سلوک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اس دنیا کے

مسائل بھی حل کر دیتے ہیں حتیٰ کہ ایسے موذی امراض سے جن کا ہمارے پاس علاج نہیں اللہ تعالیٰ ان کو شفاء دیتے ہیں اور انھیں اچھی موت نصیب ہوتی ہے اور جو لوگ اپنے والدین کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ان کو دنیا ہی میں سزا ملتی ہے اور وہ نہایت بری موت مرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کی قدردانی کی توفیق عنایت فرمائے۔ چند مشاہدات جو حقیقت پر مبنی ہیں' پیش خدمت ہیں:

ماں کی دعا:

میں جب فرسٹ پروفیشنل ایم بی بی ایس کا امتحان دے رہا تھا تو بخار چڑھ گیا۔ بخار کے ساتھ اناٹومی کا پرچہ دیا۔ جس میں چھ سے ایک سوال بالکل غلط ہو گیا۔ جب گھر واپس آیا تو والدہ صاحبہ نے پرچہ کے متعلق دریافت فرمایا تو میں نے بتایا کہ بخار کی وجہ سے میرا ایک سوال بالکل غلط ہو گیا ہے۔ میری والدہ صاحبہ نے یقین سے فرمایا کہ میں اللہ سے دعاء کروں گی غلط سوال بھی ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

جب میرا نتیجہ نکلا تو میں اپنی کلاس میں اول نمبر پر آیا اور مجھے اول آنے کی وجہ سے تمغہ بھی ملا۔ ماں کی دعاء کا اثر ایسا ہوا کہ غلط سوال کے بھی پورے نمبر ملے اور کلاس میں اول پوزیشن رہی۔

ایک پروفیسر صاحب کو دل کا دورہ پڑا' دورہ اتنا شدید تھا کہ بچنا محال تھا۔ ان کی والدہ ان کے بستر کے قریب بیٹھی یہ دعا کر رہی تھیں جو ہم سب نے سنی:

''باری تعالیٰ میں اپنے اس لڑکے سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔''

ہم لوگ تو علاج میں مشغول تھے اور وہ بی بی دعاؤں میں مستغرق تھیں۔ جب پروفیسر صاحب کا آخری وقت آیا تو انہوں نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا' مسکرائے اور پھر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

والدین کی دعاء کا اثر:

1967ء کا واقعہ ہے کہ میں اسسٹنٹ پروفیسر میڈیسن کی اسامی کے لیے پبلک سروس کمیشن میں پیش ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے والدین کی دعاؤں کی وجہ سے مغربی پاکستان میں اول نمبر پر رہا۔ مگر مجھے چند وجوہات کی بناء پر نوکری نہ دی گئی۔

چنانچہ مجھے سعودی عرب جانا پڑا جس کا میرے والدین کو بہت صدمہ ہوا۔ انہوں نے رات دن میری واپسی اور ایسی ہی آسامی پر چناؤ کے لیے دعائیں شروع کر دیں۔

میرا واپس آنا اور کمیشن کے لیے چنا جانا ناممکن تھا۔ مگر ان بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے نہ صرف مجھے حج اکبر کی سعادت نصیب ہوئی بلکہ ایک سال کے اندر ہی وہی آسامی مل گئی جس کا میں اپنے آپ کو اہل سمجھتا تھا اور میری سنیارٹی میں بھی فرق نہ آیا۔

والدین کی دعاء کی وجہ سے مہلک مرض سے نجات:

میرے ایک دوست جو کراچی میں بینک آفیسر ہیں چند سال قبل ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ان کو یرقان کے مرض نے اتنا کمزور کر دیا کہ بے ہوش ہو گئے' پیٹ میں پانی پڑ گیا اور گردوں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا۔ اس بینک آفیسر کی نوجوان لڑکیاں تھیں اور والدین کے لیے صرف یہی ایک سہارا تھا۔

بیماری لا علاج ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے مجھے کراچی بلایا کہ اس کا آخری وقت تھا۔ میں یہاں سے کراچی گیا' اپنے دوست کو زندگی کے آخری لمحات میں دیکھ کر اور اس کی ذمہ داریاں دیکھ کر بہت ہی صدمہ ہوا۔

میرے جانے سے پہلے اٹھارہ ڈاکٹرز صاحبان اس کو دیکھ کر جا چکے تھے اور سب نے بتا دیا کہ یہ مرض لا علاج ہے' میں انیسواں فزیشن تھا۔ میں نے بھی ان کی تشخیص اور علاج سے اتفاق کیا۔ مگر ایک چیز کی کمی پائی' وہ یہ کہ سنت کے مطابق علاج نہیں ہو رہا۔

میں نے ان کے والدین کو بٹھا کر سمجھایا کہ اگر ہم علاج صدقہ کر کے دو نفل پڑھ کر دعا

پڑھنے کے بعد شروع کریں تو مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے یقین ہے کہ اس کو شفاء ہو گی۔ اس کے والدین کو یہ بھی بتایا کہ والد کی دعا اپنے لڑکے کے لیے بہت اثر رکھتی ہے اور باری تعالیٰ اس دعاء کو رد نہیں فرماتے۔

انہوں نے سنت طریقہ سے وہی علاج شروع کیا جو پہلے جاری تھا اور باری تعالیٰ سے شفا کے لیے متواتر تین دن تک فریاد کرتے رہے۔ وہاں کے سب لوگ بتاتے ہیں کہ تیسرے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی' گردوں نے کام شروع کر دیا...... یرقان اور پیٹ کا پانی غائب ہونا شروع ہو گیا' اور ایک ہفتہ کے اندر اندر باری تعالیٰ نے اسے مکمل شفاء دے دی۔

مجھے کراچی سے واپس آئے ہوئے چودہ دن ہوئے تھے' میرے اس دوست کا خط ملا جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور تسلیم کیا تھا کہ والدین کی دعاء نے اس کو لا علاج مرض سے مکمل طور پر شفاء نصیب فرمائی ہے۔

سائنسی علم کے مطابق ایسے مرض سے بچنا بالکل ہی ناممکن ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سب کام ممکن ہیں۔

والدین کی بددعا سے بری موت کے مشاہدات:

میرے والد صاحب کے ایک دوست کے متعلق مشہور تھا کہ جب اس کی والدہ قریب المرگ تھی تو اس نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی' اور وہ بے چاری اکیلی پڑی رہی اور اسی حالت میں مر گئی۔

میں اس جستجو میں تھا کہ جو والدین کے ساتھ برا سلوک روا رکھے اس کا خاتمہ کیسے ہوتا ہے؟ زندگی کے ایام گزرتے گئے' قریباً اس واقعہ سے تیس سال بعد وہ صاحب جو اپنی والدہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے تھے بیمار ہوئے اور دستوں کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے۔

میرے والد صاحب مجھے ان کے علاج کے لیے لے گئے۔ میں نے دیکھا تو یہ بہت کمزور تھے اور رو رہے تھے۔ میں نے ان کو غذا بتائی تو وہ رونے لگ گئے اور بتایا کہ اس

کے تین لڑکے ہیں مگر اس کی پروانہیں کرتے' کئی دنوں سے بیمار پڑا ہوں مگر ایک دفعہ بھی ملنے نہیں آئے۔

میرا ایک دوست اپنی بستی میں رشتہ داروں سے ملنے گیا' وہاں ایک واقعہ رونما ہوا جو درج کر رہا ہوں:

اس بستی میں ایک کسان کے گھر اس کی ماں اور اس کی بیوی کے درمیان ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا۔ کئی دفعہ اس کی بیوی ناراض ہو کر چلی گئی' بہت منت سماجت سے وہ اس کو واپس لے آتا تھا۔ آخری بار اس کی بیوی نے یہ شرط رکھی کہ تو اپنی ماں کو ختم کر دے تو تمھارے گھر آؤں گی۔ اس کسان نے روزانہ کے جھگڑے سے تنگ آ کر آخر کار اپنی ماں کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا۔

وہ کسان روزانہ کماد (گنا) کھیت سے کاٹ کر بازار میں بیچا کرتا تھا۔ ایک دن اپنی ماں کو کھیت میں اس بہانے سے لے گیا کہ وہ کماد کا گٹھا اس کے سر پر رکھوا دے گی۔ چنانچہ والدہ کو ساتھ کھڑا کیا اور کماد کاٹنا شروع کر دیا۔ پھر اچانک یکدم اپنی کلہاڑی سے ماں کو ختم کرنے کے ارادے سے حملہ کر دیا تو زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے...... کلہاڑی دور جا پڑی...... اور اس کی ماں چلاتی ہوئی اپنی جان بچانے کے لیے گاؤں کی طرف بھاگ گئی۔

اسی دوران زمین نے آہستہ آہستہ کسان کو نگلنا شروع کر دیا' تو کسان نے چلانا شروع کیا۔ اونچی آواز سے اپنی ماں کو پکارتا اور معافیاں مانگتا رہا...... مگر کھیت دور ہونے کی وجہ سے لوگوں تک اس کی آواز بہت دیر کے بعد پہنچی۔

جب لوگ وہاں پہنچے تو چھاتی تک زمین اس کو نگل چکی تھی اور اس کا سانس بھی بند ہو رہا تھا...... اسی حالت میں وہ آہستہ آہستہ زمین میں دفن ہوتا گیا...... اور لوگوں نے اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی مگر زمین نے اس کو نہیں چھوڑا اور وہ وہیں مر گیا۔ یہ چند ماہ کا واقعہ ہے اور تحقیق شدہ ہے۔

مرتے وقت مسلمانوں کا آخری کلام:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک صحابی رسول رضی اللہ عنہ قریب المرگ تھے اور کلمہ ان کی زبان پر نہیں آ رہا تھا...... رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی گئی' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق کریں کوئی اس سے ناراض تو نہیں...... چنانچہ تحقیق پر معلوم ہوا کہ اس کی والدہ اس سے ناراض ہیں...... رسول اللہ ﷺ نے والدہ کو ترغیب دی...... بی بی نے اپنے لڑکے کو معاف کیا تو صحابی رسول ﷺ نے وفات سے پہلے کلمہ پڑھ لیا۔

آج ہم اپنے بارے میں سوچیں کہ کتنے لوگ ہم سے ناراض ہوتے ہیں' جس کی وجہ سے یہ نعمت ہمیں مرتے وقت نصیب نہیں ہوتی۔

ایک جائزہ کے مطابق میں نے ایک صد مسلمانوں میں سے صرف تین کو آخری وقت کلمہ پڑھتے سنا۔

ایک ڈاکٹر کے آخری کلمات:

ایک ڈاکٹر آخری وقت میں'' ڈائجسٹ'' طلب کر رہا تھا اور اس کی بیوی اس کے قریب کھڑی ہوئی کلمہ کی تلقین کر رہی تھی۔ جب ڈاکٹر صاحب اللہ کو پیارے ہوئے تو میں نے اس کی بیگم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ڈاکٹر مرحوم کو ڈائجسٹ پڑھنے کا بہت شوق تھا...... چونکہ یہ ان کی محبوب چیز تھی اس لیے مرتے وقت بھی اسے اس کی خواہش تھی۔

ایک زمیندار کے آخری کلمات:

ایک زمیندار بار بار یہ دریافت کر رہا تھا کہ ''بھینس کو چارہ ڈالا ہے؟'' یہ شکایت جب اس کے رشتہ داروں نے مجھ سے کی تو میں چونک اٹھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ اس کا آخری وقت ہے۔ کیونکہ اس کی ساری عمر بھینس اور چارے میں گزری (وہ نماز' روزہ احکام الٰہی اور ذکر و اذکار پر اپنے اس دھندے اور مصروفیت کو ترجیح دیتا رہا اور مویشیوں کو چارا ڈالنے میں مصروف رہا) اس لیے وہی چیز مرتے وقت اس کے سامنے آئی اور وہ کلمہ جیسی

نعمت سے محروم ہو گیا۔

حافظ قرآن کی بیوی کی موت:

ہمارے ایک حافظ قرآن کی بیوی کو گردن توڑ بخار ہو گیا اور وہ میرے وارڈ میں داخل ہوئی۔ علاج سے کافی افاقہ ہو رہا تھا۔ ایک دن شام کے وقت مجھے وارڈ کی نرس نے ٹیلی فون پر بتایا کہ وہ بی بی اونچے اونچے لہجے میں کلمہ پڑھ رہی ہے۔ میں گھر سے بھاگا' جب وارڈ پہنچا تو میرے پہنچنے سے پہلے ہی وہ اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں۔ یہ مرحومہ دریافت کرنے پر نماز روزہ کی پابند بتائی جاتی تھیں اور خود بھی حافظہ تھیں۔

وکیل صاحب کے آخری کلمات:

ملتان کے ایک وکیل جو میرے زیر علاج تھے' میرے وارڈ میں داخل ہوئے۔ چند ہی دن علاج کے بعد رشتہ داروں نے بتایا کہ ہر وقت شفعہ کی بات کر رہے ہیں۔ میں جب ان کے قریب گیا تو اس نے دائیں کروٹ بدلی اور پوچھا: شفعہ نمبر 10 کا کیا بنا؟ پھر بائیں کروٹ بدلی اور پوچھا: شفعہ نمبر 3 کا کیا ہوا؟...... تھوڑی دیر بعد یہ صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔

مرتے وقت گالیاں دینا:

ایک مریض جو میرے وارڈ میں تھا' اس کا مرض یکدم شدید ہو گیا۔ میں نے دیکھنے کے بعد نرس کو ٹیکہ لگانے کے لیے کہا۔ جب نرس نے اسے ٹیکہ لگایا تو اس کو بہت گندی گالی دی۔ نرس نے دوسرا ٹیکہ لگانے سے انکار کر دیا' تو میں نے ٹیکہ لگایا' ٹیکہ لگانے کے فوراً بعد اس نے مجھے بھی نہایت گندی گالی دی اور پھر تھوڑی دیر بعد مر گیا۔

تحقیق پر معلوم ہوا کہ گالی دینا اس کا تکیہ کلام تھا۔ جب کبھی کسی سے مخاطب ہوتا تو گالی دے کر بلایا کرتا تھا۔ عادت کی وجہ سے آخری وقت کلمہ کی جگہ یہ چیز نصیب ہوئی۔

ایک نیک آدمی کی موت:

ملتان کے ایک مشہور بزرگ زمیندار ۱۹۵۰ء سے دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے تھے۔ دنیا کے کئی ممالک میں جا کر دعوتِ دین کا کام کیا۔ جب بھی کوئی دین کا تقاضا پیش ہوتا سب سے پہلے کھڑے ہو کر اعلان کرتے کہ دین کے لیے ساری زندگی حاضر ہے۔ بڑھاپا آ جانے کی وجہ سے ان کا دل بیمار ہو گیا اور دل کا شدید دورہ پڑا۔ ہم لوگوں نے علاج اور مکمل آرام کی تاکید کی۔ بستر پر آرام کر رہے تھے کہ یکدم اٹھ بیٹھے' کلمہ کا ورد شروع کر دیا۔ اپنی بیوی سے کلمہ پڑھنے کو کہا اور بتایا کہ میرے جانے کا وقت آ گیا ہے۔ آسمان کی طرف دیکھ کر بتا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے استقبال کے لیے کیا کیا انتظام کیا ہے۔ وہ دیکھو کتنے فرشتے گلدستے لے کر میرے انتظار میں کھڑے ہیں' کلمہ کا ورد کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

ایسی موت اللہ تعالیٰ تب ہی نصیب فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے محنت کی ہو جو نبیوں کی محنت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے یہ محنت آپ کی امت نے کرنی ہے' جو اس محنت میں لگے رہے ایسی موت مرتے ہیں کہ لوگ رشک کرتے ہیں۔

مرتے وقت گانے گانا:

ایک نوجوان دل کے مرض کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھا اور میرے زیر علاج تھا۔ جب بھی اس کو دیکھنے گیا ریڈیو اس کے ساتھ رکھا ہوتا اور وہ ہر وقت گانے سننے میں مشغول رہتا تھا۔ مجھے پتہ تھا کہ یہ لاعلاج مرض ہے۔ میں نے قرآن پاک پڑھنے کی ترغیب دی تو اس نے بتایا: میں حافظ قرآن ہوں ...... گانے بھی سنتا ہوں اور قرآن بھی پڑھتا ہوں۔ تو میں نے پوچھا: ''کون سا کام زیادہ کرتے ہو؟...... تو اس نے کہا: گانے کو زیادہ وقت دیتا ہوں۔''

جب مر رہا تھا تو گانے کی آواز منہ سے آ رہی تھی' کلمہ کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ہائے کیسی بدنصیبی ہے کہ اللہ کے کلام کو گانوں سے کمتر سمجھا تو موت کے وقت کلمہ کی نعمت سے محروم رہا۔

حسن خاتمہ کے عکاس رشک آمیز حسین مناظر

① اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور افعال کے بارے میں خلافِ حق غلط عقیدہ رکھنا۔

② زندگی میں گناہوں سے جلد از جلد توبہ کر لینی چاہیے' مستقبل میں کسی وقت توبہ کر لینے کی امید پر گناہ کرتے چلے جانا اور توبہ کو مؤخر کرنا بھی سوء خاتمہ کا سبب بن سکتا ہے' کیونکہ معلوم نہیں کہ اسے توبہ کرنے کی مہلت مل سکے گی یا نہیں؟

③ لمبی زندگی کی امید رکھنا کہ ابھی طویل عمر باقی ہے...... فی الحال اپنی مرضی کے اعمال کر لوں' بڑھاپے میں توبہ کر لوں گا...... یہ بھی شیطانی دھوکہ ہے۔

④ گناہوں سے محبت اور ان کا عادی ہونا۔

⑤ خودکشی کرنا

⑥ نفاق کی روش اختیار کرنا

حسنِ خاتمہ کی بعض علامات

نبی کریم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں حسنِ خاتمہ کی جو علامات بیان فرمائی ہیں' ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

- مرتے وقت کلمہ توحید پڑھ لینا۔ (ابوداوٗد' حاکم)
- موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آ جانا۔ (احمد' حاکم)
- جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں فوت ہونے والا قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ (احمد' ترمذی)
- کوئی اچھا عمل سرانجام دیتے ہوئے موت آنا۔ (احمد)

○ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا' شہید ہو یا غازی۔ (ابوداؤد' حاکم' بیہقی)

○ طاعون۔ ○ پیٹ کی بیماری میں مبتلا۔ ○ پانی میں ڈوب کر مر جانے والا۔

○ یا جس پر کوئی چیز آ گری اور وہ فوت ہو جائے۔ ○ موت بحالت نفاس۔

○ سل کی بیماری میں فوت ہونے والا اپنی جان' مال۔ یا دین کا دفاع کرتے ہوئے فوت ہو جانے والا۔ ○ اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہونے والا۔

چند رشک آمیز اور حسین مناظر

① سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک زخم ہو گیا' انہوں نے فرطِ جذبات میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خوشی میں دعا کی:

"یا اللہ! میرے اس زخم کو پھوڑ دے' ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا عرش جھوم اٹھا۔"

② حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاد کے لیے روانگی کا اعلان سنا تو فوراً اپنا بستر اور بیوی چھوڑ کر روانہ ہو گئے...... تاخیر ہو جانے کے ڈر سے غسلِ جناب بھی نہ کیا...... معرکہ میں شہادت سے ہمکنار ہوئے تو اللہ کے فرشتوں نے ان کو غسل دیا' اسی لیے وہ "غسیل الملائکہ" کہلائے۔

③ ربیع بن خثیم جن کی پوری زندگی خوف' غم اور مصائب میں گزری' وہ جان کنی کے عالم میں تھے' ان کی دختر نے ان کو اس حال میں دیکھا تو کہنے لگی:

"میرے ابا جان! کی تکلیفیں ...... مگر وہ اس عالم میں اس قدر مطمئن تھے کہ فرمایا: بلکہ تم تو یوں کہو...... یہ خوشیاں اور راحتیں کس قدر عمدہ ہیں اور میرا والد نیک انجام سے دو چار ہو رہا ہے۔"

④ محمد بن المنکدر انتہائی شب بیدار بزرگ تھے' ان کی راتیں تہجد میں اور اللہ کے خوف

سے روتے ہوئے بسر ہوتیں...... ان کی والدہ کے بھائی عمر بن المنکدر اور ابو حازم کو ان کے پاس بھیجتی کہ وہ راتوں کو اس قدر زیادہ دیر تک نہ رویا کریں' جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو صفوان بن سلیم ان کے پاس آ کر انھیں تسلی دینے لگے...... محمد بن المنکدر کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے اور وہ گویا ہوئے' میں اس وقت جس صورتحال میں ہوں اگر تم وہ دیکھ لو تو باغ باغ ہو جاؤ۔

۵ امام ربانی عامر بن عبداللہ بن زبیر جنھوں نے چھ مرتبہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے خریدا' یعنی انہوں نے اپنے خون بہا کے برابر چھ مرتبہ رقم اللہ تعالیٰ کی راہ میں بطور صدقہ دی۔ ان کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بسا اوقات ایسا ہوتا کہ عامر عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے' اس کے بعد انھیں دعاء کرنے کا خیال آتا تو وہ فجر تک دعاؤں میں مشغول رہتے۔ انہوں نے مؤذن کی آواز سنی' ان کی طبیعت کافی نڈھال ہو چکی تھی' کہنے لگے: میرا ہاتھ پکڑو...... ان سے کہا گیا کہ آپ علیل ہیں' اس قدر مشقت نہ اٹھائیں تو کہنے لگے: ''میں اللہ کے داعی کی پکار سن کر اس پر عمل نہ کروں......؟'' لوگوں نے ان کا ہاتھ پکڑا' وہ امام کے ساتھ مغرب کی نماز میں شامل ہوئے' ایک ہی رکعت پڑھ پائے تھے کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔[1]

۶ شوافع کے ایک شیخ اسماعیل بن شیخ الامام ابو بکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی رحمہ اللہ جو اپنے دور میں فقہ اور اصول کے بڑے عالم تھے' انتہائی متقی' صالح' سخی اور حسن اخلاق کا پیکر تھے' ان کا انتقال مغرب کی نماز ادا کرتے ہوئے ہوا اور ان کی زبان پر یہ آیت جاری تھی: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔[2]

تو انہوں نے فرمایا: ''مجھے بٹھلا دو۔'' میں نے ان کو بٹھلا دیا' تو انہوں نے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دی اور ابھی ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا ہی تھا کہ اسی وقت ان کا انتقال

[1] سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۲۱۵۔ تذکرہ عامر

[2] سیر اعلام النبلاء: ج ۱۷' ص ۸۷

ہوگیا۔[1] (رحمه الله رحمةً واسعةً۔ آمین)

⑦ مشہور عابد و زاہد محمد بن یحییٰ بن علی قرشی، امام زبیدی رحمہ اللہ کے متعلق ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے بیٹے اسماعیل نے ذکر کیا کہ میرے والد ایامِ مرض میں روزانہ تقریباً پندرہ ہزار مرتبہ 'اللہ' اللہ کہتے، اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔[2]

⑧ حافظ الحدیث، امام عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ انتہائی عبادت گزار اور حدیث کے قدر دان تھے، ان کے بیٹے نے ان کے مرض الموت کے دوران ان سے کہا: ''ابا جان! آپ کی کوئی خواہش ہو تو؟'' فرمایا: ''میں جنت کا خواہش مند ہوں۔'' میں اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں، اس کے علاوہ انہوں نے اور کچھ نہ کہا: ''میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے چہرہ مبارک کو دیکھنے کا متمنی ہوں...... اسی حالت میں کچھ لوگ ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے...... انہوں نے سلام کہا: آپ نے ان کو سلام کا جواب دیا، وہ آپس میں باتیں کرنے لگے تو فرمایا: ''یہ کیا کرتے ہو؟'' اللہ تعالیٰ کو یاد کرو...... اور ''لا إلا الہ اللہ'' پڑھو۔ وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے تو خود اللہ کے ذکر میں مصروف ہو گئے اور ان کے ہونٹ ہلتے رہے اور وہ آنکھوں سے اشارے کرتے رہے...... اسی دوران میں کسی کو کتاب دینے کے لیے اٹھا، واپس آیا تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔''[3]

⑨ عفان کا بیان ہے کہ میں نے حماد بن سلمہ سے بڑھ کر عبادت گزار تو دیکھے ہیں مگر ان سے بڑھ کر فاعلِ خیر، قرآن کی تلاوت کرنے والا اور محض لوجہ اللہ تعالیٰ عمل کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

⑩ موسیٰ بن ابی اسماعیل التبوذکی کہتے ہیں کہ اگر میں تم سے کہوں کہ میں نے حماد بن سلمہ کو مسکراتے دیکھا ہے تو میری بات غلط نہ ہوگی، وہ یا تو حدیث بیان کرنے میں

---

1. سیر اعلام النبلاء: ج ۱۹، ص ۱۴۲
2. سیر اعلام النبلاء: ج ۲۰، ص ۳۱۶ تا ۳۱۹
3. سیر اعلام النبلاء: ج ۲۱ ص ۴۴۳۔ ۴۷۱

مشغول ہوتے' یا قرآن پڑھنے میں یا اللہ کی تسبیح اور ذکر اذکار میں یا نماز میں مشغول رہتے' انہوں نے اپنے دن کو رضائے الٰہی کے کاموں میں تقسیم کر رکھا تھا' یونس بن محمد المؤدب کا بیان ہے کہ حماد بن سلمہ کا انتقال مسجد میں نماز کے دوران ہوا تھا۔[1]

⑪ جریری' جنید رحمہ اللہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی وفات کے وقت میں ان کے سرہانے کھڑا تھا اور وہ اس وقت بھی قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے' میں نے عرض کیا: اپنے اوپر ترس کھائیں' تو فرمایا: ''اے ابو محمد! تمھارا کیا خیال ہے کہ اس وقت مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی دوسرا اس کا زیادہ ضرورت مند ہو گا؟ اس وقت میرا نامۂ اعمال لپیٹا جا رہا ہے' وہ اس وقت قرآن کریم کی تلاوت مکمل کر چکے تھے...... اس کے بعد انہوں نے سورۃ البقرۃ کی تلاوت شرع کی' ابھی اس سے ستر آیات پڑھ سکے تھے کہ انتقال ہو گیا۔ (رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً۔ آمین)

⑫ شیخ الاسلام ابن قدامہ رحمہ اللہ جو دعا بھی سنتے اسے حفظ کر لیتے اور اسے پڑھتے رہتے' جب انھیں موت آئی تو اس وقت بھی وہ اپنی انگلیوں پر اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔[2]

⑬ عبداللہ بن ابی سرح کا بھی انتقال نماز کے دوران ہوا تھا۔

⑭ امام ابوالحسن علی بن مسلم بن محمد' فقیہ کا انتقال ماہ ذوالقعدہ ۵۳۳ھ کو نماز فجر کے دوران سجدہ کی حالت میں ہوا تھا۔[3]

⑮ امام ابراہیم بن ہانی نیشاپوری جو امام احمد کے اصحاب میں سے تھے' امام احمد نے ان کے بیٹے سے فرمایا: ''تمھارے والد جس قدر عبادت کرتے ہیں' میں اس قدر عبادت نہیں کر سکتا۔''[4]

---

[1] سیر اعلام النبلا: ج ۷ ص ۴۴۴۔ ۴۵۶

[2] شذرات الذهب لابن عماد الحنبلي رحمه الله: ج۵ص۲۸

[3] طبقات الشافعية للسبكي: ۴/ ۲۸۳

[4] تاریخ بغداد: ج۶ ص۲۰۶

یہ بکثرت روزے رکھا کرتے تھے' ان کے ایک دوست کا بیان ہے کہ میں ابو اسحاق نیشاپوری ابراہیم بن ہانی کی وفات کے وقت حاضر تھا' وہ اپنے بیٹے سے کہنے لگے' بیٹا! پردہ اٹھا دو' اس نے کہا: ابا جان! پردہ تو اٹھایا ہوا ہے' پھر کہا: ''مجھے پیاس لگی ہے۔'' وہ پانی لے کر آیا' تو دریافت کیا: ''آیا آفتاب غروب ہو گیا ہے؟ اسحاق نے کہا: ''نہیں!! انہوں نے اسے واپس بھیجا تا کہ سورج کو دیکھ کر آئے اور ساتھ ہی کہا:

﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾ (الصافات: ٦١)

''عمل کرنے والوں کو ایسے ہی عمل کرنے چاہئیں۔''

اور اس کے ساتھ ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔[1]

﴿۱۶﴾ قاری ابو جعفر جو کہ حروف قراءت کے دس معروف قراء میں سے ہیں' ان کا نام یزید بن قعقاع مدنی ہے' نافع نے ان کے سامنے قراءت کی اور امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے روایت کی ہے' واقعہ حرہ سے قبل یہ باقاعدہ قرآن کریم کی تعلیم دیا کرتے تھے' ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بطور تبرک ان کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور ان کے حق میں دعا کی تھی۔ ان کو حکم تھا کہ وہ ماہ رمضان میں قراء حفاظ کی اقتداء میں نماز پڑھیں اور ان کی اغلاط کی تصحیح کیا کریں' نافع کہتے ہین کہ جب انھیں غسل وفات دیا گیا تو ان کی گردن سے سینے تک کا حصہ قرآن کی مانند منور تھا۔ دیکھنے والوں نے بلا ریب یقین کیا کہ یہ قرآن کا نور ہے۔ یعنی قرآن کی برکت ہے۔[2]

﴿۱۷﴾ ملک شام کے شیر' عبداللہ یونینی جو ہر وقت اللہ کی یاد میں مستغرق رہتے تھے' امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: یہ نماز سے فارغ ہوئے' مؤذن شیخ داؤد جو مردوں کو غسل دیا کرتے تھے' اس سے فرمایا: ''کل کی مصروفیات پر نظر ڈال لو' اس کے بعد شیخ اپنے بالا خانے میں چلے گئے۔''

---

[1] تاریخ بغداد: ج٦ص٢٠٦

[2] سیر اعلام النبلاء: ج٥' ص ٢٨٧تا٢٨٨

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے' اپنے دوستوں کو اور جس جس نے ان کے ساتھ کبھی حسنِ سلوک کیا' ان کو یاد کر کے ان کے حق میں دعائیں کرتے رہے' صبح ہوئی تو اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی' اس کے بعد یادِ الٰہی میں مصروف رہے' ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔[1]

اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے انہیں موت آ گئی' تاہم وہ نہ گرے اور نہ ان کے ہاتھ سے تسبیح چھوٹی' ان کے انتقال کی خبر بادشاہ سلامت بعلبک کے حاکم تک پہنچی' اس نے آ کر ان کو دیکھا تو بولا:

"اگر ہم ان کی قبر پر ایک عمارت تعمیر کر دیں تاکہ لوگ ان کی یہ کرامت اور نشانی دیکھ سکیں۔"

تو اس سے کہا گیا کہ قبر پر عمارت تعمیر کرنا سنت سے ثابت نہیں...... تو وہ اپنے ارادے سے باز آ گیا' اس نے تکفین کی اور نماز جنازہ پڑھائی' جس درخت کے نیچے یہ اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے' اسی کے نیچے انھیں دفن کیا گیا۔[2]

حسنِ خاتمہ کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو جسے شیخ ابو عبدالرحمٰن بن عقیل ظاہری نے روایت کیا ہے کہ ملک فہد اکیڈمی برائے طباعت قرآن کریم کے تعلقات عامہ کے مدیر شیخ محفوظ شنقیطی نے مجھ سے بیان کیا کہ شیخ القراء شیخ عامر السید عثمان رحمہ اللہ کو زندگی کے آخری سات سالوں میں ایسا عارضہ لاحق ہو گیا کہ ان کی آواز شدید طور پر بیٹھ گئی...... وہ اپنے شاگردوں کو قراءت پڑھاتے تو انھیں چیخ چیخ کر بولنا پڑتا اور اشاروں سے بات سمجھانی پڑتی۔

وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور ہسپتال میں زندگی کے دن پورے کر رہے تھے کہ ہسپتال میں اچانک ایک تحیر آمیز واقعہ رونما ہوا کہ جو شخص بولنے تک سے عاجز تھا اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا اور انتہائی سریلی اور بلند آواز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرنے لگا' وہ مسلسل

---

[1] امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تسبیح کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ تسبیح کے جواز کے سلسلہ میں ایک بھی حدیث صحیح ثابت نہیں' یہی مؤقف راجح ہے۔

[2] البدایہ والنہایہ: ج ۱۳ص ۱۰۱

تین دن تک قرآن پڑھتا رہا' یہاں تک کہ اس نے سورۃ الفاتحہ سے سورۃ الناس تک مکمل قرآن کی تلاوت کی اور اس کے بعد جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

﴿١٨﴾ ابوعبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میرے والد کا ماموں اور میرے نانا کا چچا زاد بھائی عمر بن محمد العقیل رحمۃ اللہ علیہ ہماری مسجد چینی میں 35 سال مؤذن رہا' ربع صدی کا تو میں گواہ ہوں کہ اس پورے عرصہ میں گرمی یا سردی کسی بھی وجہ سے وہ کسی فرض نماز سے پیچھے نہیں رہا۔ ریاض میں نوے سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا' ان کے بیٹے کا بیان ہے کہ مرتے وقت وہ بیٹھے ہوئے تھے' وہ اسی حالت میں اچانک کھڑے ہو کر اذان کے الفاظ اللہ اکبر' اللہ اکبر پکارنے لگے۔[1]

[1] المجلة العربية' شمارہ ١٧١' ص٧٠ تا ٧١

مومن اور کافر کی دنیا سے روانگی کی منظر کشی

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک انصاری کے جنازہ میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں روانہ ہوئے' قبر کے پاس پہنچے تو ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد یوں پرسکون ہو کر بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے آ بیٹھے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ جس سے آپ زمین کو کرید رہے تھے' اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اوپر آسمان کی طرف اور کبھی زمین کی طرف دیکھنے لگتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اپنی نظر کو پہلے اوپر کی طرف اور پھر نیچے کی طرف کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا:

((إِسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ))

''لوگو! اللہ سے عذاب قبر سے پناہ طلب کرو۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار کہا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ))

''الٰہی! میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

پھر فرمایا:

''مومن جب دنیا سے روانگی اور آخرت میں داخل ہونے کے مرحلہ میں ہوتا ہے تو آسمان سے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں' ان کے چہرے سورج کی مانند روشن

اور چمکدار ہوتے ہیں' جنت کا کفن اور خوشبو ان کے ہمراہ ہوتی ہے' وہ آ کر اس کی نگاہوں کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں' پھر ملک الموت (موت کا فرشتہ) آ کر اس کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے اور وہ نہایت آرام اور پیار سے کہتا ہے' اے پاکیزہ روح! تو اللہ کی مغفرت اور رضوان کی طرف جانے کے لیے آ جا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"تب مومن کی روح یوں آرام سے نکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی بہہ جاتا ہے' موت کا فرشتہ اس روح کو لے کر روانہ ہو جاتا ہے' زمین اور آسمان کے درمیان اور آسمان پر موجود تمام فرشتے اس روح پر رحمت کی دعائیں کرتے ہیں' اس کے لیے آسمان کے سارے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر دروازے پر مقرر فرشتے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس پاکیزہ روح کو ان کی جانب سے اوپر لے جایا جائے...... جب موت کا فرشتہ اس روح کو قبض کرتا ہے تو آسمان سے آئے ہوئے فرشتے اس کو ملک الموت کے ہاتھ میں ایک لحظہ کے لیے بھی نہیں رہنے دیتے۔ بلکہ اسے اس سے لے کر اس کو جنتی کفن میں لپیٹ کر اور جنت سے لائی ہوئی خوشبوؤں میں رچا بسا دیتے ہیں۔"

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ﴾

(الانعام: ٦/ ٦١)

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو ہمارے فرشتے اسے موت دیتے ہیں اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں وہ کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے۔"

کا یہی مفہوم ہے:

اور زمین پر جو عمدہ سے عمدہ کستوری کی خوشبو ہو سکتی ہے اس سے بھی شاندار خوشبو آتی ہے' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

وہ فرشتے اس روح کو لے کر فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کون ہے' یعنی کس کی ہے؟ تو دنیا میں اس آدمی کو جس اچھے سے اچھے نام کے ساتھ پکارا جاتا تھا' وہ فرشتے اس کا وہی بہترین نام لے کر بتلاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے...... وہ اسی طرح چلتے چلتے اسے لے کر پہلے آسمان پر جا پہنچتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں' ان کے کہنے پر آسمان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے' پھر ہر آسمان کے مقرب...... افضل...... فرشتے اس کے ساتھ چل کر اسے اگلے آسمان تک پہنچا کر آتے ہیں' یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتا ہے' اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کا نام علیین میں یعنی انتہائی بلند مرتبہ والے لوگوں میں لکھ دو' اس مقام کے متعلق قرآن کریم میں ہے:

﴿وَمَا أَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّونَ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُومٌ۝ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ﴾

(المطففین: ۸۳/ ۱۹تا۲۱)

''پھر اللہ کے حکم کے مطابق اس کا نام علیین میں لکھ دیا جاتا ہے' پھر اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ' کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں نے ان انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا اور میں ان کو واپس اسی میں لوٹاؤں گا اور ان کو دوبارہ اسی زمین سے نکالوں گا۔''

چنانچہ اس روح کو زمین کی طرف واپس لا کر اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے (چنانچہ لوگ اس کی تدفین کے بعد جب واپس جاتے ہیں تو ابھی وہ اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ) وہ اپنے دوستوں کے جوتوں کی آہٹ کو سن رہا ہوتا ہے کہ دو سخت مزاج فرشتے اس کے پاس آ جاتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے دریافت کرتے ہیں: ''مَنْ رَّبُّكَ'' (تمھارا رب کون

ہے؟) وہ کہتا ہے کہ: "رَبِّیَ اللّٰہ" (کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے) یہ فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں: مَا دِیْنُكَ؟ (تیرا دین کیا ہے؟) وہ مزید پوچھتے ہیں: من نبیك؟ (تمھارا نبی کون ہے؟)

یہ مرحلہ ایک مومن کی آزمائش و ابتلاء کا سب سے آخری مرحلہ ہوتا ہے۔

اسی مرحلہ کے متعلق اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (ابراھیم: ۱۴/ ۲۷)

"اللہ ایمان والوں کو دنیا میں اور آخرت میں قول ثابت پر یعنی کلمہ توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے' مومن ملائکہ کے سوالات کے جواب میں نہایت اطمینان اور ثابت قدمی سے جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے' میرا دین اسلام ہے' اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔"

تب آسمان سے ایک اعلان کرنے والا فرشتہ اللہ کے حکم سے اعلان کرتا ہے کہ میرے بندے نے بالکل درست کہا' اس کے لیے اس کی قبر میں جنت کے بچھونے بچھا دو اور اسے جنتی لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔

اسے جنت کی ہوائیں اور خوشبویات پہنچنے لگتی ہیں اور اس کی تا حد نگاہ قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے' پھر اس کے پاس انتہائی حسین وجمیل خوش لباس' نہایت شاندار خوشبو سے معطر ایک آدمی آتا ہے اور کہتا ہے: آپ کو خوشخبری ہو' میں آپ کو اللہ کی رضا اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہوں جہاں کی نعمتیں ابدی اور دائمی ہیں' دنیا میں تمھیں اسی دن کا وعدہ دیا جاتا اور اسی سے ڈرایا جاتا تھا۔ وہ مومن اس مرد سے دریافت کرتا ہے: اللہ تمھیں بھی اچھی خوشخبریوں سے نوازے' تم ہو کون؟ تمھارا چہرہ بڑا اچھا اور مبارک ہے: وہ جواب دیتا ہے: میں تمھارا عمل صالح ہوں' اللہ کی قسم! تم دنیا میں اللہ کی اطاعت میں سرگرم رہتے اور اللہ کی معصیت سے بہت دور رہتے تھے' تمھیں اللہ تعالیٰ نے بہت اچھی جزا سے نوازا ہے۔

پھر اس کے لیے ایک دروازہ جنت کی طرف اور ایک دروازہ جہنم کی طرف کھول کر اس سے کہا جاتا ہے' یہ تمھارا جنت میں ٹھکانا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تو اس کے بجائے اللہ تمھیں ادھر یعنی جہنم میں بھیج دیتا۔ وہ جنت کی نعمتوں' راحتوں اور آسائشوں کو ملاحظہ کر کے کہے گا:

''اے رب! قیامت کو جلد از جلد بپا کر تا کہ میں اپنے اہل اور مال میں جا سکوں' اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے کہا جائے گا' تو ابھی یہیں پر اطمینان سے رہ۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''کافر...... فاجر...... جب دنیا سے روانگی اور آخرت میں داخلہ کے مرحلے میں ہوتا ہے تو آسمان سے سخت مزاج' سیاہ رو' فرشتے کے پاس آتے ہیں...... اس کے پاس جہنم کے بدبودار ٹاٹ ہوتے ہیں' وہ آ کر اس کی نگاہوں کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں' پھر ملک الموت...... موت کا فرشتہ آ کر اس کے سر کے قریب بیٹھ کر کہتا ہے:

''اے گندی روح! اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف جانے کے لیے باہر آ......
آپ نے فرمایا کہ فرشتے کی آواز سن کر وہ روح جسم کے اندر گھس جاتی ہے تو وہ فرشتہ اسے یوں زور سے باہر کو کھینچتا ہے جیسے لوہے کی بہت سے کانٹوں والی سلاخ کو بھیگی ہوئی اون میں سے زور سے کھینچا جائے' جب اس روح کو زور سے باہر کی طرف کھینچا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اس کے جسم کی رگیں اور پٹھے بھی کھینچ کر ٹوٹ جاتے ہیں۔''

زمین اور آسمان کے درمیان والے اور آسمان والے تمام ملائکہ اس پر لعنتیں کرتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں...... اور آسمان کے ہر دروازے کے نگران فرشتے اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اس کی اس گندی روح کو ان کے قریب سے اوپر کی طرف نہ لے جایا جائے' بالآخر ملک الموت اس روح کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے' تو آسمان سے آئے ہوئے فرشتے اسے

اس کے پاس ایک لحظہ بھی نہیں رہنے دیتے اور اس سے لے کر اسے جہنم سے لائے ہوئے بدبودار ٹاٹوں میں لپیٹ دیتے ہیں' اس سے اس قدر بدبو آتی ہے جیسے روئے زمین پر کسی مردار کے جسم سے بو آسکتی ہے' وہ فرشتے اسے لے کر اوپر کی طرف جاتے ہیں وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں کہ: ''یہ گندی روح کس کی ہے؟'' وہ جواب دیتے ہیں کہ: ''یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے۔''

اس آدمی کو زمین پر جس بدترین نام سے پکارا جاتا تھا' وہ اسے اسی نام سے ذکر کرتے ہیں' یہاں تک کہ اسے پہلے آسمان پر پہنچا دیا جاتا ہے۔

اس کو اوپر لے جانے کے لیے دروازہ کھلوایا جاتا ہے تو اس کے لیے دروازہ نہیں کھلتا' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ قرآنی آیت تلاوت کی:

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (الأعراف: ۷/ ۴۰)

''ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہ جنت میں نہیں جا سکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے گزر جائے' گویا جیسے اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے گزرنا محال ہے' اسی طرح ان کا جنت میں داخلہ ناممکن ہے۔''

اس کے متعلق اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ:

''زمین کی نچلی تہوں میں ''سجین'' میں اس کا نام لکھ دو۔ پھر کہا جاتا ہے کہ میرے اس بندے کو زمین کی طرف واپس لے جاؤ' میں نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں نے ان کو اسی سے پیدا کیا' اسی میں واپس لوٹاؤں گا اور دوبارہ اسی سے باہر نکالوں گا۔''

پھر اس کی روح کو آسمان سے زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے وہ اپنے جسم میں

آ جاتی ہے' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ (الحج: ۲۲/ ۳۱)

''اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان سے نیچے جا گرا اور اسے پرندوں نے اچک لیا یا اسے تیز ہوا کہیں دور دراز اڑا لے گئی۔''

پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں واپس لوٹا دیا جاتا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب اس کے احباب اس کی تدفین سے فارغ ہو کر واپس جاتے ہیں تو ابھی وہ اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ وہ) ان کے جوتوں کی آہٹ کو سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آ جاتے ہیں' جو بڑے ترش مزاج ہوتے ہیں...... وہ اسے بٹھلا کر اس سے پوچھتے ہیں: ''مَنْ رَّبُّكَ'' (تمھارا رب کون ہے؟) وہ جواب دیتا ہے: ''ہائے' ہائے! میں کچھ نہیں جانتا...... وہ اس سے پوچھتے ہیں: ما دینک؟ (تیرا دین کیا ہے؟) وہ کہتا ہے: ''ہائے' ہائے! میں نہیں جانتا' وہ پوچھتے ہیں: تیرا اس آدمی کے متعلق کیا عقیدہ ہے جسے تمھارے اندر مبعوث کیا گیا تھا؟ اسے پتا نہیں چلتا کہ وہ کس کے متعلق دریافت کر رہے ہیں؟ اس کے سامنے نام لیا جاتا ہے کہ ''محمد'' کے متعلق تمھارا کیا عقیدہ ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے' ہائے! میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو ان کے متعلق کچھ کہتے سنا تو تھا...... آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ تو اللہ کی کتاب کو پڑھا اور نہ سمجھا...... پھر آسمان سے ایک فرشتہ اللہ کی طرف سے اعلان کرتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔''

اس کے لیے جہنم کے بچھونے بچھا دو اور جہنم کی طرف سے ایک دروازہ اس کی طرف کھول دو...... اس سے جہنم کی گرمی اور بدبو اس کی طرف آنے لگتی ہے...... اور اس کی قبر کو اس کے لیے اس قدر تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی

ہیں...... پھر ایک انتہائی بدصورت گندے کپڑوں میں ملبوس بدبو دار آدمی اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے انتہائی بری خبر دیتا ہوں' آج یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور جس سے تمھیں ڈرایا جاتا تھا...... وہ منکر...... فاجر...... اس آنے والے سے کہتا ہے: اللہ تجھے بھی بری خبریں دے...... تم کون ہو؟ تمھارا تو چہرہ ہی منحوس ہے...... وہ کہتا ہے: میں تیرا برا عمل ہوں...... اللہ کی قسم! میں تیرے متعلق جانتا ہوں کہ تو اللہ کی اطاعت میں سست اور اس کی معصیت و نافرمانی میں بہت تیز تھا' اللہ تعالیٰ نے تجھے ویسا ہی برا بدلہ دیا ہے...... پھر ایک اندھا بہرا گونگا فرشتہ اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے' جس کے ہاتھ میں اتنا بڑا اور وزنی گرز ہوتا ہے کہ اگر اسے کسی پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے' وہ فرشتہ اس گرز کے ساتھ اس منکر...... فاجر...... کو مارتا ہے اور وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ پہلے کی طرح صحیح سالم بنا دیتا ہے' فرشتہ اسے دوبارہ مارتا ہے' اس عذاب پر وہ اس قدر چیختا چلاتا ہے کہ اس کی چیخ و پکار کو جن اور انسان کے سوا باقی ہر مخلوق سنتی ہے' اس کے لیے جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کے لیے جہنم کی آگ کے بچھونے بچھا دیے جاتے ہیں۔''

عالم بالا میں بھی بدکاروں کی زندگی کا عبرتناک منظر

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ آیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اپنا خواب بیان کر دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صبح کے وقت ہم سے فرمایا:

''آج رات میرے پاس دو آنے والے...... فرشتے...... آئے۔ انہوں نے مجھے بیدار کیا اور کہا: ہمارے ساتھ چلو...... میں ان کے ہمراہ روانہ ہوا' ہم چلتے چلتے ایک آدمی کے پاس جا پہنچے جو لیٹا ہوا تھا' اس کے قریب ایک دوسرا آدمی بھاری پتھر اٹھائے کھڑا تھا' وہ اس وزنی پتھر کو لیٹے ہوئے آدمی کے سر پر مارتا اور اسے ریزہ ریزہ کر دیتا...... پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا' یہ پتھر اٹھانے جاتا تو اس کے آنے تک اس کا سر بالکل ٹھیک ہو جاتا' وہ پھر پہلے کی طرح اسے پتھر مارتا اور اس کے آنے تک اس کا سر دوبارہ ٹھیک ہو جاتا۔'' میں نے اپنے ان ساتھیوں سے کہا: سبحان اللہ! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے مجھ سے کہا: ابھی آگے چلیں۔

ہم چلتے چلتے ایک آدمی کے پاس پہنچے جو گدی کے بل لیٹا ہوا تھا' اس کے پاس ایک دوسرا آدمی لوہے کی کنڈی لیے کھڑا تھا' وہ اس کنڈی کے ذریعے لیٹے ہوئے آدمی کی ایک طرف کی باچھ کو چیرتا ہوا گدی تک لے جاتا اسی طرح اس کے ناک کو بھی گدی تک چیرتا اور اس کی آنکھ کو بھی گدی تک چیرتا چلا جاتا' پھر وہ اس کے چہرے کی دوسری جانب متوجہ ہوتا اور ادھر بھی پہلی جانب کی طرح اس کی باچھ' ناک اور آنکھ کو باری باری گدی تک چیرتا۔ اس طرف سے فارغ ہوتا تو پہلی جانب درست ہو چکی ہوتی...... وہ دوبارہ ادھر یہی عمل دہراتا تو

اتنی دیر میں دوسری جانب درست ہو جاتی۔ آپ ﷺ نے بیان فرمایا: ''میں نے ان دونوں سے کہا: سبحان اللہ! یہ کیا معاملہ ہے؟...... انہوں نے مجھ سے کہا: ابھی آگے چلیں، ہم آگے چلے۔

ہم ایک تنور کی شکل جیسے مقام پر پہنچے' اس سے شور (چیخ و پکار اور رونے دھونے کی) ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں...... ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں' جب ان کے نیچے سے آگ کے شعلے اٹھتے اور ان تک پہنچتے تو وہ چیخنے چلانے لگتے' میں نے ان سے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کہا: ''آگے چلیں۔''

ہم چلتے چلتے ایک نہر پر پہنچے جو خون کی مانند سرخ تھی' اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا' نہر کے کنارے پر ایک آدمی تھا جس کے پاس پتھروں کا ایک ڈھیر تھا' تیرنے والا تیرتے تیرتے کنارے کی طرف آتا تو اپنا منہ کھولتا' کنارے والا آدمی اس کے منہ میں پتھر دے مارتا...... میں نے ان سے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں فرشتوں نے مجھ سے کہا: ''آگے چلیں۔''

ہم چلتے چلتے ایک انتہائی کریہہ المنظر آدمی کے پاس پہنچے' وہ آگ جلاتا اور اس کے ارد گرد دوڑتا جاتا تھا' میں نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟ انہوں نے مجھ سے کہا: ''آگے چلیں۔''

ہم چلتے چلتے ایک پر رونق باغ میں پہنچے' اس میں ہر قسم کی فصلات تھیں...... اس باغ میں' یا باغ کے سامنے' ایک طویل قامت آدمی تھا جس کا سر آسمان تک بلند تھا...... اس کے ارد گرد کثیر تعداد میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے' میں نے ان دونوں سے دریافت کیا' یہ آدمی کون ہے؟ اور یہ بچے کون ہیں؟ ان دونوں نے مجھ سے کہا: آگے چلیں۔

ہم چلتے چلتے ایک بہت بڑے باغ کے پاس پہنچے' میں نے آج تک اتنا بڑا اور اتنا حسین باغ نہیں دیکھا...... ان دونوں نے مجھ سے کہا: ''آپ اس پر چڑھ جائیں' تو میں اس پر چڑھ گیا' وہ دونوں بھی ساتھ آئے' ہم چلتے چلتے ایک ایسے شہر میں پہنچ گئے' جس کی

عمارات میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی تھی' ہم شہر کے دروازے پر آئے' ہم نے دروازہ کھلوایا' ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا' ہم اس کے اندر چلے گئے' اس میں ایسے لوگ دکھائی دیے جن کا نصف دھڑ انتہائی خوبصورت اور نصف دھڑ انتہائی بد صورت تھا۔ وہاں ایک نہر جاری تھی' اس کا پانی انتہائی صاف شفاف تھا' کہنے والے نے ان سے کہا: تم جا کر اس میں داخل ہو جاؤ' وہ جا کر اس نہر میں داخل ہو گئے' جب وہ ہمارے پاس واپس آئے تو ان کے جسم کی بدصورتی زائل ہو چکی تھی اور وہ انتہائی حسین وجمیل شکل میں متشکل ہو چکے تھے' ان دونوں نے مجھے بتلایا کہ یہ جنتِ عدن ہے اور یہ آپ ﷺ کا مقام ہے' میری نظر اوپر کو گئی تو وہاں سفید بادل جیسا ایک محل تھا' انہوں نے مجھ سے کہا: یہ آپ ﷺ کا ٹھکانا ہے' میں نے ان سے کہا: ''اللہ آپ حضرات کو برکتوں سے نوازے' تم مجھے اجازت دو تو میں اس کے اندر سے ہو آؤں...... انہوں نے کہا: آپ ﷺ ابھی اس میں نہیں جا سکتے۔ میں نے ان سے کہا: میں آج ساری رات عجیب مناظر دیکھتا رہا ہوں...... میں نے یہ سب کیا دیکھا ہے؟ وہ بولے: ''ہاں! ہم آپ کو اس کی تفصیل سے آگاہ کرتے ہیں:

- وہ پہلا آدمی جس کے پاس آپ پہنچے اور اس کا سر پتھر کے ساتھ کچلا جا رہا تھا...... ایسا آدمی ہے جو قرآن کے احکام سے واقف ہونے کے باوجود ان پر عمل نہ کرتا اور فرض نمازوں کی ادائیگی میں سستی کرتا اور سویا رہتا تھا......
- دوسرا آدمی جس کی باچھوں' ناک کے نتھنے اور آنکھ کو گدی تک چیرا جا رہا تھا...... وہ ایسا آدمی تھا جو گھر سے باہر جا کر ایسا جھوٹ گھڑتا جو دور دراز تک پھیل جاتا۔
- اور وہ برہنہ مرد اور عورتیں جنھیں آپ نے تنور میں جلتے دیکھا وہ زنا کار مرد اور عورتیں ہیں۔
- اور خون کی نہر میں تیرنے والا آدمی جس کے منہ میں پتھر مارے جا رہے تھے وہ سود خور تھا۔

❀ اور وہ قبیح صورت آدمی جس کے پاس آگ تھی اور وہ اس کے اردگرد دوڑ رہا تھا' وہ جہنم کا داروغہ "مالک" تھا۔

❀ اور باغ میں طویل القامت آدمی جو آپ نے دیکھا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے اردگرد جو بچے موجود تھے' وہ ایسے بچے ہیں جو دینِ فطرت پر پیدا ہوئے۔"

یہ سن کر بعض صحابہ نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! مشرکین کی اولاد کا کیا بنے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان میں مشرکین کے بچے بھی شامل ہیں۔"

❀ اور وہ لوگ جن کے جسم کا نصف دھڑ خوبصورت اور نصف دھڑ قبیح تھا' یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اچھے برے ہر قسم کے عمل کیے اور اللہ نے ان سے درگزر فرما دیا۔"[1]

❀❀......❀❀

---

[1] صحیح بخاری' صحیح مسلم
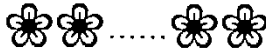
برے دوستوں کی یاری عبرتناک انجام کا باعث

ایک بیس سالہ نوجوان کا عجیب وغریب قصہ اس طرح مذکور ہے کہ وہ جنوب مشرقی ایشیا کے کئی ممالک میں سیر و سیاحت کے ٹور پر گیا۔ وہ ادھر ہیروئن کا عادی بن گیا۔ ادھر یہ لعنت چونکہ بہت عام ہے' اور اس کی مالی حالت بھی اچھی تھی' لہٰذا وہ اس کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنے لگا۔ ڈیڑھ سال کا عرصہ اس نے ان ممالک میں گزارا اور اس کے بعد اسے وہاں سے مشکل سے نکالا گیا۔ اسے ایک شہر کے ہسپتال 'مستشفی الامل' میں داخل کرایا گیا' تو اسے وہاں سے پر کچھ افاقہ وسکون محسوس ہوا' پھر اسے کچھ دیر ادھر ہی رکھا گیا۔ جب اس کے برے دوستوں کو علم ہوا تو وہ بہت بے قرار ہوئے۔ وہ اس سے ملے اور ہسپتال سے جان چھڑانے پر بہت اکسایا۔ وہ بھی بالآخر اس پر راضی ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو لیا۔ اس کی بدقسمتی دیکھیں کہ پہلی ہی محفل میں اس کے دوستوں نے اسے زیادہ مقدار میں ہیروئن دے دی جس سے وہ فوراً مر گیا۔ اللہ کریم ہمیں اس قسم کے برے خاتمہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

مجھے بھی ایک دفعہ ان ممالک کی سیاحت کا اتفاق ہوا۔ اس دوران مجھے وہاں کام کرنے والوں نے ایک خلیجی کا عبرت ناک واقعہ سنایا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک ساٹھ ستر سالہ شخص خلیج سے ان اخلاق باختہ اور شر و فساد کے مراکز میں آیا اور اس نے ایک ریسٹورنٹ میں کمرہ کرائے پر لیا۔ وہ وہاں کثرت سے' شراب نوشی کرنے لگا۔ ایک دن اس نے خوب شراب پی' پھر مزید جام پر جام چڑھاتا رہا' حتیٰ کہ اس کی طبیعت متلانے لگی اور اس کی حالت خراب ہونے لگی لہٰذا وہ قے کے لیے لیٹرین میں گیا' مگر بے ہوش ہو کر وہیں گر گیا۔

کچھ وقت گزرا تو اس کے ساتھیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا مگر دروازہ نہ کھلا۔ جب وہ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ وہ شخص مردہ حالت میں پڑا ہے۔ اس کا جسم غلاظت سے لت پت تھا اور اس کا سر نجاست کے اخراج والی جگہ پر تھا اور وہ عبرت کا نشان بن چکا تھا۔

استغفر اللہ! اس رسوا کن' باعثِ عبرت اور نفرت انگیز انجام میں اور دوسری طرف ایک معزز و محترم اللہ کی راہ میں شہید کی فخریہ موت میں کتنا فرق ہے؟ اس کا فرشتے استقبال کرتے ہیں اور حوریں اس کی راہ تکتی ہیں' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُ لَهٗ مَعَ اَوَّلِ دُفْعَةٍ وَ يُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ' وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الاَكْبَرِ وَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا))

''ایک شہید کے لیے اللہ کی طرف سے چھ امتیازی عنایتیں ہیں: ① اسے پہلی مرتبہ ہی بخش دیا جاتا ہے اور شہادت کے وقت اس کا جنت میں مقام اسے دکھا دیا جاتا ہے' ② اور عذاب قبر سے اسے پناہ مل جاتی ہے' ③ اور بڑی گھبراہٹ (قیامت) سے اسے امن مل جاتا ہے' ④ اور روز قیامت اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا' جس کے ایک یاقوت کی قیمت دنیا اور اس کی سب چیزوں سے زیادہ ہے' ⑤ اور اس کی شادی جنت کی بہتر (۷۲) حوروں سے کر دی جائے گی ⑥ اور وہ اپنے عزیز و اقارب میں ستر آدمیوں کی سفارش کر سکے گا۔ (ترمذی: ۱۶۶۳۔ ابن ماجہ ۲۷۹۹)

ان دونوں اموات میں کتنا زیادہ فرق ہے! ایک کے مقدر میں ذلت و رسوائی اور دوسرے کے نصیب میں انتہائی رفعت اور عظمت...... حالانکہ وہ دونوں انسان ہیں اور دونوں مکلّف ہیں۔

ایک قابلِ اعتماد دوست نے مجھے بتایا کہ اس کے دوست کا بھائی بہت بے دین'

سیکولر ذہن کے لوگوں کی طرح گندے اور کفریہ عقائد رکھنے والا تھا۔ اس کا بھائی اسے پند ونصیحت کرتا رہتا مگر اس پر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا۔ ہوا یہ کہ یہ ملحد اور بے دین شخص ایک جان لیوا مرض ''کینسر'' میں مبتلا ہوگیا۔ اس کا بھائی اس کے پاس آتا اور اس سے بات چیت کرتا۔ اسے امید تھی کہ اللہ اس کے بھائی کی موت آسان کردے گا۔ ایک دن ایسے ہوا کہ اس کے مریض نے اسے کہا کہ قرآن کریم لے آؤ۔ اس کا بھائی قرآنِ کریم لانے کے لیے کھڑا ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا خاتمہ اچھا ہو جائے۔ جب وہ قرآنِ کریم کا نسخہ لے آیا تو اس کے بھائی نے قرآن کریم ہاتھ میں پکڑ کر کہا: کیا یہ قرآن کریم ہے؟ جواب دیا گیا کہ ہاں! یہ قرآن کریم ہے۔ اس نے فوراً کہا: میں اس قرآن کو نہیں مانتا......!!! اسی وقت اس کو موت آ گئی......!!

ہم نے شروع بحث میں امام مجاہد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے' اس میں وہ اسی بات کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ مَيِّتٍ إِلَّا مُثِّلَ لَهُ جُلَسَاءُهُ))

''جب کوئی مرنے لگتا ہے تو اس کے دوست احباب اس کے سامنے کر دیے جاتے ہیں۔''

چونکہ مذکورہ بے راہ رو اور منحرف کی دوستی ان لوگوں سے تھی جو کفر بکتے' اللہ اور اس کے رسول اور کتاب اللہ کے خلاف گفتگو کرتے' دین اسلام کا مذاق اڑاتے اور دین دار لوگوں سے بھی ٹھٹھا کرتے' اس کے لیے اسی طرح کے برے لوگ اور ان کے ساتھ کی ہوئی مجالس کے احوال موت کے وقت اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیے گئے' اور ان کے اس تصور و خیال نے اسے دین کے خلاف بہکایا اور اپنے کفر و گمراہی پر ڈٹے رہنے پر اصرار کیا' اور یہ ان کی خیالی باتوں میں آ گیا۔

مختلف گناہوں کا ارتکاب کرنے والے نشئی وغیرہ ہر ایک کے متعلق آپ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کی طرح کے برے لوگ ان کے دوست بن جاتے ہیں اور وہ نعوذ باللہ انہیں گناہوں پر مسلسل اکساتے رہتے ہیں۔

میرے پیارے بھائی!...... اس برے شخص کے برے انجام اور دوسرے نیک آدمی کے خاتمہ بالخیر دونوں کے مابین آپ خود مقابلہ کریں اور فیصلہ کریں کہ آپ کو کون سا انجام پسند ہے۔ اس پر خوب غور کریں۔ اس سلسلہ میں بہت سے واقعات ماضی اور حال میں معروف ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا جب موت کا وقت قریب آیا تو وہ یہ دعا مانگنے لگے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ صَبَاحِ اِلَی النَّارِ لَا اَفْلَحَ مَنْ نَدِمَ مَرْحَبًا بِالْمَوْتِ حَبِیْبٌ جَاءَ عَلٰی فَاقَةٍ))

''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ آگ کی طرف جانا پڑے۔ وہاں جسے ندامت کا منہ دیکھنا پڑا وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ موت کو خوش آمدید! جو ایسا ساتھی ہے کہ کتنے فاقے دیکھنے کے بعد آیا۔''

جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا وقت قریب آن پہنچا تو وہ کہنے لگے: کل ہم اپنے دوست احباب سے ملیں گے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام سے ملیں گے۔ جب ان کی بیوی نے آہ و بکا کی ''ہائے بلال! وائے بلال!'' تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ناخوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: واہ! کیا لمحہ فرصت اور کیا ہی وقتِ مسرت ہے!!

سیدنا خیثمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا جب وقت آن پہنچا تو ان کی بیوی ان کے پاس روتی ہوئی آئی۔ انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟

اس نے کہا: آپ کے بعد میں کسی سے نکاح نہ کروں گی؟

سیدنا خیثمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس چیز کا تو خواہش مند نہیں، مجھے اپنے بعد صرف اپنے فاسق و فاجر بھائی کا ڈر ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ میرا شرابی بھائی آپ سے شادی کر لے گا، اور جس گھر میں تلاوتِ قرآن کی جاتی ہے اس میں شراب نوشی ہوگی۔

اس شخص کے خیالات پر غور کریں کہ اسے اپنے آخری وقت میں کس چیز کی فکر ہے! اس کا خاتمہ یقیناً اچھا ہوگا۔ ان شاء اللہ

سیدنا مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ کو نماز کے دوران حالت سجدہ میں موت آئی۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے پاس بیٹھے سب لوگوں کو باہر نکال دیا۔ لوگ باہر نکل کر دروازے کے پاس ٹھہر گئے' اور کان لگائے کہ سنیں موت کے وقت سیدنا عمر کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے غور سے سنا' سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کہہ رہے تھے: ان مبارک چہروں کو خوش آمدید! جو جنوں یا انسانوں میں سے نہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی اور فوت ہو گئے:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ ﴾ (القصص: ۲۸/ ۸۳)

''آخرت کا یہ گھر ہم ان ہی کے لیے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں کرتے۔ پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔''

سیدنا آدم بن ایاس رحمہ اللہ نے مکمل قرآن کریم بستر مرگ پر ختم کیا' پھر انہوں نے دعا کی: اے میرے رب!...... تجھے میری محبت کا واسطہ ہے کہ بوقتِ موت تو میرا رفیق بننا' اس دن کے لیے یہی میری خواہش تھی۔ اس کے بعد انہوں نے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے مرض الموت میں کہا: طاؤس بیان کرتے ہیں حدیث مجھے سناؤ' وہ مریض کے آہ و بکا کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ عبداللہ نے انہیں حدیث پڑھ کر سنائی' تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سوائے اپنی زندگی کی آخری رات کے کسی وقت نہ روئے۔

انسان کی یہی اچھی موت ہے جو خوش نصیب لوگوں کو آئی' کہ وہ اس حالت میں ان تمام غیر شرعی اور خلاف اسلام باتوں سے بچ جائے۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت کے وقت ان کے والد بے ہوش ہوتے' پھر ہوش میں آ جاتے۔ ایک بار غشی طاری ہوئی' پھر آنکھ کھولی اور ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا: ''بعد میں! بعد میں!'' عبداللہ کہتے ہیں: تیسری مرتبہ انہوں نے جب ایسے کیا تو میں نے پوچھا: ابا جی! یہ کیسا اشارہ ہے؟ میں نے دیکھا ہے کہ آپ ہاتھ ہلاتے ہیں اور ساتھ

کہتے ہیں: ''بعد میں! بعد میں!'' اس کا کچھ پتہ نہیں چل رہا' آپ نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شیطان ابلیس میرے پاس کھڑا ہے اور اپنی انگلیوں کو کاٹ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احمد! تم نے مجھے (اپنے علم سے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اور میں اسے کہتا ہوں: ''بعد میں! بعد میں! میری موت کے بعد'' (تمہارے ٹکڑے ٹکڑے ہوں گے' یعنی جب تک جسم میں جان ہے اس وقت تک ائمہ محدثین کو بھی شیطان کے فتنے اور آزمائش کا خوف رہا ہے)

جب عبدالملک بن مروان کا آخری وقت قریب آیا تو وہ کہنے لگا: اے دنیا! تو کتنی اچھی لگتی ہے' تیری لمبی زندگی بھی مختصر ہے اور تیرا بہت زیادہ بھی حقیر اور معمولی ہے' ہم تمہارے متعلق دھوکے ہی میں رہے۔ پھر عبدالملک نے یہ شعر پڑھے:

اِنْ تُنَاقِشْ يَكُنْ نِقَاشُكَ يَا رَبِّ عَذَابًا لَا طَوْقَ لِيْ بِالْعَذَابِ

اَوْ تَجَاوَزْ فَاَنْتَ رَبٌّ صَفُوْحٌ عَنْ مُسِيْئٍ ذُنُوْبُهٗ كَالتُّرَابِ

''اگر تو نے حساب مانگ لیا تو تیرا حساب مانگنا ہی اے رب! ایک ایسا عذاب ہو گا جس کو برداشت کرنے کی مجھ میں قوت نہیں۔

تو اگر معاف کر دے تو تو یقیناً معاف کرنے والا رب ہے' ایک ایسے خطا کار کو جس کے گناہ زمین کی طرح وسیع و بے اندازہ ہیں۔''

سیدنا محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کا جب وقت وفات آیا' اس وقت ان کے پاس بہت لوگ کھڑے اور بیٹھے تھے' وہ ان سے مخاطب ہوئے اور کہا: اگر مجھے پیشانی اور پاؤں سے پکڑ کر کل آگ میں جھونک دیا گیا تو یہ لوگ میرے کس کام آئیں گے؟ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝﴾

(الرحمن: ۵۵/ ۴۱)

''گناہ گار صرف حلیہ سے ہی پہچان لیے جائیں گے اور ان کی پیشانیوں کے بال اور قدم جکڑ لیے جائیں گے۔''

زمانہ حال میں ایک پارسا نوجوان کا مشہور واقعہ ہے۔ اس نوجوان نے اپنی ساری زندگی تبلیغِ اسلام میں لگا دی۔ جوانی ہی میں اسے تکلیف ہوئی تو اسے ہسپتال لے جایا گیا۔ بعض قریبی دوست بتاتے ہیں کہ جب اس کا آخری وقت قریب آیا تو اس نے قرآن کریم کا نسخہ مانگا، کچھ تلاوت کرنے کے بعد اس نے قرآن کریم اپنے سینے پر رکھا، آنکھیں بند کیں اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے رات کو اس نوجوان کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ ہمیں امید ہے کہ اس کا یہ اچھا انجام تھا۔

میرے پیارے بھائی......! اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی شخص پر ظلم نہیں کرتا۔ کیا مذکورہ واقعات اور قصے آپ پر واضح کرنے کے لیے کافی نہیں کہ انسان کا انجام اس کے پچھلے اعمال کے مطابق ہوتا ہے؟ اگر آپ کو اسی لمحے اچانک موت آ جائے تو للہ! آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ کیا آپ اپنی اس حالت سے خوش اور مطمئن ہیں؟

کیا آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لانے والے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکنے والے ہیں؟

کیا آپ اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرنے والے، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے والے اور اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں؟

یا کہ پھر آپ گناہوں اور نافرمانیوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں؟

محترم بھائی!...... انسان کا اچھا یا برا عمل اس کے اچھے یا برے انجام کا باعث بنتا ہے۔ جس نے ساری زندگی گناہوں اور نافرمانیوں میں گزاری، اس کے بارے میں اندیشہ ہے کہ اس کا انجام برا ہوگا اور اس بدقسمت کا ٹھکانا جہنم ہوگا!!!...... ہاں! اب بھی وقت ہے کہ ہم بیدار ہو جائیں۔ خلوص سے توبہ کر کے اللہ کے دین کے وفادار اور رسول اللہ ﷺ کے فرمانبردار ہو جائیں......!!

فکرِ آخرت

آدمی کا جسم کیا ہے، جس پہ شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت، ایک مٹی کا مکاں
خون کا گارا ہے اس میں اور اینٹیں ہڈیاں
چند سانسوں پہ کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پر زور آندھی اس سے جب ٹکرائے گی
یہ عمارت ٹوٹ کر پھر خاک میں مل جائے گی

❀❀❀

دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے
جب سے بنی ہے، دنیا، لاکھوں کروڑوں آئے
باقی رہا نہ کوئی، مٹی میں سب سمائے
اس بات کو نہ بھولو، سب کا یہی حشر ہے
دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
انجام سے تو اپنے، کیوں اتنا بے خبر ہے
دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے
یہ عالی شان بنگلے کسی کام کے نہیں
مخمل پہ سونے والے، مٹی پہ سو رہے ہیں
شاہ و گدا یہاں پر، سب ایک ہو رہے ہیں
دو گز زمین کا ٹکڑا، چھوٹا سا تیرا گھر ہے
دنیا کے اے مسافر، منزل تیری قبر ہے

شاہ و گدا یہاں پر' سب ایک ہو رہے ہیں
دونوں رہے برابر' یہ موت کا سفر ہے
دنیا کے اے مسافر' منزل تیری قبر ہے
مٹی کے پتلے تم نے' مٹی میں ہے سمانا
اک دن یہاں تو آیا' اک دن یہاں سے جانا
رہنا نہیں یہاں پر' جاری ترا سفر ہے
دنیا کے اے مسافر' منزل تیری قبر ہے
اے ابن آدم اپنے مولا سے دل لگا لے
کر کے خدا کو راضی کچھ نیکیاں کما لے
دنیا کے اے مسافر' منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو' دو دن کا یہ سفر ہے
آنکھوں سے تو نے اپنی' دیکھے کتنے جنازے
ہاتھوں سے تو نے اپنے' دفنائے کتنے مردے
انجام سے تو اپنے' کیوں اتنا بے خبر ہے
دنیا کے اے مسافر' منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو' دو دن کا یہ سفر ہے

❀❀❀

دلا غافل ہو یک دم' یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر' خالی زمین اندر سمانا ہے
ترا نازک بدن بھائی' جو لیٹے سیج پھولوں پر
یہ ہو گا ایک دن مردار جسے کیڑوں نے کھانا ہے
...... عمل نے کام آنا ہے
فرشتہ روز کرتا ہے' منادی چار کونوں پر
محلاں اچیاں والے تیرا گوریں ٹھکانا ہے

آ جاؤ...... اپنے پروردگار کی طرف

درِ توبہ کھلا ہے

پیارے بھائی!...... اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (الزمر: ۳۹/ ۵۳)

''اے نبی! کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ' بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا...... وہ بڑا بخشنے والا' مہربان ہے۔''

❁ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلا دیتا ہے تاکہ دن کے وقت خطا کرنے والا توبہ کر لے اور وہ دن کو بھی اپنا ہاتھ پھیلا دیتا ہے تاکہ رات کو جرم کرنے والا توبہ کر لے' یہ کیفیت اس وقت تک رہے گی' جب کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔''[1]

❁ صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''بابِ توبہ ستر برس کی مسافت کے برابر فراخ وکشادہ ہے' وہ سورج کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے تک بند نہ ہوگا۔''[2]

---

۱ صحیح مسلم

۲ ترمذی

❁ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان پر جب تک سکرات کی کیفیت طاری نہیں ہوتی...... اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے۔''[1]

اے بھائی!...... جلدی کرو' جب تک باب توبہ کھلا ہے' توبہ کرلو' مغرب کی طرف سے سورج طلوع ہونے کے بعد توبہ کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا اور ہمیں کیا معلوم کہ ہم اس وقت تک زندہ رہیں گے یا ہم اس وقت ہی موت کے دروازے پر کھڑے ہوں' اس لیے میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ سکرات طاری ہونے اور حلق میں روح کے اٹکنے سے پہلے پہلے توبہ کرلو' اس کے بعد تو توبہ قبول نہ ہوگی۔

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر انسان خطا کار ہے اور گناہ گاروں میں سے اچھے وہ لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے ہوں۔'' (احمد' ترمذی' ابن ماجہ' حاکم)

بھائی جان...... ! اللہ کی قسم! مجھے آپ سے محبت ہے' میں آپ کا خیر خواہ ہوں' کوشش کرو اور توبہ کرنے والوں میں سے بنو۔ ہم سب ہی گنہگار اور خطا کار ہیں' مگر ہم میں سے توبہ کرنے والے کون کون ہیں؟

بھائی جان...... ! گناہ سے باز آجاؤ' اللہ کی طرف پلٹ آؤ...... وہ آپ پر کرم کرے گا' گناہوں میں گزری سابقہ زندگی پر نادم رہو' اور عزم کرو کہ آئندہ ویسے کام نہ کرو گے۔

بھائی جان! توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے' توبہ کی فرصت بھی مہیا ہے اور اللہ کی عطاء بھی موجود ہے۔

تم کہہ دو کہ میں سابقہ روش سے توبہ کرتا ہوں' اللہ تمھاری توبہ قبول کرے گا۔

اللہ سے مدد مانگو...... سستی نہ کرو' صبر کرنے والوں کی مدد کی جاتی ہے' تکالیف کے بعد ہی فراخی اور خوشی آتی ہے اور تنگی کے بعد ہی آسانی ہوتی ہے۔

شیطانی دھوکے سے بچو' وہ تمھیں کہتا ہے کہ تم توبہ نہیں کر سکتے' تم اس سے کہو' میں

[1] احمد' ترمذی' ابن ماجہ

ان شاء اللہ توبہ کرلوں گا' تو توں والا میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ میری مدد کرے گا۔ تم اللہ پر حسنِ ظن رکھو...... وہ ضرور تمھاری مدد کرے گا۔

ایک عظیم حدیث ہے' ابو ادریس خولانی اس حدیث کو بیان کرتے وقت گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے تھے اور اس حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' اہل شام کے ہاں اس سے زیادہ شرف والی کوئی دوسری حدیث نہیں۔

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میرے بندو!...... میں نے اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے کہ کسی پر ظلم کروں اور میں نے اسے تمھارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے' لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

- میرے بندو!...... تم سب گمراہ ہو...... سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں' پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو' میں تمھیں ضرور ہدایت دوں گا۔
- میرے بندو!...... تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے' سوائے اس کے جسے میں کھانا دوں' تم مجھ سے کھانا مانگو' میں تمھیں ضرور کھانا دوں گا۔
- میرے بندو!...... تم میں سے ہر ایک برہنہ ہے سوائے اس کے جسے میں لباس مہیا کروں' تم مجھ سے لباس طلب کرو' میں تمھیں لباس عطا کروں گا۔
- میرے بندو!...... تم دن رات گناہ کرتے ہو...... میں تمام گناہ معاف کرنے والا ہوں' تم مجھ سے مغفرت طلب کرو' میں تمھیں بخش دوں گا۔
- میرے بندو!...... تم مجھے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ فائدہ۔
- میرے بندو!...... تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جن سب کے سب نیک ترین بن جائیں تو اس سے میری حکومت میں بالکل اضافہ نہ ہوگا...... اگر تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جن' بدترین بن جائیں تو اس سے میری حکومت میں بالکل کمی نہ آئے گی۔

- میرے بندو!...... اگر تمھارے اگلے پچھلے انسان اور جن، تمام کے تمام کھلے میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کے مانگنے کے مطابق عطا کرتا جاؤں تو اس سے میرے خزانوں میں بس اتنی سی کمی آتی ہے جتنی سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالنے سے سمندر میں کمی آتی ہے۔
- میرے بندو!...... میں تمھارے اعمال کی نگرانی کر رہا ہوں، تمھیں ان کی پوری پوری جزا دوں گا۔ بس جو شخص اچھا نتیجہ پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جسے اچھا نتیجہ نہ ملے تو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔[1]

اللہ کے کرم کو دیکھو! بندوں کے دروازے بند ہیں، توبہ کے دروازوں کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، جو کوئی بھی اللہ کو پکارنا چاہتا ہو، اللہ کا دروازہ کھلا ہے، وہ کہتا ہے:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ (النمل: ۲۷/ ۶۲)

''کیا ہے کوئی جو پریشان حال کی پکار کو سن کر اسے پورا کرے؟''

- اے گناہ کرنے والے......! بہنے والے آنسو کہاں ہیں؟
- اے گناہوں کے اسیر......! گزشتہ خطاؤں پر رو رو کر آنسو بہا۔
- اے جرأت کے ساتھ گناہ کرنے والے...... کیا تو دہکتی جلتی آگ کو برداشت کر لے گا؟
- اے گناہ کر کے ان کو بھول جانے والے...... افسوس ہے تجھ پر...... موت کا وقت آنے والا ہے اور تو نے ابھی تک اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہی نہیں کیا؟

افسوس ہے تجھ پر! تجھے توبہ کرنے کے لیے بلایا گیا تو نے بات سنی ہی نہیں......!!......
تو اس وقت کیا کرے گا جب روانگی کا اعلان ہو گیا اور تو نے سفر کی تیاری ہی نہ کی ہو گی۔

❀❀❀❀

---

[1] صحیح مسلم: ح ۲۵۷۷

دارالابلاغ کی دیگر کتب

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟.................. **مصنف** : سراج الدین ندوی

نظرثانی واضافہ : محمد طاہر نقاش.............. **قیمت** :۱۴۰روپے

قرآن وحدیث طب وحکمت اور جدید سائنس کی روشنی میں اپنے بچوں کی بہترین تربیت کرنے کے خواہش مند والدین کے لیے ایک نادرونایاب تحفہ۔

....

سپنوں کا شہزادہ...... **مصنف** : محمد طاہر نقاش....... **قیمت** : ۱۴۰روپے

ٹیلی فون کے ذریعہ گمراہ ہونے والی مسلم دوشیزاؤں کی عبرتناک داستانیں اور جدید الحادی تہذیب سے متاثر ہوکر ٹیلی فون کا غیر شرعی استعمال کرنے والوں کا خوفناک انجام۔ آج ٹیلی فون ہر گھر کی ضرورت ہے اور ٹیلی فون کے غلط استعمال کا فتنہ ہر گھر کو ڈسنے کو منہ کھولے کھڑا ہے۔ اس لیے مسلم بچیوں اور گھروں کو اس فتنے سے بچانے کے لیے قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل راہنمائی فراہم کی گئی ہے۔

....

تحفہ برائے خواتین.................. **مصنف** : ڈاکٹر صالح بن فوزان

نظرثانی واضافہ : روبینہ نقاش............. **قیمت** : ۱۰۰روپے

ان خواتینِ اسلام کے لیے ایک بہترین تحفہ جو اپنی عبادات میں ہونے والی کسی بھی کمی کوتاہی سے بچ کر اپنی عبادات کو مکمل طور پر قرآن وسنت کے مطابق بنانا چاہتی ہیں اور اس کتاب میں خواتین کو میک اپ کے مسائل سے لے کر جنازے کے مسائل تک کی مکمل رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ اور خاتونِ اسلام کے وہ تمام مسائل جو مردوں سے ہٹ کر صرف خواتین سے مخصوص ہیں' کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔

....

گناہوں کی نشانیاں اور ان کے نقصانات.... **مصنف** :امام ابن قیم الجوزیہؒ

مترجم : ابو یحییٰ محمد زکریا زاھد.............. **قیمت** : ۱۴۰روپے

گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے افراد کو پہچان کروائی گئی ہے کہ گناہوں کی نشانیاں کیا ہیں اور ان کے دنیاوی اور اُخروی نقصانات کیا ہیں؟ اور آپ نے ان گناہوں سے کیسے بچنا ہے!

....

مجالس خواتین **مصنف** : محمد لمین بن مرزا عالم......

ترجمہ : حافظ حبیب احمد سلیم - نظرثانی واضافہ : روبینہ نقاش... **قیمت** : ۳۶روپے

خواتین کی موزوں اور غیر موزوں مجالس جو روزمرہ زندگی میں پیش آتی ہیں کا قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیہ کہ ان کو کس قسم کی مجالس اختیار کرنی چاہئیں اور کس قسم کی مجلسوں سے اپنے دامن کو بچا کے رکھنا چاہیے۔

بدکاروں کی زندگی کا عبرتناک انجام

حقیقی کامیاب وہ ہے جو دنیا میں کامیاب ہو گیا، جو دنیا کی زندگی میں اللہ کی رضا کا سرٹیفکیٹ حاصل کر کے کامیاب نہ ہو سکا وہ آخرت میں بھی ناکام ونامراد ہی رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کریم کی ذات کے سامنے جوابدہی اور احتساب کے تصور کو بھلا دیتے ہیں وہ اپنی موت کو بھی بھلا بیٹھتے ہیں۔ وہ یہی تصور کیے بیٹھے گناہوں میں مدہوش رہتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی ساری کوششیں اس دنیا کے لیے ہی کرتے رہتے ہیں...... اچانک ایک دن موت کے کوڑے کی ضربیں جب لگنے لگتی ہیں تو ان کو اس وقت یاد آتا ہے کہ ہم نے تو مرنا بھی ہے لیکن اب وقت بیت چکا ہوتا ہے۔ اب ان کی زندگی میں جاری رکھی گئی بدکاریوں کا ردعمل ظاہر ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ دنیا دیکھتی ہے کہ ان کا موت کے وقت اس قدر عبرتناک اور خوفناک انجام ہوتا ہے کہ لوگ توبہ توبہ کرتے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے استغفار کرتے ہیں۔

اس کتاب میں بھی دنیا کے مختلف ممالک کے بدکاروں کی زندگی کا عبرتناک انجام دکھایا گیا ہے' مرتے وقت ان کے جان نکلنے کے عبرتناک مناظر دکھائے گئے ہیں۔ اور بتایا گیا ہے کہ آپ اس سے کس طرح بچ سکتے ہیں...... جان نکلتے وقت اللہ ورسول کے باغیوں کا یہ رسوا کن ذلت ناک عبرتناک انجام کیوں ہوتا ہے؟...... کیسے کیسے اعمال کرنے کے نتیجے میں...... مرتے وقت...... دنیا کے سامنے...... آنکھیں بند ہونے سے قبل...... ذلت ناک واذیت ناک موت مرنے کے بعد...... جہنم کے فرشتوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر جہنم کا ایندھن بننا پڑتا ہے!!!؟ اگر آپ ایسے انجام سے بچنا چاہتے ہیں تو یہ کتاب آپ کے لیے کامل راہنمائی فراہم کرے گی۔

ابوضیا محمود احمد غضنفر

دارالابلاغ
DAROLIBLAGH
کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ